انقلاب شام

عالم اسلام کی تشکیل نو کا آغاز

ابو تراب ندوی

ناشر

نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی۔ دہلی

نام کتاب	:	انقلاب شام عالم اسلام کی تشکیل نو کا آغاز
مصنف	:	ابوتراب ندوی
صفحات	:	264
قیمت	:	Rs.200/-
تعداد	:	1000
اشاعتِ اوّل	:	دسمبر ۲۰۱۴

ناشر

نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی

۲۰۳۵/ گلی قاسم جان، بلیماران، دہلی-۱۱۰۰۰۶

فون : 011-65363445 / 09015603676

ای میل : ncpcdelhi@gmail.com

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھادیں، اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے گو کافر برا مانیں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اسے اور تمام مذاہب پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین ناخوش ہوں۔

(سورۃ الصف: آیات:۸،۹)

اللہ تبارک و تعالیٰ کے منصوبہ اور تدبیر کے مطابق جنت میں وقوع پذیر ہونے والا معرکہ ابلیس و آدم زمین پر تاقیامت جاری و ساری رہنے والا ہے۔ ہر دَور میں شیطان لعین نے اپنے حواریوں کے ساتھ اہلِ حق کے ہاتھوں ہزیمت اُٹھائی ہے۔ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عالمگیر بعثت، نعمت دینِ اسلام کی تکمیل اور خلافت راشدہ میں شوکت اسلام نے اہلِ باطل کے چہروں کو مرجھادیا۔ شیطان اور شر کے پجاریوں نے اسلام دشمنی میں امت مسلمہ کے خلاف اپنی مساعی تیز کرتے ہوئے ناپاک سازشوں کا جال بچھادیا۔ آج ہم دنیا کے حالات پر نظر ڈالیں تو چودہ سو سال قبل کی گئی ہمارے پیارے رسول حضرت محمدؐ کی پیشین گوئی جہاں ہمیں اپنا محاسبہ کرنے کے لئے غور و فکر کی دعوت دیتی ہے وہیں معرکۂ حق و باطل کے اس آخری مرحلہ میں اہلِ حق کو، کامرانی کا مژدہ سنا کر ہمارے ایمان میں اضافہ کرتی ہے۔

"حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: تم میں اس وقت تک نبوت رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو گی کہ نبوت رہے، پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اسے اٹھالے گا۔ پھر عین نبوت ہی کی طرز پر خلافت ہو گی تو وہ رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو گی، پھر وہ جب چاہے گا اسے اٹھالے گا۔ پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہو گی تو وہ رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو گی، پھر وہ جب چاہے گا اسے اٹھا لے گا۔ پھر جبری واستبدادی حکومت ہو گی تو وہ رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو گی، پھر وہ جب چاہے گا اسے اٹھالے گا۔ پھر عین نبوت ہی کی طرز پر خلافت ہو گی، پھر آپؐ نے سکوت فرمایا۔" (مسند احمد)

امت مسلمہ کا منظر نامہ دنیا میں بالعموم اور عالم عرب میں بالخصوص واضح اشارے دے رہا ہے کہ ظہور مہدی، خروجِ دجال اور نزولِ عیسیٰؑ کا دَور شروع ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال کے الفاظ میں

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے　　　　یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

اس تناظر میں فاضل مصنف مولانا محترم ابوتراب ندوی صاحب کی یہ کتاب ایک بہترین کاوش ہے۔ بھارت میں انتہائی نازک اور حساس موضوعات پر قلم اٹھانے والوں کا قحط الرجال ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے فاضل مصنف کو کہ انھوں نے حق ادا کرنے کی کوشش کی۔ یہ ضروری نہیں کہ مصنف کی تمام باتوں اور تجزیوں سے ادارہ کو اتفاق ہو۔ اس کتاب کو پیش کرتے ہوئے ادارہ کو مسرت ہے نیز امید بھی کہ اس سے دین کی خدمت ہو سکے گی اورر اسلام پر مسلمانوں کا نہ صرف ایمان مضبوط ہو گا بلکہ وہ شیطان اور اس کے حواریوں کے لشکر کا مناسب دفاع، مقابلہ اور اقدام کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ فاضل مصنف اور ناشر کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور دینِ اسلام کی سرفرازی کے لئے کی جانے والی ان کوششوں کو بارآور اور نافع بنائے۔ آمین۔

ناشر

تاثرات علمائے کرام و مبصرین

چشم ماباز کردی، وروح اسلامیان شاد کردی

مولانا سلمان الحسینی الندوی، استاذ تفسیر وحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، بانی وناظم جامعہ سید احمد شہید،
کٹولی، ملیح آباد

ابوتراب ندوی صاحب کے ہم سب شکر گزار ہیں، علی مرتضیٰؓ کی کنیت کے ساتھ تشیع نما مجوسی سازشوں کا پردہ چاک کرنے کا بیڑا انہوں اٹھایاہے، اور صہیونی اور صلیبی اور مجوسی مثلث کی تاریخی کہانی خاص طور پر جو سرزمین شام پر گزری تفصیل سے سنائی ہے "امت" آخری دور کی جنگوں کی منتظر ہے "دابق" میں یورپین طاقتوں سے ایک خطرناک جنگ ہونی ہے، "ہرمجدون" نامی عالمی جنگ فلسطین میں برپا ہونے کی منتظر ہے، مسجد اقصی کی بنیادیں ہلا دی گئیں ہیں، دھاکوں کی تیاریوں میں یہ مثلث مصروف ہے، "ہیکل دجالی" تیار رکھاہوا ہے، اصفہان کے ستر ہزار "نمائندگان مثلث" اسکے ظہور کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ مسجد حرام "مہدی علیہ السلام" کے لئے کروٹیں لے رہی ہے، اور دمشق کی مسجد کے مینارے عیسی مسیح کے نزول کے لئے آسمان کی طرف تک رہے ہیں، کھانے اور پانی کی طرح ہتھیار بٹ رہے ہیں، قتل وقتال کی بھیانک فضا تیسری عالمی جنگ کی لکڑیوں کو دہکارہی ہے، محشر سے پہلے محشر کا عالم بپا ہے۔ مبارک ہو جناب ابوتراب ندوی صاحب: آپ کی خدمت لاریب، قابل قدر اور لائق شکر ہے، جزاکم اللہ خیرا، کہ چشم ماباز کردی، وروح اسلامیان شاد کردی۔

والسلام
سلمان الحسینی ندوی
۳/مارچ ۲۰۱۵ء

ٹھوس دلائل پر مبنی منصفانہ موقف

مولانا خلیل الرحمن سجاد ندوی بانی وناظم معہد الامام ولی اللہ الدہلوی للدراسات الاسلامیہ

عالم اسلام میں، بالخصوص اس کے قلب و جگر کی حیثیت رکھنے والے علاقے جزیرۂ عربیہ، فلسطین، عراق، سوریا(شام) ، اردن، لبنان اور یمن میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اس کا انجام کیا ہونے والا ہے؟ اس کے مختلف فرقوں کی اصلیت کیا ہے، اور ان کے بارے میں ٹھوس دلائل پر مبنی منصفانہ موقف کیا ہونا چاہئے، یہ اور اسی نوعیت کے نہایت اہم سوالات ہیں جو آج ہر باخبر اور باشعور مسلمان کو بے چین کئے ہوئے ہیں، زیر نظر کتاب میں انہی سوالات کا جواب دینے کی قابل قدر کوشش کی گئی ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے خصوصا اردو خواں مسلمانوں کو ایسے حقائق کا علم ہو گا، جو شائد ان کی اکثریت کے علم میں اب تک نہ آئے ہوں گے۔ اور ان عالمی طاقتوں کا اصلی چہرہ بھی بے نقاب ہو گا جو انسانی حقوق، عالمی برادری، امن وانصاف جیسے مقدس الفاظ کی آڑ میں لاکھوں معصوم بچوں، عصمت مآب دوشیزاؤں، خواتین خانہ اور بوڑھوں، معذوروں، جوانوں اور اپنے ملک کی آزادی کی جدوجہد میں سرگرم عمل کارکنوں کے قتل عام کے جرائم کا ارتکاب پوری ڈھٹائی اور درندگی کے ساتھ کر رہی ہیں——نیز ایران اور شیعیت کا حالیہ کردار، صلیبیت اور صہیونیت کے ساتھ ان کے دیرینہ اور گہرے تعلقات اور مسلسل تعاون کی کچھ تفصیلات بھی حوالوں کے ساتھ سامنے آئیں گی——اور——قرآن وحدیث کے حوالوں سے یہ یقینی حقیقت بھی واضح ہو گی کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے، یہ وہی ہے جس کی خبر خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اپنے متعدد ارشادات میں دے چکے ہیں، نیز یہ بات بھی کھل کر سامنے آئے گی کہ ان جنگوں کا آخری نتیجہ نظم عالم میں ایک ہمہ گیر تبدیلی کی شکل میں نکلے گا، اور بلاد شام اور ارض بیت المقدس ہی سے وہ انقلاب برپا ہو گا جس کے بعد پوری زمین پر عدل وانصاف کا اسی طرح دور دورہ ہو گا جس طرح آج پوری دنیا ظلم اور ظالموں کے آہنی شکنجے میں جکڑی ہوئی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس منزل تک پہونچنے کے لئے ابھی کتنی قربانیاں اور درکار ہیں، تاہم یہ سو فیصدی یقینی ہے کہ انجام فتح مبین کے سوا کچھ اور نہیں ہونا ہے۔ جن ارشادات نبوی کی بنیاد پر ہمیں اس بات کا اتنا پختہ یقین ہے ان میں سے آپ کچھ اس کتاب میں پڑھیں گے اس لئے ان کو یہاں نقل کرکے اس مختصر سی تحریر کو طویل نہیں کرنا چاہتا——اور یہ تو ایک مستقل حقیقت ہے کہ

خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

عالم اسلام کے حالات ایک تبدیلی جو مثبت توقعات کو خاصی تقویت پہونچاتی ہے وہ سعودی عرب کے نئے حکمراں کے کچھ ایسے فیصلے اور اقدامات بھی ہیں جن سے امید بندھتی ہے کہ اب قافلۂ حجاز صحیح سمت میں سفر شروع کررہاہے، اور ماضی کی غلطیوں کی تلافی کا عزم وہاں پیدا ہورہاہے ــــــ خدا کرے کہ واقعتا ایسا ہو اور کسی کی نظر نہ لگے۔

یہ تو شاید ہی کسی کتاب کے بارے میں کہا جاسکے کہ اس کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک تعبیر سے ہر ایک کو سو فیصد اتفاق کرنا چاہئے۔ یہی بات اس کتاب پر بھی صادق آتی ہے، جو بہت ہی نازک وقت پر منظر عام پر آئی ہے اور جس کے لئے اسکے جواں عمرو جواں ہمت مصنف عزیز مکرم مولانا ابوتراب ندوی بلاشبہ شکریہ اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔

یہ عاجز راقم سطور جو مصنف کتاب کی باصرار فرمائش کی تعمیل میں یہ چند سطریں بعجلت لکھ رہاہے، دست بدعاء ہے کہ اللہ تعالی ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور عالمی امن کے قیام کے لئے اس کے نفع کو زیادہ سے زیادہ عام فرمائے۔

دعا گو اور دعاؤں کا محتاج وطالب

خلیل الرحمن سجاد ندوی

معہد الامام ولی اللہ الدہلوی للدراسات الاسلامیہ

ومدیر الفرقان، لکھنؤ

3 شعبان المعظم 1436ھ

ایک اہم علمی و تحقیقی کتاب

مولانا محمد سفیان قاسمی، مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

ملک شام اس وقت جن خون آشام معرکہ آرائیوں سے گزر رہا ہے دنیا کی جو صورتحال ہے، آج کسی سے بھی مخفی نہیں۔ "انقلاب شام عالم اسلام کی تشکیل نو کا آغاز" سرزمین شام کے انقلاب کے مذہبی و تاریخی جائزہ، احادیث صحیحہ میں شام کی فضیلت، اخیر زمانہ میں رونما ہونے والے حادثات، مسجد اقصی، صہیونی سازشیں، صلیبی معرکہ آرائیاں اور بہت سے اہم موضوعات پر تحقیقی و تاریخی مباحث کے تعلق سے اپنے آپ میں ایک اہم علمی و تحقیقی کتاب ہے۔

فاضل مصنف مولانا ابوتراب ندوی صاحب نے بڑے سلیقہ اور صلاحیت سے ہر موضوع پر معتبر مصادر کے حوالوں سے بحث کی ہے، جس کی وجہ سے کتاب ہذا اپنے موضوع پر انفرادی اور دستاویزی حیثیت کی حامل ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ایمانی حرارت اور اسلامی حس قلب کی حرکت اور خون کی گردش تیز ہو جاتی ہے، یہ کتاب حقیقت میں شام کے خون آشام اوضاع و احوال کو دیکھنے کے لئے ایک شفاف آئینہ کا کام کرتی ہے، جو دھندلی روشنی میں بھی چہرے کے مدھم نشانات اور خدوخال کو نمایاں کرنے کا کام کرتا ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالی سرزمین شام اور اہل شام کو اعدائے اسلام کی دسیسہ کاریوں سے محفوظ فرمائے، مؤلف کتاب کو اجر جزیل اور تالیف کو قبولیت عامہ نصیب کرے (آمین)۔

محمد سفیان قاسمی

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

19 جمادیٰ الاولی 1436ھ

اسے گھر گھر پہونچنا چاہئے

مولانا محمد طاہر مدنی، ڈائرکٹر جامعۃ الفلاح، بلریاگنج، اعظم گڑھ، یوپی

"انقلاب شام" جناب ابو تراب ندوی کی بہترین اور کتاب و سنت سے مدلل کتاب ہے۔ اس کے مطالعہ سے نہ صرف موجودہ عالمی حالات بالخصوص مشرق وسطی کی صورتحال واضح ہوتی ہے، بلکہ عالم اسلام کے مستقبل کا نقشہ بھی سامنے آجاتا ہے۔ اس کتاب سے عالمی پیمانے پر اسلام کے خلاف یہودیت، صلیبیت اور شیعیت کا گٹھ جوڑ بھی بے نقاب ہوتا ہے۔ لائق مطالعہ کتاب ہے، اسے گھر گھر پہونچنا چاہئے۔

محمد طاہر مدنی

بلریاگنج، اعظم گڑھ

2فروری2015

انقلاب شام ایک معرکۃ الآراء کتاب

ڈاکٹر محمد ذکی کرمانی، چیرمین ادارہ مطالعات سائنس، سکریٹری تنظیم اسلامی برائے ترقیٔ سائنس، سابق ایڈیٹر اسلامک سائنس جرنل

کتاب انقلاب شام ایک معرکۃ الآراء کتاب ہے، جسے پڑھنے کے بعد قاری وہ نہ رہ پائے گا جو اسے پڑھنے سے قبل تھا، گو کہ کتاب میں حقائق سے پہلی بار پردہ نہیں اٹھایا گیا، لیکن جس معنی خیز ترتیب میں رکھ کر واقعات کے تجزیہ کی ایک انتہائی حیرت انگیز دنیا آباد کی ہے وہ قاری کو تحیر میں ڈبو دیتی ہے۔

محمد ذکی کرمانی

علی گڑھ، 6مارچ2015

"انقلاب شام" ایک بروقت کاوش

مولانا محمد فاروق خان صاحب، مترجم قرآن ہندی، سابق سربراہ ہندی شعبہ جماعت اسلامی ہند

انقلاب شام کے لایق مصنف نے اسلامی تاریخ کا بھرپور جائزہ لے کر یہ دکھایا ہے کہ کس طرح خدا حق کو غالب دیکھنا چاہتا ہے، اور غلبہ کی راہ ہموار کرتا ہے، گرچہ یہ راہ دشوار گذار ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں نبی آخر الزماں اور آپ کے اصحاب کا اسوہ ہمارے سامنے ہے۔ انہیں بھی عالمی طاقتوں کے خطرات کا سامنا تھا۔ آج پھر امت انہیں خطرات میں گھری ہے، آزمائشوں سے دوچار ہے، یہ عمل صدیوں سے جاری ہے۔

"انقلاب شام" ایک ایسی بروقت کاوش ہے (اللہ مصنف کو اجر عظیم سے نوازے) جو حالات کی سنگینی کا نہ صرف ادراک کرتی بلکہ اس شعور کو بیدار کرتی ہے کہ اگر امت مسلمہ اب بھی حالات کے تدارک کیلئے بیدار نہ ہوئی تو ایک ناقابل بیان زبوں حالی وذلت سے دوچار ہوگی۔ مصنف کتاب نے تاریخ اسلامی کی روشنی میں روح ایمانی سے سرشار ہو کر حالات کا ایسا تجزیہ پیش کیا ہے جو لایق تحسین اور قابل قدر ہے۔ کتاب میں ان فتنوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو سیاسی سازشوں، دینی تفرقوں اور دشمنان حق کی فتنہ پردازیوں کی صورت میں امت کو چہار سمت سے گھیرے ہوئی ہیں۔ مصنف کے نزدیک اگر شام کی جدوجہد آزادی کو ملت اسلامیہ کے مستقبل کی تابناکی میں بنیادی اہمیت حاصل ہے، تو اسکی وجہ وقت وحالات کے پس منظر میں ارشادات نبوی سے رہنمائی کی وہ عالمانہ کوشش ہے جو علماء کا فریضہ رہا ہے، اور اس فرض کو ادا کرنے کی انہوں نے کامیاب کوشش کی ہے۔ موصوف نے عالمی پیمانہ پر رونما ہونے والی عظیم تبدیلیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے خطۂ شام کی آزادی کو امت کے لئے ایک بشارت سے تعبیر کیا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جب مسئلہ امت مسلمہ کے عالمی مستقبل کا ہو تو کوئی بھی فرد اس دائرہ سے باہر نہیں رہ سکتا خواہ وہ دنیا کے کسی خطہ سے تعلق رکھتا ہو۔

محمد فاروق خان

دہلی 3 مارچ 2015

امت کے مستقبل کی پالیسی سازی

ڈاکٹر محمد ایوب صدیقی

اسسٹنٹ پروفیسر اسکول آف عرب اسٹڈیز، انگلش اینڈ فورن لینگویجز یونیورسیٹی-حیدرآباد

جناب ابوتراب ندوی کی کتاب "انقلاب شام" عالم اسلام کے مستقبل کے تعلق سے مغربی دنیا کی شہرۂ آفاق کتاب "تہذیبوں کا تصادم" کے ہم پلہ ہے۔ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ اگر عالم اسلام میں قائم حکومتیں صحیح معنوں میں مسلمانوں کی مخلص حکومتیں ہوتیں تو اس کتاب کو عالم اسلام کے مستقبل کی پالیسی سازی میں وہی مقام حاصل ہوتا جو "صموئیل ہنگٹن" کی کتاب "تہذیبوں کا تصادم" کو مغربی ممالک کی حکومتوں کی داخلہ وخارجہ پالیسی میں حاصل ہے۔

اس کتاب کی سب سے خاص بات یہ ہے کہ دوسری کتابوں کے برعکس ہر گذرتے دن کے ساتھ اسکی اہمیت بڑھتی جائے گی۔ یہ کتاب وقت کے ساتھ کنارے نہیں لگائی جاسکتی جیسا کہ عام طور سے کتابوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب عالم اسلام کے حالیہ انتشار کا دائرہ پھیلے گا، جب ملک شام کو ایک بار پھر مرکز اسلام کی حیثیت حاصل ہوگی، جب پورے عالم اسلام کی نظریں شام کی طرف اٹھیں گی، اس وقت لوگ اس کتاب کو مرجع اور سورس کی حیثیت سے تلاش کرینگے، جس طرح آج یہ کتاب اس نازک اور حساس گھڑی میں وقت کے سب سے اہم موضوع پر بالکل ہی منفرد علمی و تحقیقی دستاویز کی حیثیت سے خاص وعام کی توجہ کا مرکز بنتی جارہی ہے۔

محمد ایوب صدیقی

اسسٹنٹ پروفیسر

اسکول آف عرب اسٹڈیز، انگلش اینڈ فورن لینگویجز یونیورسیٹی

حیدرآباد

01 مئی 2015

یہ کتاب کیسی ہے؟

نایاب حسن، صحافی و کالم نگار" بصیرت اون لائن"

یہ کتاب کیسی ہے، میری سمجھ سے، اسے کسی دوسرے کی زبان یا قلم سے جاننے کی بجائے پڑھنا چاہیے، کہ دید و شنید میں جو بیّن فرق ہے، اُس سے ہر صاحبِ خرد واقف ہے، ویسے اپنے اور میرے جن باشعور اَحباب تک یہ کتاب پہنچی اور انھوں نے اس کا مطالعہ کیا، اُن کے احساسات کی روشنی میں کم از کم میں تو اِس بات کی ضمانت دے سکتا ہوں کہ اگر آپ اس کتاب کو اپنے ہاتھوں میں لیں گے، تو پوری کتاب پڑھنے کے بعد ہی اِسے چھوڑنے کا جی چاہے گا، کتاب کیا ہے؟ورق ورق حقیقت بیاں، سطر سطر معلومات اَفزا، ہر بات معتبر و موثّق حوالوں سے مزین، صرف حروف و نقوش کے حوالوں سے ہی نہیں، بولتی تصویروں سے بھی، کتاب کی ہر سطر کے بعد اگلی سطر پڑھنے کے لیے طبیعت مچلے گی، اشتیاقِ دید بڑھے گا اور آپ کے ذہن و دماغ و فکر و نظر کی کائنات ایک نئے اور کہیں کہیں چونکانے والے جہانِ افکار و واقعات سے آشنا ہوگی، مشرقِ وُسطیٰ، بلادِ شام و فلسطین کی تاریخ کے اُن گوشوں سے واقفیت حاصل ہوگی، جن سے بیشتر لوگ ناواقف ہیں یا جن سے عالمی سازش کے تحت ہمیں ناواقف رکھا گیا ہے، صلیبیوں، صہیونیوں اور ان کے ساتھ مل کر اِس دور کے مجوسیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قطع و برید کے دل خراش و ہولناک واقعات کی ایسی تصویریں بھی آپ کی نظروں سے گزریں گی کہ اُنھیں دیکھ کر ہونہ ہو آپ کی چیخیں نکل جائیں اور اسلام کی اولین پناہ گاہوں میں ہی اپنے دینی بھائیوں، بہنوں اور بچوں کی بے پناہی اور ان کی بے کسی و بے بسی کی موت پر آپ دہاڑیں مار مار کر رونے لگیں۔

نایاب حسن، صحافی و کالم نگار

" بصیرت اون لائن "

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

مولانا سعید الرحمن الاعظمی ندوی، مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنوء، ایڈیٹر عربی ماہنامہ "البعث الاسلامی"

جزیرۃ العرب کی ارضی اور تاریخی فضیلت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ملک شام کو بھی ایک امتیاز اور برتری عطا فرمائی ہے، تاریخی حیثیت سے دونوں ملکوں کے درمیان تہذیبی اور تجارتی تعلقات زمانۂ ما قبل اسلام کے بہت سے پہلے قائم ہیں، ملک شام کا اطلاق عصر قدیم میں سیریا، لبنان، اردن، اور فسلطین پر ہوتا تھا، یہاں اسلام نصرانیت اور یہودیت کے ماننے والے آج بھی آباد ہیں، عسکری نقطۂ نظر سے بھی ملک شام پورے عالم اسلام میں انفرادی شان رکھتا ہے، اس سرزمین پر اسلام اور عیسائیت کی پہلی جنگ اسلامی تاریخ میں غزوہ موتہ کے نام سے معروف ہے، حضور اکرم ﷺ بعثت سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مالی تجارت کے سلسلے میں شام تشریف لیجایا کرتے تھے، اور جزیرۃ العرب کے دیگر قبائل بھی شام سے تجارتی تعلقات رکھنے کے لئے معروف ہیں، یہی وجہ ہے کہ جزیرۃ العرب جب اسلام کا مرکز بنا تو شام کو بھی اس سعادت میں بڑا حصہ ملا، احادیث میں اس امتیازی شان کا ذکر موجود ہے، اور حضور اکرم ﷺ نے صحیح روایت کے مطابق زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا "يا طوبَى للشام، يا طوبَى للشام، يا طوبَى للشام, قالوا: يا رسول الله! وبِمَ ذلك؟ قال: تلك ملائكة الله باسطو أجنحتها على الشام" (ترمذی، مسند احمد، حاتم اور ابن عساکر) بعض روایات میں یہ ٹکڑا بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: عليك بالشام فانه خيرة الله من أرضه يجتبي اليها خيرته من عباده (حدیث منقول از کتاب، انقلاب شام)۔ میں سمجھتا ہوں کہ شام اور اہل شام کی فضیلت کی شہادت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے، دراصل یہی وہ حقیقی راز ہے ملک شام کے سرزمین اسلام کے ایک اہم ترین جزء ہونے کا، اور یہی وجہ ہے کہ اس پر ہر ممکن طریقے سے قبضہ کرنے اور اسلام کو اس خطہ سے بے دخل کرنے کی کوششیں کی گئیں، اور اس مہم میں ابتدائے تاریخ اسلام سے یہود ونصاری پوری طرح منہمک ہیں، اور عصر حاضر میں مسئلہ فلسطین کے نام پر جو خون ریزی جاری ہے، وہ اظہر من الشمس ہے، اور مغربی طاقتوں کے سامنے تمام مسلم ممالک اس کو روکنے میں بے بس نظر آرہے ہیں۔

یہ قصہ شروع ہوتا ہے صلیبی جنگوں سے جو بیت المقدس اور عالم اسلام پر قبضہ کرنے کے لئے گیارہویں صدی عیسوی کے اخیر ۱۰۹۶ء میں شروع کی گئی تھیں، اور پورے دو سال تک جاری رہنے کے بعد نورالدین زنگی اور ان کے معتمد خاص صلاح الدین ایوبی کے ذریعہ ۱۲۹۱ء میں بیت المقدس کو صلیبی قبضہ سے آزاد کرانے کے بعد ختم ہوئیں، لیکن اس شکست کا انتقام لینے کے لئے صلیبی طاقتیں جو یہودیوں اور عیسائیوں پر مشتمل ہیں، برابر تاک میں رہیں، اور ان کی تمناؤں کا چراغ اس وقت پور طرح روشن ہو گیا، جب مصر میں ملوکیت کا خاتمہ کرنے کے بعد جمال عبدالناصر ایک ہیرو کی شکل میں فرماں وار ہوئے، اور یہودی لابی کو ان سے بڑی تقویت حاصل ہوئی، جس نے انعام کے طور پر ان کو مصر کے صدر جمہوریہ کا تاج عطا کیا، اور تیسری دنیا کے بڑے رہنماؤں جواہر لال نہرو اور ٹیٹو کے ساتھ مل کر ناوابستہ

تحریک کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جمال عبد الناصر نے اپنے انقلابی نظریات کو اپنی کتاب (فلسفۃ الثورہ) میں پیش کیا تھا، اور اسکے نتیجے میں مصر وشام کے اتحاد کا واقعہ ۱۹۵۷ میں پیش آیا، اگر چہ یہ اتحاد جلد ہی ختم ہو گیا، اور عبد الناصر کا خواب پورا نہیں ہو سکا، اور کچھ ہی مدت کے بعد شام کی سر زمین جولان پر اسرائیل نے قبضہ کر لیا، کسی طاقت یا حکومت نے اس خطے کو آزاد کرانے کی کوئی کوشش نہیں کی، اس پورے منطقے پر اسرائیل پوری طرح قابض رہا، جولان کی پہاڑیوں میں اس کا فوجی اڈہ آج بھی قائم ہے۔

شام پر ظلمت کی گھٹائیں بارہا ٹوٹ کر برسی ہیں، عہد جدید کی نئی صلیبی وصہیونی سازش کے نتیجہ میں جب ملک شام کے سرسبز وشاداب علاقے نصیریوں کو سونپ دئے گئے، تو حافظ الاسد نے حیوانیت ودرندگی کی بے نظیر مثالیں قائم کی، اور اس ظلم وستم اور تباہی وخون ریزی میں جو کسر رہ گئی تھی وہ حافظ کے نور نظر "بشارالاسد" نے پوری کر دی، سیریا ہی نہیں بلکہ پورے ملک شام ترکستان اور کردستان اور عراق وایران پر بموں کی بارش کی، وہ آج تک کیمیائی اسلحہ سے بڑے بڑے شہروں کو صحراء میں تبدیل کرنے کا یہ عظیم کارنامہ اپنے مغربی آقاؤں اور اسرائیل کے ذریعہ پورے اطمینان کے ساتھ انجام دے رہا ہے۔

شام میں حق وباطل کی اس مسلسل معرکہ آرائی میں ایک وقت آیا کہ جون ۲۰۱۴ء میں عراق کے اندر اچانک ایک ایسے گروہ کا انکشاف ہوا، اور اس کا اس طرح اعلان ہوا کہ گویا وہ عراق وشام میں انسانی جرائم کے رد عمل کے طور پر وجود میں آیا ہو، امیر المؤمنین ابو بکر بغدادی نے عراق وشام میں اسلامی حکومت "الدولۃ الاسلامیہ" قائم کرنے کا اعلان بڑے آن بان کے ساتھ کیا، اور دنیا کے اکثر حصوں میں اس کا فوری مثبت رد عمل ہوا، ایک طبقے نے پرجوش انداز میں اس کا استقبال کیا، اور اس سے بڑی امیدیں وابستہ کر ڈالیں، لیکن رفتہ رفتہ اس گروہ کے لوگوں نے خون ریزی اور اسلامی آثار کو منہدم کرنے کا عمل شروع کیا، جس کے نتیجے میں ان کی حقیقت سے پردہ اٹھنا شروع ہوا، اور یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ یہ گروہ جو داعش کے نام سے متعارف ہوا، یہود ونصاری کی جماعت سے تعلق رکھنے کے ساتھ امریکا اور دیگر مغربی ممالک کے اشاروں پر کام کر رہا ہے، اور شام وعراق میں ان کی پسند کے مطابق دولت اسلامیہ کے نام سے کوئی سیاسی انقلاب لانا چاہتا ہے، جس سے مسلمان ذلیل وخوار ہوں، اور اسلام سے نہ صرف دستبردار ہوں بلکہ اسکی تصویر اس طرح پیش کریں کہ وہ سراسر دہشت گردی کا مذہب نظر آئے، اور وہ پوری دنیا میں، خاص طور سے مغربی ممالک میں اسلام قبول کرنے کے تیز دھارے کو روک سکیں۔ ان کے خلاف مسلم ممالک کے علماء اور قائدین اور سعودی عرب کے دار الافتاء سے بھی فتوی صادر ہوا کہ یہ اسلام کے چہرے کو مسخ کرنے کی جدوجہد میں اسلام کے نام پر دعوت اسلامی کو سخت نقصان پہونچانے والا گروہ ہے، اسلئے ان کے دام فریب میں گرفتار ہونے سے پوری طرح بچنے کی کوشش کی جائے۔

زیر نظر کتاب میں اہل تشیع کے حوالے سے جو حقائق پیش کئے گئے وہ تاریخ اسلامی کے مسلمہ حقائق ہیں کہ ان کی اسلام سے وابستگی ایک محدود پیمانے پر رہی ہے، وہ اقوام عرب کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے تھے، لیکن عرب مسلمانوں نے مملکت فارس کو شکست دے کر وہاں اسلامی خلافت کا علم بلند کیا، ایرانیوں کو اسکے سامنے جھکنا پڑا، لیکن وہ عام طور سے مصلحۃً ظاہری اسلام کا مظاہرہ کرنے کے ساتھ اندر سے

اسلامی خلافت کو ختم کرنے کی کوششوں میں مصروف رہے، اور ظاہر وباطن کے اختلاف کی امتیازی شان پر وہ آج تک قائم ہیں، مورخین عالم کا خیال ہے کہ ان کے عقائد کی بنیاد یہودیت پر ہے، اس لئے وہ عالم اسلام پر قبضہ کرکے عربوں پر حکمرانی کی مسلسل کوشش کرتے رہے، اور آج بھی وہ اس جدوجہد میں ظاہر وباطن کے اختلاف کے ساتھ مشغول ہیں۔

زیر نظر کتاب "انقلاب شام" فاضل گرامی جناب ابوتراب ندوی صاحب نے جس تحقیقی اسلوب میں تصنیف کی ہے، وہ انتہائی موثر ہے، اسلئے کہ واقعات کی صداقت اور تاریخ اسلامی کی ابتداء سے لیکر ابتک کے تاریخی حالات کا جس انداز سے تجزیہ کیا گیا ہے، اسکی مثال کم ہی ملتی ہے، دراصل یہ کتاب ان شاء اللہ تعالی صرف عالم اسلام میں نہیں بلکہ عالم انسانیت میں فطرت انسانی کے مطابق اسلامی انقلاب کی راہ ہموار کرے گی، اور صحیح معنوں میں انسانیت کا پیغام انسانوں کے وسیع ترین حلقے میں پہونچے گا، اور خیر القرون کا زمانہ واپس آئے گا، اور ان الدین عند اللہ الاسلام کی صداقت کے سامنے عالم بشری کو جھکنا پڑیگا، وماذلک علی اللہ بعزیز۔

راقم الحروف

سعید الرحمن الاعظمی ندوی

مدیر البعث الاسلامی، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۲۷/ جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ

مطابق ۱۹/ مارچ ۲۰۱۵ء

مقدمہ

پروفیسر محسن عثمانی ندوی

سابق ڈین اسکول آف عرب اسٹڈیز، انگلش اینڈ فورن لینگویجز یونیورسیٹی-حیدر آباد

حدیث میں علماء کو ورثۃ الانبیاء کہا گیا ہے، ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جو مسلمانوں کے معاملات و مسائل سے دلچسپی نہ لے وہ ہم میں سے نہیں۔ چونکہ فکر امت صفات پیغمبری کا نمایاں پہلو ہے، اس لئے امت کے مسائل کی فکر کرنا، امت کی پریشانیوں سے بے چین ہونا، انکے غم کو اپنا غم بناتے ہوئے امت کی صحیح فکری رہنمائی کرنا پیغمبروں کی وراثت ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ اہل علم جنھوں نے اسلامی دنیا کے حالات پر اپنی نگاہ رکھتے ہوئے عالم اسلام کے غم کو اپنا غم بنایا ہے۔ جب اسلامی دنیا ظلم و استبداد کے پنجوں میں کراہ رہی ہو، مسلمانوں کا خون بہایا جارہا ہو، بے گناہ لوگوں کو پس دیوار زنداں ڈالا جارہا ہو اس وقت سب سے اہم کام مظلوم کی حمایت و مدد ہوتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے ومن أحياها فكأنما أحيا الناس جميعا جس نے کسی انسان کو زندگی بخشی، اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔ زندگی بخشنے کا مطلب بے جان مردہ لاش کو زندہ کرنا اور اس میں روح پھونکنا نہیں ہے۔ زندگی بخشنے کا مطلب موت سے بچانا ہے، اور کسی کو موت سے بچانے کے طریقے متعدد ہوسکتے ہیں۔ ظالم کو ظلم سے روکنا، انصاف کی عدالت میں ظالم کے خلاف مقدمہ قائم کرنا، تحریر و تقریر یا بیان کے ذریعہ احتجاج کرنا اور لوگوں کو ظلم کی طرف متوجہ کرنا، یہ ساری تدبیریں زندگی بخشنے کے مفہوم میں داخل ہیں۔

یہاں مسلمانوں کی اتنی تنظیمیں ہیں، لیکن ہم نے نہیں دیکھا کہ مسلم ممالک میں اسلامی شخصیات کو ناحق پھانسی دی جائے، چمن اسلام کے گل ہائے تازہ کو کچل دیا جائے اور غنچوں کو مسل دیا جائے تو کسی مسلمان قائد کا دل اس پر مضطرب ہوا ہو۔ مصر میں سینکڑوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے، دینی ذہن و فکر رکھنے والی شخصیتوں کو دار ورسن کی منزلوں سے گذارا جائے تو اس پر کسی کا دل اس طرح دکھا ہو کہ اس نے اخبارات کے ذریعہ اپنے کرب و غم کا اظہار کیا ہو۔ عرب ملکوں میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جائے، عوام پر ظلم ہو اور غیر قانونی طور پر سیاسی مخالفین کو جیلوں میں بند کر دیا جائے تو کسی عالم، کسی جماعت کے امیر نے کسی صوفی کسی فقیر نے کسی جمعیت کے مقتدا و پیشوا نے غم و غصہ کا اظہار کیا ہو، الا ماشاء اللہ۔ یعنی اب خون سفید ہو گیا ہے، اب مسلمانوں میں باہمی محبت کی آگ بجھتی جارہی ہے، باہمی رحم و کرم کی انگیٹھی سرد پڑتی جارہی ہے وہ ملت جو ایک جسم کے مانند تھی اب اسکے اعضاء کٹ کر بکھر چکے ہیں، زندگی کی رمق سے خالی ہوتے جارہے ہیں، ہماری مثال تو یہ ہے کہ: مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم كمثل الجسد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى (متفق عليه)

شفقت کی مثال ایک جسم جیسی ہے کہ اگر کوئی عضو بھی کسی الم کا شکار ہو تو پورا جسم بے خوابی و بخار میں مبتلاء ہو جائے، لیکن اب صورتحال یہ ہے کہ مسلمانوں کے معاملات سے دوری و بے تعلقی عام ہو گئی ہے۔

اسلام ایک عالمی دعوت اور امت مسلمہ ایک عالمگیر کنبہ ہے، گذشتہ چند صدیوں سے دشمنوں نے ہمیں سرحدوں میں بانٹ دیاہے۔ دشمنان اسلام کی سازشیں کامیاب ہوتی نظر آتی ہیں جب ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان ایک جسد واحد کی صفت کھوتے جارہے ہیں۔ اب دشمن کیلئے ہمیں ایک ایک ملک میں ایک دوسرے سے کاٹ کر شکار بنانا آسان ہو گیا ہے۔ ہندوستان میں ہمارے علماء کا امتیاز رہا کہ انہوں نے پوری ملت اسلامیہ کے غم کو اپنا غم بنایا، شاہ ولی اللہ دہلوی سے لیکر شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا شبلی نعمانی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا مودودی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی تک علماء و مفکرین اپنے وقت کے حالات سے غافل نہیں رہے۔ وہ عالم اسلام سے بے تعلق نہیں رہے، وہ باطل کے خلاف شمشیر بے نیام رہے انہوں نے اپنے قلم کو اور اپنی زندگی کو ملت کی صحیح رہنمائی کیلئے وقف کر دیا۔ ایسے وقت میں جب عالم اسلام ایک سرے سے دوسرے سرے تک جل رہاہے تو اخوت اسلامی اور دنیائے اسلام کے قلب میں مسلمانوں کی ابتلاء و آزمائش کا عمیق کرب لئے ہوئے کتاب "انقلاب شام" ہمارے ہاتھوں میں پہونچی ہے۔

اس وقت عالمی پیمانہ پر صورتحال یہ ہے کہ صلیبی وصہیونی جنگ اسلامی دنیا کے خلاف چھیڑ دی گئی ہے، شیعی دنیا بھی صلیبیوں اور صہیونیوں کے ساتھ مل گئی ہے، ایرانی رہنما آیت اللہ خامنہ ای کا بیان اکتوبر 2014 کے تیسرے ہفتہ میں دہلی کے اردو اخبارات میں آچکاہے کہ اگر بشار الاسد کو تخت اقتدار سے ہٹایا گیاتو اسرائیل کے وجود کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی ہے۔ اس بیان کا صاف مطلب ہے کہ ایران اسرائیل کی بقاء چاہتاہے اور یہ کہنا چاہتاہے کہ اگر بشار کو ہٹایا گیا تو اقتدار میں جو لوگ آئیں گے ان سے اسرائیل کو خطرہ ہے، اس لئے امریکہ و مغربی طاقتیں بشار الاسد کو ہٹانے سے باز آجائیں۔ ہر مسلمان کو جانناچاہئے کہ اس وقت عالم اسلام بے حد کمزور اور صلیبی وصہیونی اور شیعی محاذ کے نرغہ میں ہے۔ تاریخ میں پہلے بھی شیعی و صلیبی اتحاد وجود میں آچکاہے۔ عماد الدین زنگی، نور الدین زنگی، صلاح الدین ایوبی کی زندگی ان طاقتوں سے لڑنے میں گذری۔ آج دنیائے اسلام کے قلب میں اعدائے اسلام کی اندرونی وبیرونی سازشیں اپنے شباب پر پہونچ چکی ہیں، ان حالات میں اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ اس پہلو سے مسلمانوں کی بیداری کا فریضہ مسلسل انجام دیاجائے، اور یہ گراں قدر کتاب اس سلسلے کی اب تک کی سب سے وقیع کوشش ہے، جسکا مطالعہ مسلمانوں کیلئے بصیرت افروز ہو گا۔

اس وقت مشرق وسطی صلیب کے نشانہ پر ہے، اگرچہ نام صلیبی جنگ کا نہیں ہے، تاریخ میں یہی خطہ پہلے بھی صلیبی حرص و آز کا نشانہ تھااور آج بھی یہی علاقہ اس کی سازش کاہدف ہے۔ غم اس بات کاہے کہ عربوں کو اور پوری اسلامی دنیا کو اس خطرہ کا احساس نہیں۔ متاع کارواں کے لٹ جانے کا غم اتنا شدید نہیں جتنا اس بات کا غم ہے کہ کارواں کے دل سے احساس زیاں بھی جاتا رہا۔ یہ عرب ممالک امریکہ اور مغربی ملکوں سے ہتھیار لیتے ہیں۔ کیا یہ ان کی سادگی ہے کہ جس کے بیمار ہوئے اسی سے دوالیتے ہیں یا اسکے پیچھے کہانی کچھ اور ہے۔ خاص و عام سبھی جانتے ہیں کہ عرب ممالک کو امریکہ سے ہتھیار بس اسی قدر مل سکتے ہیں جس قدر وہ اسرائیل اور خود مغرب کیلئے خطرہ نہ بنیں،

پٹرول کی دولت سے عرب ملکوں میں صنعتی و سائنسی انقلاب آنا چاہئے تھا، اسلحہ سازی میں خود مختاری ہونی چاہئے تھی، لیکن زمینی حقائق اسکے برعکس ہیں تو اسکے حقیقی اسباب کیا ہیں؟ اگر تفصیل میں جانے کی طلب ہو، سربستہ رازوں کا پردہ چاک ہوتے دیکھنے کی خواہش ہو اگر کسی کے اندر یہ خواہش ہو کہ ابتدائے اسلام سے آج تک ہلال وصلیب کی کشمکش کی مختصر اور وقیع تاریخ کا مرقع اسکے ہاتھوں میں ہو تو حقائق کے متلاشی کیلئے یہ کتاب ان سارے پہلووں سے ایک قیمتی تحفہ ہے۔

عیسائیوں کا بھی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام شام کے مقدس شہر دمشق میں اتریں گے، اس لئے عیسائی اس پورے خطہ ارض سے نہ صرف خود کو وابستہ رکھنا چاہتے ہیں بلکہ صہیونی و شیعی تعاون سے اپنی بالواسطہ حکومت کو جاری و ساری دیکھنا چاہتے ہیں۔ اسلام میں ظہور مہدی اور نزول مسیح کی روایتوں کا تعلق بھی اسی خطہ سے ہے، ظہور مہدی کا ایک الگ عقیدہ شیعوں کے نزدیک بھی ہے، اسی لئے شیعوں نے بھی اس خطہ میں اپنی برتری کیلئے پوری طاقت جھونک دی ہے۔ چنانچہ ایران و عراق، لبنان و یمن اور بحرین کو ملا کر شیعی استعمار کا ہیولا تیار ہو رہا ہے۔ اس طرح سے صہیونیت، صلیبیت اور شیعیت کا اتحاد قائم ہو گیا اور اسی لئے ان تینوں طاقتوں کی متحدہ جنگ مسلمانوں کے خلاف جاری ہے۔

اس وقت عالم اسلام کے خلاف صلیبی جنگ ایک نئے انداز سے برپا کی گئی ہے۔ سوویت یونین کے بکھرنے کے بعد کئی مفکرین کی کتابیں آچکی ہیں کہ مغرب کو خطرہ صرف اسلام سے باقی ہے، جاپانی نژاد امریکی مفکر "فوکویاما Fukuyama " کی کتاب End of History and the last man (1992) میں یہ کہا گیا کہ سوویت یونین کے خاتمہ کے بعد اب تاریخ اپنی انتہا کو پہونچ گئی ہے، اب آخری آدمی جس کے سر پر دنیا کی شہنشاہیت کا تاج ہے وہ وہائٹ ہاؤس میں جلوس افروز ہے۔ "سیموئیل ہنٹنگٹن Samuel Huntington" کی کتاب Clash of civilization (1993, 1996) میں جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتابوں میں ایک ہے یہ بتایا گیا کہ سوویت یونین کے خاتمہ سے امریکہ کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ تمام خطروں کو خاتمہ ہو گیا ہے۔ اسلام سے الحذر، سو بار الحذر، اصل ٹکراؤ اسلام سے ہے، جس کے پھیلنے اور آبادی میں اضافہ کی رفتار اندیشہ ناک ہے۔ اب مغربی طاقتوں کی ساری کوشش یہ ہے کہ ایک دشمن جو باقی رہ گیا ہے اس کا قصہ بھی ختم کیا جائے عالم اسلام میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کو اس روشنی میں میں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اگر حالات کے پس منظر میں عیسائی دنیا اور یورپ میں کوئی فکر انگیز کتاب شائع ہوتی ہے تو وہ Best seller بن جاتی ہے۔ لوگ اسے پڑھنے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں، ہاٹ کیک کی طرح کتاب فروخت ہوتی ہے۔ ہم نے اسی تحریر میں دو اسی طرح کی انگریزی کتابوں کا نام لیا ہے، جن کی اشاعت دس دس لاکھ سے زیادہ ہوئی ہے، جن کے بے شمار ایڈیشن نکلے، لیکن یہ تذکرہ جاندار قوموں کا کی کتابوں کا ہے، مردہ قوموں کی کتابوں کا نہیں۔ اردو میں یہ کتاب بھی اپنے موضوع پر اہمیت کے لحاظ سے کسی بھی زبان کی کتاب سے کم نہیں، یہ صرف شام کی مفصل تاریخ نہیں بلکہ اس میں صلیبی جنگوں پر اور عصر رواں کے حالات پر، عرب دنیا کی صورت حال پر، قضیۂ فلسطین پر، سیریا میں نصیریوں کے وحشیانہ مظالم پر اور اخیر میں اتحادی طاقتوں کے ذریعہ داعش پر حملہ کے مقاصد پر توازن کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ تازہ صلیبی، صہیونی، شیعی اتحاد اور مسلمانوں کے خلاف متحدہ جنگ کا منظر نامہ بھی ہے، شیعوں کے ہاتھوں اہل سنت پر مظالم کی داستان بھی

ہے۔خون مسلم کی یہ ارزانی خود کو مسلمان کہنے والے شیعوں کے ہاتھوں ہوئی، اس کتاب سے اندازہ ہو گا کہ ایران و لبنان اور عراق میں مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوا اور ہو رہا ہے۔ کتاب کا اسلوب تحقیقی ہے، حوالوں کا اہتمام کیا گیا ہے، مصنف کتاب ایک طویل عرصہ تک عرب دنیا میں رہ چکے ہیں اس لئے وہ محرم راز درون میخانہ بھی ہیں۔ ان کے شعور میں پختگی اور قلم میں شگفتگی ہے۔ ان کی فکر ارجمند میں ندوۃ العلماء کی وراثت ہے جس کی ایک عظیم شخصیت مولانا ابو الحسن علی ندوی نے کہا تھا "میری تخیلات کی دنیا میری تمناؤں کا مرکز، میرے طائر روح کا نشیمن عرب کی محبوب سرزمین رہی ہے" اگر اس بے حد اہم کتاب کی اشاعت دس ہزار تک بھی پہونچ گئی تو ہم سمجھیں گے کہ مسلمان قوم ابھی مردہ نہیں ہوئی، اس کے جسم میں زندگی کی رمق باقی ہے۔ اگر واقعی زندگی کی اور ایمان کی رمق اس ملت میں موجود ہے تو اس کتاب کو صرف کتب خانوں میں نہیں بلکہ ہر گھر میں اور ہر اردو جاننے والے کے ہاتھ میں ہونا چاہئے، تاکہ وہ عالم اسلام کی موجودہ صورت حال سے پوری طرح باخبر ہو اور اسکے غم ہائے خونچکاں سے واقف ہو، وہ ایک باشعور فرد کی حیثیت سے امت مسلمہ کے مستقبل میں اپنے مقام کا تعین کر سکے۔ اللہ تعالی اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں بھی قبول فرمائے۔ آمین و الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه.

24نومبر 2014

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

انقلاب شام
عالم اسلام کی تشکیل نو کا آغاز

سیریا کی جنگ کو تقریبا چار سال ہونے کو ہیں، سیریا میں تاریخ اسلام کا سب سے بھیانک قتل عام اب رنگ لا تا ہوا نظر آتا ہے۔ جن عالمی طاقتوں کی پشت پناہی اور عرب حکومتوں کی مجرمانہ چشم پوشی سے یہ قتل عام جاری ہے اب خود انکی راتوں کی نیند حرام ہونے لگی ہے۔ پورے عالم عرب بلکہ عالم اسلام میں ایک آگ سی لگی ہے۔ اس جنگ کی تپش میں ایران اور اسکے اشاروں پر آگ و خون کا کھیل کھیلنے والی مختلف شیعی ملیشیا کی صورتوں پڑا ہوا نقاب جل گیا ہے اور اب انکی اصل صورت دنیائے اسلام کے سامنے آشکارا ہو چکی ہے۔ ہر طرف انتشار، آگ و خون کا نظارہ ہے اب صاف نظر آتا ہے کہ یہ شر و فساد ایک نئے عالمی انقلاب کا پیش خیمہ بننے والی ہے۔ اس خطرناک صورتحال میں ہر طرف ذہنوں میں سوالات اٹھ رہے ہیں:

- شام میں جو کچھ ہو رہا ہے کیا وہ اچانک پیدا ہونے والی صورتحال ہے یا اسکا کوئی تاریخی پس منظر ہے؟
- چار سالوں سے جاری جنگ کوئی عام سی جنگ ہے یا اسکا مذہبی تاریخ و عقائد سے گہرا رشتہ ہے؟
- یہ ماضی کی خطرناک شیعہ سنی جنگوں کا ایک نیا باب ہے یا عالمی پیمانہ پر صلیب و یہود کے ساتھ شیعی اتحاد کی نئی شکل ہے؟
- کیا عالم اسلام میں صلیبیوں (مغرب) کے بٹھائے ہوئے مہرے گرنے لگے؟
- کیا یہ جنگ احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں اخیر زمانہ میں مرکز اسلام دمشق کی آزادی اور اسکے ساتھ ہی دنیائے اسلام کی آزادی کی نوید لائی ہے؟

یہ سب جاننے کیلئے ہمیں بلاد شام اور بالخصوص سیریا کی مذہبی و تاریخی اور اسکے اسٹریٹیجک مقام کی اہمیت پر ایک نظر ڈالنا ہوگا۔

بلاد شام مذہبی و تاریخی اور اسٹریٹیجک نقطۂ نظر سے دنیا کے نقشہ پر ہمیشہ ہی بڑی اہمیت کا حامل علاقہ مانا گیا ہے۔ دنیا کے تین بڑے آسمانی مذاہب کے ماننے والوں کے نزدیک یہ علاقہ مقدس اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ میں مکہ ومدینہ کے بعد اس خطہ کو روئے زمین کا سب سے بابرکت ومقدس خطہ قرار دیا گیا۔ خالق کائنات نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام اور اپنے برگزیدہ نبی لوط علیہ السلام کو عراق سے لاکر اسی علاقہ میں بسایا۔ داؤد وسلیمان، یحیٰ وعیسی علیہم السلام اور کتنے ہی جلیل القدر انبیاء اسی سرزمین پر پروان چڑھے اور یہی علاقہ انکی زندگی کا میدان کارزار رہا۔ قرآن کریم میں حق وباطل کی کشاکش کی کتنی ہی حکایتیں، برگزیدہ انبیائے کرام کے برحق قصے، تاریخ انسانی میں تہذیب وثقافت کی رفعت وبلندی کی کتنی ہی عظیم داستانیں اسی سرزمین سے وابستہ ہیں۔

اسی خطہ میں وہ بقعۂ مبارکہ مسجد اقصی بھی ہے جو خاتم الانبیاء کے سفر معراج کی پہلی منزل قرار پایا۔ جہاں جبریل امین کی معیت میں حضور اکرم ﷺ نے سارے انبیائے کرام کی امامت فرمائی۔ یہ عظیم واقعہ درحقیقت رب کائنات کی طرف سے اس بات کا اعلان تھا کہ یہ خطہ اسلام کا ہے اور اسے اسلام کے انقلاب آفریں پیغام کی اشاعت میں مرکزیت حاصل رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جزیرۃ العرب میں استقرار حاصل ہوتے ہی اسلام نے سب سے پہلے اسی علاقہ کی طرف توجہ کی۔

کیا یہ مقام حیرت نہیں کہ آج سیریا میں ایران کی سربراہی میں شیعہ جو کچھ کررہے ہیں وہ یہود ونصاری کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔ ایک ایسا قتل عام جسکی نظیر افریقہ کے وحشی جنگوں میں بھی نہیں ملتی۔ دولاکھ لوگوں کا قتل عام، اس سے بڑی تعداد کو اپاہج اور معذور، ہزاروں عورتوں کی عصمت دری کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ، گھنی آبادی پر زہریلی گیسوں سے حملے کرکے عورتوں اور بچوں تک کو موت کے گھاٹ اتارنے کے روح فرسا مناظر، 6 ملین سے زیادہ مسلمانوں کو ملک کے اندر بے گھر، اور دوملین کو پڑوسی ملکوں میں مہاجر کیمپوں میں بے بسی کی زندگی گذارنے پر مجبور کرنے والے یہ شیعہ ایک بار پھر اپنی اس گھناؤنی تاریخ کو دہراتے نظر آتے ہیں جو ماضی میں ملت اسلامیہ کے مکمل زوال کا پیش خیمہ بنی۔ یہ صورتحال شیعوں کی سیاسی تاریخ کے غائرانہ مطالعہ کی طلب گار ہے۔

اگر ہم تاریخ اسلامی کے جھروکوں سے دیکھیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اعدائے اسلام ہمیشہ ہی اس خطہ سے مسلمانوں کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے کوشاں رہے۔ عیسائی دنیا 200 سالوں تک اپنی پوری طاقت جھونکتی رہی۔ 488ہجری موافق 1095ء سے شروع ہونے والی ان جنگوں کو تاریخ اسلامی میں صلیبی حملوں کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ایسی سات جنگوں میں صلیبی یورپ نے مذہبی جنون کا لبادہ اوڑھے، متحد ہوکر اس خطہ کو مسلمانوں سے چھیننے کی کوشش کی۔ اسلام کے جانباز بھی کبھی پیچھے نہ ہٹے، یہاں تک کہ صلیبی ایمان کے اس ٹیلہ سے ٹکراکر پاش پاش ہوتے رہے۔

بیسویں صدی میں ایک بار پھر جب زمانہ نے کروٹ لی اور اسلام کے خلاف صلیب ویہود کا خفیہ اتحاد اپنی خوفناک شکل میں سامنے آیا۔ یہودی سرمایہ اور یورپ کی جنگی برتری میں پہلی عالمی جنگ کے دوران 1917ء میں صلیبی برطانیہ اور فرانس نے اسلام کے اس دھڑکتے

دل پر تاریخ کا سب سے گھاتک وار کیا۔ ملت اسلامیہ اپنی ضعف ایمانی کے عروج پر اس آٹھویں صلیبی و یہودی حملہ کا سامنا کرنے کی پوزیشن میں نہ رہی۔ اس نئے صلیبی یلغار میں شام ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا۔ صلیبی، یہودی اور شیعی طاقتوں کو سنہرا موقع ہاتھ آیا۔ انہوں نے اپنی ساری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ اس پورے خطہ پر اپنی درندگی کے دانت گاڑ دئے۔ جیسے کوئی شیر اپنے شکار کی گردن منہ میں دبائے اسکے پورے جسم کو بے جان کر دے۔ جب سے عالم اسلام کی یہ گردن درندوں کے منہ میں گئی، اس وقت سے لیکر آج تک امت مسلمہ کا خون رس رہا ہے اور وہ بے جان جسم کی مانند ٹھنڈی پڑی ہے۔

صدیوں کی جہد مسلسل اور قربانیوں کے بعد صلیبی و یہودی طاقتیں بالآخر اس نتیجہ پر پہونچیں کہ اسلام اور مسلمانوں کی طاقت کو کچلنے کیلئے سب سے پہلے انہیں بلاد شام کو پارہ پارہ کرنا ہو گا۔ چنانچہ برطانیہ اور فرانس کے بیچ طے پانے والا "سائیکس پیکو" معاہدہ اس مہم میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس معاہدہ کے رو سے ان صلیبی طاقتوں نے بلاد شام کو چار ملکوں سیریا، اردن، لبنان اور فلسطین (حالیہ اسرائیل) کی شکل میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور ان میں ہر جگہ اسلام مخالف طاقتوں کو اقتدار سونپ دیا۔ چنانچہ فلسطین یہودیوں کو، لبنان شیعی شراکت میں صلیبیوں کی اولاد موارنہ اور سیریا اسلام دشمن شیعہ نصیریوں کو سونپ دیا گیا۔

اسلام و عیسائیت کے مابین وہ تاریخی کشاکش جو صلیبی جنگوں کے نام سے مشہور ہوئی آج نئی نسل اس کے تسلسل سے مکمل طور پر ناواقف ہے۔ عام مسلمانوں کو اسکا کوئی شعور نہیں کہ دہشت گردی کے نام پر اسلام و مسلمانوں کے خلاف جاری مغربی حملے، اس کے پردے میں عراق و افغانستان، مصر و لیبیا اور دیگر اسلامی ممالک میں جاری جنگیں، عالم اسلام کے سمندروں میں امریکی بحری بیڑے، مختلف اسلامی ممالک میں حکومتیں بنانے اور بگاڑنے کا عمل انہیں صلیبی جنگوں کا تسلسل ہیں۔ اب اس سلسلے کی سب سے نمایاں کڑی سیریا کی جنگ بن گئی ہے۔

یہ کتاب اسلام کے خلاف ان سازشوں کے اسرار کو کھولتی ہوئی تاریخی شواہد اور علمی معیار پر پورا اترنے والا تحقیقی کام ہے۔ یہ ایک واضح تصویر ہے:

— اس خطہ کی تاریخی و اسٹریٹیجک اہمیت،

— اس سرزمین پر ہلال و صلیب کی تاریخی کشاکش،

— اس خطہ پر قبضہ کیلئے یہودی و صلیبی اور شیعی اتحاد کے خطرناک تانے بانے کی۔

یہ کاوش مسلمانوں کی توجہ اس سرزمین کی طرف مبذول کرانا چاہتی ہے جو بالآخر:

— ساری دنیا کے مسلمانوں کی حتمی منزل ہو گی۔

- صحیح احادیث نبویہ کی روشنی میں جو فتنوں کے دور میں مسلمانوں کا مرکز اور ملجا و ماوی ہو گی۔
- جہاں صلیب وہلال کے بیچ آخری جنگ عظیم ہو گی۔
- عیسی علیہ السلام اسی سرزمین کے مقدس شہر دمشق میں نازل ہونگے۔ جہاں مہدی علیہ السلام پہلے سے فروکش ہونگے۔
- یاجوج وماجوج کی ہلاکت ہو یا دجال کا خاتمہ، اخیر زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والے عظیم فتنوں کا سر اسی سرزمین پر کچلا جائے گا۔

مستقبل میں دنیا کے منظر نامہ پر واقع ہونے والی عظیم تبدیلیوں میں اس خطہ کی آزادی مسلمانوں کیلئے ایک بڑی بشارت رکھتی ہے۔ یہ کتاب اس موضوع پر ماضی و حال اور مستقبل کے خطوط کو واضح کرنے کی ایک کوشش ہے جسکا مطالعہ ملت کے ہر فرد کیلئے لازمی حیثیت رکھتا ہے۔

ابوتراب ندوی

1436/02/10ھ

2014/12/02ء

عرض مصنف طبع دوم

یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن فقط تین مہینہ کے اندر ختم ہو گیا، کتاب ہاتھوں ہاتھ لی گئی، علماء و اکابرین کی ستائش اور عام و خاص کے شوق و جستجو نے اس کوشش کی بارگاہ رب میں قبولیت کے آثار روشن کر دیئے۔ ارادہ تھا کہ دوسرے ایڈیشن میں کچھ ضمیموں کا اضافہ کیا جائے جائیگا، لیکن حالات کچھ ایسے بنے کہ یکسوئی جاتی رہی، دوسرے ایڈیشن میں تاخیر اور دوسری طرف کتاب کی طلب کو دیکھتے ہوئے ناشر نے وقتی طور پر دو سو مزید نسخے طبع کرالئے، اور جب وہ بھی ختم ہو چکے ہیں تو مجبوراً ان سطور کے ساتھ دوسرا ایڈیشن باقاعدہ طباعت کیلئے بھیجنا ہی پڑا۔ وہ نئے ضمیمے جو حوالوں اور شواہد کے ساتھ ابھرتے ہوئے حالات کی روشنی میں اس کتاب میں شامل کئے جانے تھے روبہ عمل نہ لائے جا سکے، اسلئے کوشش کی گئی ہے کہ اس عرض میں مختصر ان کی طرف اشارہ کر دیا جائے جو قاری کیلئے نئے حالات کو مزید عیاں کر سکے۔

دوسرے ایڈیشن میں تاخیر کا ایک سبب مختلف علمائے کرام کی آراء کا انتظار بھی رہا، جہاں تک رائیں مل سکی ہیں وہ نہ صرف اس موضوع کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کرتی ہیں بلکہ کتاب کی قیمت کو دوچند کرتی ہیں۔ یہ تو وہ آراء ہیں جو ہم تک پہونچ سکی ہیں، رہے وہ تبصرے جو مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوئے ان سب کا احاطہ طوالت کا باعث ہوتا اس لئے اس ایڈیشن میں فقط نمونہ کے طور پر ہندوستان کے چیدہ و معتبر علمائے کرام، دانشوروں اور اہل قلم کی آراء پر اکتفا کیا گیا ہے۔

کتاب کے بارے میں کچھ منفی تاثرات

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کے بعد کچھ لوگوں کی طرف سے جو منفی تاثر سامنے آیا وہ یہ کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا اس موضوع سے کیا لینا دینا؟ ایسا کہتے ہوئے ان لوگوں کی نظر سے یہ حقیقت اوجھل ہو گئی کہ اسلام ہی گلوبلائزیشن کا بانی و داعی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ پوری دنیا کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے وما أرسلناك الا رحمة للعالمين۔ ہمارا رب سارے جہانوں کا رب ہے الحمد لله رب العالمين۔ مسلمان خواہ دنیا کے کسی گوشہ میں ہوں وہ ایک برادری کے افراد ہیں انما المؤمنون إخوة، امت مسلمہ کے کسی بھی فرد و جماعت کا غم پوری ملت کا غم ہے، افسوس کہ آج وہ امت سرحدوں میں ایسی بانٹ دی گئی کہ اسے دنیا کے مختلف گوشوں میں اپنے مظلوم بھائیوں کا غم نہیں ستاتا۔

برما کی مثال ہمارے سامنے ہے، مظلوم و بے بس لوگوں پر جو گذرتی ہے اس کا خاتمہ ہو سکتا تھا اگر کسی متحد عالم اسلام کا وجود ہوتا، اگر مسلمان ایک دوسرے کے غم میں شریک ہوتے۔ اور کیا گلوبلائزیشن کے اس دور میں ہم نہیں دیکھتے کہ جب ہندوستان میں گرجا گھر جلائے گئے، گھر واپسی کے نام پر مسلمانوں اور عیسائیوں کا دھرم پریورتن زوروں پر تھا، تو امریکی صدر اوباما ایسا برسے کہ ہمارے وزیر اعظم کو پہلی بار مذہبی رواداری یاد آئی، گھر واپسی کی مہم پر بندش لگی۔

تو کیا مسلمانوں کو ایسی کسی طاقت کی ضرورت نہیں، جو ساری دنیا میں مسلم اقلیتوں کیلئے تقویت کا باعث ہو؟ ایسا عالم اسلام جہاں مسلمانوں کا درد رکھنے والی مخلص حکومتیں قائم ہوں۔ اور آج جب صدیوں بعد عالم اسلام کروٹ لے رہا ہے تو ہم بر صغیر کے مسلمانوں کا اس سے کوئی سروکار نہیں ہو، ایسا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟

ایک صدی قبل کی تو بات ہے 1924 میں خلافت عثمانیہ کے زوال کا باقاعدہ اعلان ہوا تھا، ایک صدی مکمل بھی نہ ہونے پائی کہ ترکی ایک بار پھر عالمی طاقت کے روپ میں ابھرنے لگا، امریکہ و یورپ کی نیند حرام ہے۔ ایک صدی قبل کی تو بات ہے کہ افریقہ سے لیکر پورے عالم عرب بلکہ پوری اسلامی دنیا پر یہودی و صلیبی طاقتوں نے اپنے مہرے بٹھائے تھے۔ ضمیر فروش مسلمانوں یا پھر مسلمان نما یہودی و عیسائیوں کو اقتدار کی گدیوں تک پہونچایا تھا، آج وہ سب کے سب متزلزل ہیں۔ تو کیا پوری دنیا کے مسلمانوں کو اس بڑی بھونچال سے کوئی دلچسپی نہیں رکھنی چاہیئے؟ مسلمان پہلے کبھی اتنے بے حس تو نہ تھے، اس وقت جب خلافت کی قبا چاک کی جا رہی تھی، عالم اسلام کی تکا بوٹی کی جا رہی تھی تو بے بس بر صغیر پھر بھی خاموش نہ رہا، شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخی نظم "شہر آشوب اسلام" اسکا منہ بولتا ثبوت ہے:

حکومت پر زوال آیا تو پھر نام و نشاں کب تک

چراغ کشتۂ محفل سے اٹھے گا دھواں کب تک

اور پھر اس آواز پر محمد علی جوہر، ابوالکلام آزاد، سید سلیمان ندوی، ظفر علی خان، اور نہ جانے کتنے ہی مسلم قائدین اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک پورے بر صغیر میں ہلچل مچ گئی تھی۔ کل تک مسلمانوں میں اس بات کا پورا شعور تھا، اور ایسے قائدین و علماء ہر جگہ موجود تھے جو مسلمانوں کو انکے عالمی مستقبل سے آگاہ رکھنے والے تھے۔ ہمیں ایک بار پھر اپنے مستقبل کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہم خواہ براہ راست عالم اسلام میں برپا طوفان کی زد میں ابھی نظر نہ آتے ہوں، لیکن ہمیں اس حقیقت کو ذہن نشیں رکھنا چاہیئے کہ دیر یا سویر ہم اس کی زد میں آنے والے ہیں، اس آگ کی تپش ہم تک بھی پہونچنے والی ہے۔ مزید بر آں یہ امر واقعہ کہ عالم اسلام کے اس انتشار اور زبوں حالی میں جو حال آج برما کے مسلمانوں کا بنایا جا رہا ہے وہ دنیا میں کہیں بھی کسی مسلم اقلیت کا بنایا جا سکتا ہے، یہاں تک کہ یورپ میں مسلم اقلیت کو بھی اس صورتحال کا سامنا ہے اور حالات تیزی سے بگڑ رہے ہیں، باتیں ہو رہی ہیں، اور سازشیں رچی جا رہی ہیں، جسکے اوراق اب کھل کر سامنے آنے لگے ہیں۔ اسکے برعکس ہم اغیار کو دیکھتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ دنیا بھر میں عیسائی اقلیتوں کی خبر گیری کیلئے مضبوط عیسائی دنیا موجود ہے، ہر سال وھائٹ ہاؤس میں اقلیتوں پر رپورٹیں تیار ہوتی ہیں اور پوری دنیا کی حکومتوں کو عیسائی طاقتوں کی طرف سے مسلسل دھمکایا جاتا ہے، خبردار جو عیسائی اقلیتوں کو کوئی گزند پہونچا۔

ہمارا کردار اس حیثیت سے بھی اہم ہے کہ ہم ہندوستان کو عالم اسلام سے باہمی محبت کے تاریخی رشتوں سے جوڑنے سے غافل نہ ہوں۔ اس ملک کی دوستی کا مقام اول عالم اسلام ہو، ہماری کوشش ہونی چاہیئے کہ ہندوستان کا مفاد عالم اسلام سے اور عالم اسلام کا مفاد ہندوستان سے قائم رہے، اس ناحیہ سے بھی عالم اسلام میں برپا تبدیلی پر ہماری نظر ہونی چاہیئے، اس قیامت کی گھڑی میں ہم غافل نہیں رہ سکتے۔

شیعیت کا کڑوا سچ

ایک دوسرا اعتراض اس کتاب پر شیعیت کے تعلق سے ہوا، گرچہ ہندوستان میں متعدد علماء، جن میں سر فہرست مولانا عبد الشکور فاروقی اور مولانا منظور نعمانی تھے اس حقیقت کو اجاگر کرتے چلے آئے تھے۔ مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کو تو اس میں امامت کا درجہ حاصل تھا کہ انہوں نے شیعی عقائد پر انتہائی مدلل کام کیا، لیکن یہ قوم مانتی کب ہے۔ ایک ہی سوراخ سے بار بار ڈسا جانا ہمارا طرۂ امتیاز بن چکا ہے۔ جب مصنف نے شیعیت کی سیاسی تاریخ پر روشنی ڈالی اور سیریا میں ایران اور پوری شیعی دنیا کے کردار پر سوالات اٹھائے تو ملت کے کچھ فریب خوردہ پڑھے لکھے، بلکہ اہل قلم افراد کو یہ بات گراں گذری۔

لیکن یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ اللہ نے اس کتاب کی شکل میں جو بروقت کام لے لیا اس نے سیریا سے لیکر یمن تک خطرناک شیعی و مغربی حملوں میں ملت کے بہت سارے افراد کو ذہنی الجھن کا شکار ہونے سے بچالیا، بڑی تعداد میں اہل علم اور طلباء کی طرف سے شکریہ کے جذبات کا اظہار ہوا، بڑوں سے مبارکبادیں ملیں، بلکہ اب وہ افراد بھی جو کل تک اس کے بارے میں کچھ سننا گوارا نہیں کرتے تھے حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔

آج اسلامی دنیا ایک ایسی خطرناک صورتحال سے دوچار جسکی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی دوسری طرف یہ الم ناک صورت حال بھی ہمارے سامنے ہے کہ ایسے وقت میں ملت اسلامیہ ایسے دوربیں علماء سے محروم ہوتی جارہی ہے جو ملت کو بروقت خطرات سے آگاہ کیا کرتے اور اسے تباہی سے بچانے کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ یہ صورت حال ان ارشادات نبوی کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ اخیر دور میں عرب قیادت سے محروم ہونگے نہ صرف عرب بلکہ پوری ملت عالمی سطح پر قیادت سے محروم ہوچکی ہے۔ ہر سمت عربوں کی تباہی کا نظارہ ہے اور جب ہم عرب کہتے ہیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے ملت اسلامیہ کا قلب۔ لیجئے اب تو ساری عالمی طاقتیں شام میں اپنے تباہ کن ہتھیاروں کے ساتھ کود چکی ہیں تو کیا اب بھی سوچوں پر پہرے ہونگے ؟ یہودی وعیسائی اور شیعی طاقتیں مسلمانوں کے خلاف کھلم کھلا جنگ برپا کئے ہوئی ہیں تو کیا اب بھی ہم سے کہا جائے گا کہ زبان نہ کھولو۔ انہوں نے تو آگ کے دہانے کھول دئے اور ہم سے کہا جائے کہ حقائق سے چشم پوشی کرو۔ کیسی بے بسی کی حالت میں ہیں ہم! اب یہ بے بسی اس مقام کو پہونچ چکی ہے جہاں سے یہ لاوا بن کر پھوٹنے کو ہے۔

وما توفیقی الا باللہ

ابو تراب ندوی

15 مئی 2015

حصہ اول

Part – 1
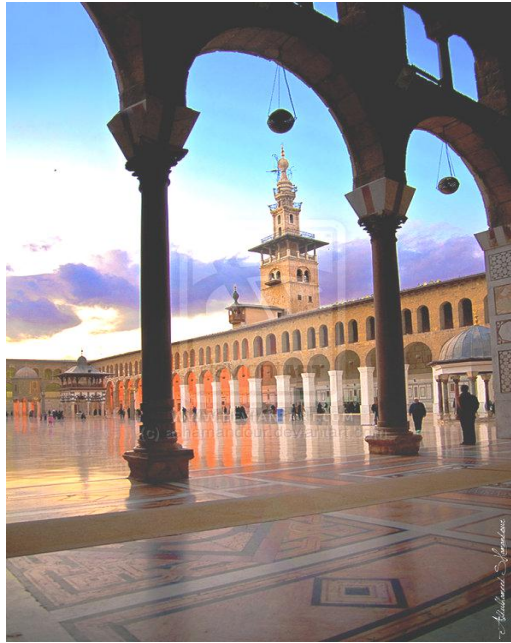
شام پر اسلام کا دعویِٰ برحق

بابِ اول

Chapter – 1

شام کا مذہبی و تاریخی جائزہ

تاریخ عالم کا دروازہ دنیا کا سب سے منفرد خطہ

ملک شام دنیا کا واحد ایسا خطہ ہے جو تینوں آسمانی مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام کا مرکز اور ان تینوں کے نزدیک یکساں طور پر محترم اور متبرک ہے۔ اردو میں جسے ہم ملک شام کہتے ہیں آج دنیا اسے "سیریا" کے نام سے جانتی ہے۔

عرب اور اسلامی تاریخ میں جسے ملک شام کہا جاتا ہے وہ آج کے موجودہ چار ممالک **فلسطین، اردن، لبنان** اور موجودہ **سیریا** کا متحدہ علاقہ ہوا کرتا تھا، ملک شام کا یہ شیرازہ پہلی عالمی جنگ کے فورا بعد صلیبی طاقتوں برطانیہ (England) اور فرانس (Franc) نے پارہ پارہ کر دیا۔

محل وقوع کے اعتبار سے شام دنیا کے بہت ہی اہم اسٹراٹیجک خطوں میں شمار ہوتا ہے۔ زمانہ قدیم سے ہی مغرب و مشرق کی تہذیبی اور تجارتی راہ داری کے طور پر اسے بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں دنیا کی بڑی بڑی انسانی تہذیبیں اس سرزمین پر پروان چڑھیں۔ یونان و روما سے لیکر عرب کی عہد ساز تہذیبوں نے یہاں اپنے دیرپا نقوش چھوڑے۔ اس ملک کا چپہ چپہ قدیم انسانی تہذیب و تمدن کی نادر یادگاروں سے بھرا پڑا ہے، یہی وجہ ہے کہ مؤرخین اس ملک کو **تاریخ عالم کا دروازہ** کہتے ہیں۔

بلادِ شام جو کبھی سیریا، لبنان، اردن اور ناجائز اسرائیل (حقیقی فلسطین) کے ان چار ملکوں پر مشتمل تھا

قرآنِ کریم میں شام کا مقام

دنیا کے نقشہ پر یہ خطہ ازل سے ہی اھم مانا گیا ہے، اس پورے خطہ میں سب سے مقدس مسجد اقصی اور فلسطین کا علاقہ ہے اور دوسرا موجودہ سیریا کی راجدھانی دمشق۔ اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کریم میں سرزمین شام کے مغرب و مشرق کو بابرکت کہا ہے سورہ اعراف میں ارشاد ہوتا ہے:

وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا ۖ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا ۖ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ (١٣٧)

اور ان کی جگہ ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے وارث بنا دیا اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا جسے ہم نے برکتوں سے مالا مال کیا ہے۔ اس طرح بنی اسرائیل کے حق میں تمہارے رب کا وعدہ خیر پورا ہوا کیونکہ انہوں نے صبر سے کام لیا تھا (1)۔

ابن کثیر آیت کریمہ کے اس حصہ کی "اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا جسے ہم نے برکتوں سے مالا مال کیا ہے" تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں: حسن بصری اور قتادہ کے نزدیک روئے زمین کا وہ حصہ جسکے مشرق و مغرب سب بابرکت بنائے گئے ہیں سے مراد "شام" ہے (2)۔

سورہ "اسراء" میں ارشاد ہوتا ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ(١)

پاک ہے وہ ذات جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گئی۔ جسکے قرب وجوار کے علاقہ کو ہم نے بابرکت بنایا ہے" (3)

قرآن کریم نے اسراء و معراج کے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے بیت المقدس اور اسکے گردونواح کے علاقہ کو بابرکت کہا ہے۔

یہی سرزمین ابراہیم ولوط علیہما السلام کی منزل ہجرت تھی، سورہ انبیاء میں اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے:

وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ (٧٠) وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ (٧١)

---

1 - سورہ اعراف، آیت ۱۳۷

2 - تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر

3 - سورہ اسراء، آیت-۱

انہوں نے ابراہیم کے خلاف سازش کی، تو ہم نے انہیں بری طرح ناکام کر دیا، اور ہم اسے اور لوط کو بچا کر لے گئے اس سرزمین کی طرف جس میں ہم نے دنیاوالوں کیلئے برکتیں رکھی ہیں (1)۔

ابن کثیر بیان کرتے ہیں:

يَقُول تَعَالَى مُخْبِرًا عَنْ إِبْرَاهِيم إِنَّهُ سَلَّمَهُ اللَّه مِنْ نَار قَوْمه وَأَخْرَجَهُ مِنْ بَيْن أَظْهُرهمْ مُهَاجِرًا إِلَى بِلَاد الشَّام إِلَى الْأَرْض الْمُقَدَّسَة مِنْهَا.

اللہ تبارک وتعالی ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اللہ نے انہیں اپنی قوم کی آگ سے بچالیا اور انہیں انکے بیچ سے نکال کر شام کو ہجرت کرایا، اسکی مقدس سرزمین کی طرف۔

حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ "إِلَى الْأَرْض الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ" اس سرزمین کی طرف جسمیں ہم نے دنیا والوں کیلئے برکتیں رکھی ہیں، سے مراد شام ہے (2)۔

سورہ "التین" کی ابتدائی تین آیتوں پر نظر ڈالئے:

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ (١) وَطُورِ سِينِينَ (٢) وَهَـٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ(٣)

قسم ہے انجیر اور زیتون کی، اور طور سینا کی، اور اس پر امن شہر (مکہ) کی۔ علماء ومفسرین کے ایک طبقہ کے نزدیک "التین" (انجیر) سے مراد دمشق (سیریا) کی راجدھانی ہے اور "الزیتون" سے بیت المقدس، اس لئے کہ دمشق انجیر کیلئے جانا جاتا ہے تو بیت المقدس زیتون کیلئے مشہور ہے۔ ان دونوں پھلوں سے دو مقامات کی طرف اشارہ اس سے اگلی آیت سے واضح ہے، جسمیں دیگر دو مقامات کا ذکر آتا ہے، وہ ہیں طور سینا جہاں موسی علیہ السلام کو نبوت ملی اور بلد الامین "مکہ" جو قبلہ اسلام ہے (3)۔

اس خطہ کی تاریخ جلیل القدر انبیائے کرام کی سیرت سے مربوط ہے جنمیں اسحق، ایوب، ذوالکفل، داوٗد، سلیمان، زکریا، یحیٰ اور عیسی علیہم السلام جیسے جلیل القدر انبیائے کرام کے نام شامل ہیں۔

---

1 - سورہ انبیاء ۷۰، ۷۱

2 - تفسیر ابن کثیر

3 - تفسیر ابن کثیر، صفوۃ التفاسیر وغیر ذلک

سیریا میں تین (انجیر) کے باغات

فلسطین مین زیتون کے باغات

احادیثِ صحیحہ میں شام کی فضیلت

قرآن کریم کی متعدد آیات کے ساتھ ساتھ مختلف احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کرۂ ارضی پر مکہ و مدینہ کے بعد سب سے زیادہ فضیلت اللہ نے اسی خطہ کو بخشی ہے۔ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

"يا طوبَى للشام، يا طوبَى للشام، يا طوبَى للشام, قالوا: يا رسول الله! وبِمَ ذلك؟ قال: تلك ملائكة الله باسطو أجنحتها على الشام" (1) .

شام کی سعادت کا کیا کہنا، آپ نے یہ جملہ تین بار دہرایا، صحابہ کرام نے پوچھا وہ کیونکر یا رسول اللہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحمت کے فرشتوں نے شام پر اپنے پر و بازو پھیلا رکھے ہیں۔

عبد اللہ بن حوالہ ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ستنجدون أجنادًا، جُنْدًا بالشام، وجُنْدًا بالعراق، وجندًا باليَمَن", قال عبد الله: فقمت، قلت: خِرْ لي يا رسول الله! فقال: "وعليكم بالشام، فمن أبى فليلحق بيمنه، وليستق من غُدُرِه، فإن الله -عز وجل- قد تكفَّل لي بالشام وأهله" (2) .

(آخری زمانہ میں) تمہاری مختلف فوجیں ہونگیں، ایک شام میں، ایک عراق میں اور ایک یمن میں، تو حضرت عبد اللہ نے پوچھا:

یا رسول مجھے کس فوج کو اختیار کرنا چاہیئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ شام کی فوج میں شامل ہونا، اور جو یہ نہ کر سکے تو وہ یمن کی فوج سے جا ملے، اور انکے چشموں کا پانی پیئے، (انکے ساتھ بود و باش اختیار کرے) ویسے اللہ نے میرے لئے (یعنی دین اسلام کیلئے) اہل شام (کے اخلاص و وفا) کی گارنٹی دی ہے، ابو داؤد اور احمد کی روایت میں صحیح سند کے ساتھ یہ اضافہ ہے:

عليك بالشام، فإنه خيرة الله من أرضه، يجتبي إليها خيرته من عباده

تم شام کی فوج میں شامل ہو جانا، اسلئے کہ شام اللہ کی اس روئے زمین کا بہترین ٹکڑہ ہے، جہاں اللہ کے نیک بندے سمٹ کر جمع ہو جائنگے۔

ربیعہ کہتے ہیں کہ ابو ادریس نے اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ اللہ نے جسکی گارنٹی دی ہو، وہ ضائع نہیں ہو سکتا۔

العز ابن عبد السلام کہتے ہیں کہ یہ گواہی ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شام اور اہالیان شام کے شرف و فضیلت اور اس خطہ میں جا کر بسنے پر۔

---

1 - حدیث صحیح ترمذی، احمد، حاکم، ابن عساکر وغیر ھم، حاکم نے اسے شیخین کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔

2 - یہ حدیث اعلی درجہ کی صحیح حدیثوں میں شمار ہوتی ہے، اسلئے کہ چار مختلف سندوں سے اسکی روایت ابو داؤد، احمد، حاکم اور طحاوی نے کی ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الشام أرض المحشر والمنشر" (1)۔ شام محشر و منشر کی سرزمین ہے۔

یعنی قیامت سے پہلے لوگ اسی ملک میں جمع ہونے کی کوشش کرینگے، یا مجبور ہونگے۔ اہل ایمان اسلئے کہ یہی سرزمین حق و باطل کے بیچ معرکہ آرائی کی رزمگاہ ہوگی اور اہل باطل حضر موت کی آگ کی وجہ سے، جو قیامت سے قبل نمودار ہوگی اور لوگوں کا پیچھا کرے گی یہاں تک کہ لوگ صرف شام کی طرف ہی جائے پناہ پائنگے جیسا کہ دیگر روایات سے پتہ چلتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک مشہور روایت ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إني رأيتُ الملائكة في المنام أخذوا عمود الكتاب، فعمدوا به إلى الشام، فإذا وقعت الفتنُ فإن الإيمان بالشام" (2).

میں نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے عمود الکتاب (یعنی ایمان) کو میرے تکیہ کے نیچے سے نکال کرلے گئے اور اسے شام میں ڈال دیا، جب فتنوں کا ظہور ہوگا تو ایسے وقت میں ایمان شام میں ہوگا۔

علماء کہتے ہیں کہ جب فتنے سر اٹھائنگے اور مسلمان ان فتنوں کا شکار ہونے لگیں گے، تو اہل شام حقیقی ایمان پر قائم ہونگے، اس مضمون کی ایک دوسری حدیث میں آتاہے:

"إذا فسدَ أهلُ الشامِ فلا خيرَ فيكم، لا تزالُ طائفةٌ من أُمتي منصورين، لا يضرُّهم من خَذَلَهم حتى تقومَ الساعةُ" (3).

اگر اہل شام بگڑ گئے تو پھر تم میں کوئی خیر باقی نہ رہے گا۔ وہاں ہمیشہ ہی ایک گروپ بر سرپیکار رہے گا، اللہ کی فتح و نصرت انکے ساتھ ہوگی، انہیں کسی کی پروا نہ ہوگی کہ انہیں کون رسوا کرتاہے یہاں تک کہ قیامت برپا ہوگی۔

اس حدیث سے واضح ہوتاہے کہ یہ علاقہ اسلام مخالف طاقتوں کا خاص نشانہ ہوگا (جیسا کہ صلیبی جنگوں میں ہوا) وہیں یہ علاقہ ہمیشہ ہی عالم اسلامی کی قیادت اور صحیح رہنمائی کا فرض بھی انجام دیگا۔ یہاں مسلمانوں کی ثبات قدمی، ایمان کی حفاظت کیلئے جاں نثاری، اور اس کیلئے جان ومال کی قربانی پوری دنیا کے مسلمانوں کیلئے مشعل راہ ہوگی۔

1- احمد، ابن ماجہ، ابن عساکر، حاکم نے اس حدیث کو شیخین کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دیاہے، تخریج احادیث فضائل الشام ودمشق، البانی۔

2 - احمد، حاکم، ابونعیم فی الحلیہ، تخریج احادیث فضائل الشام ودمشق، البانی۔

3 - ترمذی، احمد، ابن ابی شیبہ۔

اخیر زمانہ میں عظیم حادثات کا مرکز

احایث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اخیر زمانہ کے عظیم حادثات کا مرکز شام ہی ہوگا۔ متعدد راویوں اور احادیث کی مستند کتابوں کی مشہور روایت "ملحمہ کبری" جنگ عظیم (1) سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اخیر زمانہ میں شام ہی اسلام کا مرکز و قلعہ ہوگا، جیسا کہ وہ ابتداء میں مرکز توحید اور مسکن انبیاء تھا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"فُسطاط المسلمين يوم الملحمةِ بـ"الغوطة"، إلى جانب مدينةٍ يُقال لها: "دمشق"؛ من خير مدائن الشام" (2).

جنگ عظیم کے دن مسلمانوں کا ہیڈ کوارٹر غوطہ (3) میں ہوگا، ایک شہر کے پاس جو دمشق کے نام سے مشہور ہے، جو شام کے بہترین شہروں میں ہے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

"يومُ الملحمةِ الكبرى؛ فُسطاطُ المسلمين بأرضٍ يقالُ لها:"الغوطة"، فيها مدينة يقالُ لها "دمشق"؛ خير منازلِ المسلمين يومئذٍ".

جنگ عظیم کے دن مسلمانوں کا ہیڈ کوارٹر ایک ایسی سرزمین پر ہوگا جسے "غوطہ" کہا جاتا ہے، اس میں ایک شہر ہے جو دمشق کے نام سے معروف ہے، اس دن وہ مسلمانوں کی بہترین منزل ہوگا۔

دمشق کے مشرقی غوطہ کے ہرے بھرے باغات

دمشق کے مغربی غوطہ کے جھیل "زرزر" کا حسین منظر

1 - اس جنگ کا تذکرہ بائبل میں بھی آتا ہے۔ عیسائی اس جنگ کو Armageddon یا Harmagedōn کے نام سے جانتے ہیں۔ آج کل ویسٹرن ممالک میں اس جنگ کے بارے میں بہت ساری کتابیں لکھی جا رہی ہیں اور فلمیں بھی بن رہی ہیں۔

2 - ابو داؤد، حاکم، احمد، یحی بن معین کہتے ہیں کہ یہ روایت شامیوں اور رومیوں (یورپ) کی جنگوں کے بارے میں سب سے اعلی درجہ کی صحیح روایت ہے، تخریج احادیث فضائل الشام و دمشق۔ البانی۔

3 - غوطہ پھل دار درختوں، اور میٹھے پانی والا وہ ہرا ابھرا علاقہ ہے جو دمشق کو پورب، پچھم اور دکھن سے میلوں چوڑائی میں گھیرتا ہے، دنیا کی انتہائی زرخیز زمینوں میں اس کا شمار ہوتا ہے، زمانہ قدیم میں اسے دنیا کے عجائبات میں شمار کیا جاتا تھا۔

اس جنگ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ عظیم قرار دیاہے۔ یہ جنگ قرب قیامت کی علامات میں سے ہے۔ زمانۂ اخیر میں ایک وقت آئے گا جب مغربی طاقتیں ۸۰ جھنڈوں کے تحت مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں گی۔ ہر جھنڈے کے تحت ۱۲ ہزار فوج ہوگی۔ یعنی اس وقت عیسائی فوج کی کل تعداد تقریباً ایک ملین ہوگی۔ (یاد رہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے خلاف بھی ۱۲ یورپین ملکوں کی فوجوں نے مل کر مشترکہ حملہ کیا تھا۔ اس میں انکے بڑے بڑے بادشاہوں نے بنفس نفیس شرکت کی تھی۔ یہ کہانی ایک بار پھر بڑے پیمانہ پر قرب قیامت سے پہلے دہرائی جائے گی)۔

- اس جنگ میں گھمسان کارن پڑے گا اور بالآخر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگی۔
- اس جنگ کے بعد ہی دجال کا ظہور ہوگا۔
- عیسی علیہ السلام دمشق کے ایک سفید منارہ کے پاس نازل ہونگے۔
- وہیں مہدی علیہ السلام بھی موجود ہونگے اور عیسی علیہ السلام انکی امامت میں نماز پڑھیں گے۔

ان سارے عظیم حادثات کا اسٹیج اور اسلام کا ہیڈ کوارٹر ہونے کا شرف اگر کسی خطہ کو حاصل ہے تو وہ سرزمین شام ہی ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں ایک اور بڑی حقیقت کی طرف واضح اشارہ پایا جاتا ہے کہ 1096ء سے شروع ہونے والے وہ صلیبی حملے جو (1291ء) مسلسل دوسو سالوں تک عالم اسلامی پر جھوٹے مذہبی جنون میں کئے گئے۔ جس میں اخلاق و انسانیت کی ساری حدیں پامال کر دی گئیں۔ ایک بار پھر ان صلیبی حملوں کی اعلانیہ شروعات پہلی عالمی جنگ (1914- 1918) کے دوران برطانیہ و دیگر یورپین ممالک کے ذریعہ کی گئی اور ۹ دسمبر 1917 کو برطانوی کمانڈر "ایڈ مونڈ ایلنبی" نے بیت المقدس میں غاصبانہ طور پر داخل ہوتے ہوئے طاقت کے نشہ میں اپنا وہ مشہور جملہ کہا "آج صلیبی جنگیں مکمل ہو گئیں"۔

وہ صلیبی جنگیں ابھی نہ تو ختم ہوئی ہیں اور نہ ہی مکمل۔ وہ یقینا اسی سرزمین پر ختم ہو نگی جہاں سے شروع ہوئی تھیں۔ اور حبیب مصطفی کے فرمان کے مطابق اس دن مسلمان ہی ان جنگوں کو انجام تک پہونچا ئینگے۔ صلیب سرنگوں ہوگا، اور صلیبی ذلیل وخوار ہونگے۔ حق و باطل کی اس کشمکش میں حق کی فائنل جیت اس دنیا کے اختتام سے پہلے ہوگی، اسی لئے اسے قرب قیامت یعنی دنیا کی انتہا کی علامتوں میں سے ایک علامت قرار دیا گیا ہے۔

بابِ دوم

Chapter – 2

تاریخ اسلام میں شام کی اہمیت

خاتم الانبیاء اور بلاد شام

جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ ادیان سماویہ میں تینوں مذاہب کے نزدیک یہ سرزمین بڑی اہمیت کی حامل مانی گئی ہے۔ اسلام میں مکہ و مدینہ کے بعد سب سے متبرک خطہ بلاد شام ہی مانا گیا ہے۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں اس خطہ کی بڑی اہمیت رہی ہے۔ آپ ﷺ نے جزیرۂ عرب سے باہر نبوت سے پہلے اسی ملک کا سفر کیا:

- بچپنے میں اپنے چچا ابو طالب کے تجارتی قافلہ کے ساتھ
- جوانی میں ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کے تجارتی قافلے کو لیکر۔

جزیرۃ العرب سے باہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اسلام کا سب سے پہلا غزوہ اسی سرزمین پر واقع ہوا جو غزوۂ موتہ کے نام سے معروف ہے۔ غزوۂ موتہ کے ایک سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یورپ (1) والوں کو کرارا جواب دینے کیلئے اپنی حیات مبارکہ کا سب سے بڑا اسلامی لشکر لیکر اسی ملک کا رخ فرمایا۔ ہجرت کے ۹ ویں سال سیرت کے عظیم الشان واقعات میں اسے غزوۂ تبوک کے نام سے جانا جاتا ہے۔

آپ ﷺ نے اس خطہ کی طرف اپنی توجہ برقرار رکھی، آپ ﷺ نے غزوۂ موتہ کے سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے ایک دوسری فوج تشکیل دی جو "جیش اسامہ" کے نام جانی جاتی ہے۔ اس فوج کی مہم جوئی سے قبل ہی آپ ﷺ اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے فرمان کے مطابق ان عظیم خطرات کے باوجود جو رسالت مآب کی وفات کے بعد فتنۂ ارتداد اور منافقین کی شکل میں سامنے کھڑے تھے "جیش اسامہ" کو اپنی مہم پر بھیجا۔ اس فوج کی کامیاب مہم جوئی کے عظیم فوائد جلد ہی سامنے آگئے۔ اس خطہ پر اسلام کی ہیبت بیٹھتے ہی سارا عرب دوبارہ اسلام کے کنٹرول میں واپس آگیا۔

لیکن سرزمین شام پر اسلام کا سب سے پہلا معرکہ غزوۂ موتہ درحقیقت اسلام و عیسائیت کے بیچ پہلا معرکہ تھا۔ اس معرکہ میں اس سرزمین کی اہمیت بھی اسی دن سے طے ہو گئی۔ اس دن کے بعد سے آج تک اسلام و عیسائیت کے مابین ساری جنگیں اسی خطہ کے گرد گھومتی ہیں۔ کل کے صلیبی حملے اور آج کے نئے صلیبی حملوں کی تاریخ اس پر گواہ ہے۔ اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس خطہ کی تاریخ کو غزوۂ موتہ سے شروع کیا جائے، جسمیں ایمان کی قوت اور جہاد کے معجزانہ پہلو کچھ اس طرح جلوہ گر ہیں کہ اس کا مطالعہ ہر دور میں ایمان کو جلا بخشتا ہے۔ ایک نئی قوت اور نصرت الٰہی کی بشارت دیتا ہے۔

1 - تاریخ اسلامی میں اس علاقہ کو روم اور اسکے باشندوں کو رومی کہا جاتا رہا ہے، جسے آج عام قاری کیلئے سمجھنا دقت طلب ہوتا ہے۔ چونکہ اس سے مراد بالخصوص مشرقی یورپ ہوتا ہے اور بالعموم یورپ، اس لئے یہاں موڈرن تعبیر اختیار کی گئی ہے۔

سرزمین شام پر اسلام وعیسائیت کی پہلی جنگ "غزوہ مؤتہ"

جزیرۃ العرب سے باہر 8 ہجری میں اسلامی تاریخ کا سب سے پہلا غزوہ "غزوۂ مؤتہ" سرزمین شام پر ہی واقع ہوا۔ یہ جنگ تاریخ انسانی کی سب سے انوکھی جنگ تھی بلکہ اسے ایک معجزہ ہی کہا جاسکتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ 6 ہجری میں جب قریش کے ساتھ صلح حدیبیہ طے پاگیا، اور مسلمانوں کو داخلی محاذ پر وقتی طور پر جنگی خطرات سے اطمئنان حاصل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرۃ العرب سے باہر دعوت اسلامی کی مہم شروع کی۔ مختلف حکومتوں کے فرمانراؤں کو دعوتی خطوط لکھے، اسی سلسلہ کا ایک خط بلاد شام کی مملکت بصری کے بادشاہ کو لکھا گیا۔ اس خط کو لیکر جانے والے قاصد رسول حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ تھے۔ جنہیں شرحبیل بن عمرو غسانی نے راستہ میں ہی روک لیا اور پھر رائج اصولوں کے خلاف انہیں شہید کر دیا۔

شرحبیل بن عمرو غسانی اس وقت شام کے بلقاء کے علاقہ پر (جو آجکل اردن میں ہے) رومن بادشاہ کے تابع حکومت کرتا تھا۔ چونکہ اس حادثہ پر نوزائیدہ اسلامی مملکت کا ردعمل مستقبل میں اسکی عزت و وقار سے وابستہ تھا۔ اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ایکشن لینا ضروری سمجھا۔ یہ ایکشن اس لئے بھی ضروری تھا کہ اس وقت کی دنیا کو معلوم ہو جائے کہ اسلام ایک نئی طاقت کے طور پر ایک مسلمہ حقیقت بن چکا ہے جسکا احترام لازم ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے قیمتی لعل وجواہر اس راہ میں نچھاور کر دئے۔

غزوہ مؤتہ کے قائدین

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

غزوہ موتہ کا سب سے پہلا قائد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا۔ انکی شہادت کی صورت میں دو اور صحابہ کو نامزد کیا گیا۔ حضرت زید بن حارثہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے اور پروردہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انکا قصہ بڑا عجیب وغریب ہے۔ حکیم بن حزام نے ۸ سال کی عمر کے اس غلام کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کیلئے خریدا تھا، جنہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ھبہ کر دیا۔ اسی دوران زید بن حارثہ کے باپ اور چچا انہیں ڈھونڈتے ہوئے مکہ آپہونچے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی آزادی کی درخواست کی۔ نبی رحمت نے انہیں مایوس نہ کیا، اور زید کو اختیار دیا کہ وہ باپ، چچا اور محمد عربی میں سے جسے چاہیں منتخب کرلیں۔ باپ اور چچا اس فیصلہ پر بہت خوش ہوئے، لیکن انکی یہ خوشی اس وقت حیرت میں بدل گئی جب انہوں نے زید کا فیصلہ سنا۔ زید نے افضل البشر کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی۔ باپ اور چچا حیرت سے بولے کہ تو آزادی پر غلامی کو ترجیح دیتا ہے؟

زید کا جواب بھی تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ کیلئے منقوش ہو گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان بھی اس نوع بشری کا عظیم تحفہ بن گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے ایک پتھر پر کھڑے ہوئے اور اعلان کیا کہ اے قریش! گواہ رہو کہ زید میرا بیٹا ہے اور میں اسکا باپ، یہ میرا وارث ہو گا اور میں اسکا۔ زید کے باپ اور چچا یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور واپس چلے آئے۔

انکا بیٹا زید بن محمد کے طور پر مشہور ہو گیا، لیکن نزول اسلام کے بعد مدینہ میں منہ بولے بیٹے کا حکم نازل ہونے کے بعد انہیں انکے باپ کے نام سے ہی پکارا جانے لگا۔ یہ اللہ کا فیصلہ تھا کہ منہ بولا بیٹا اپنے بیٹے کی طرح نہیں مانا جا سکتا۔ اسے اسکے اصلی باپ کے نام سے ہی پکارا جائے گا، البتہ دلی محبت پر اللہ نے بھی کوئی بندش نہیں لگائی۔ سو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حضرت زید بن حارثہ سے اسی طرح برقرار رہی۔ حضرت زید بن حارثہ نے غزوۂ بدر سے لیکر خیبر تک اسلام کی ہر جنگ میں شرکت کی تھی، متعدد چھوٹی جنگی مہمات کی سربراہی کا بھی تجربہ تھا(1)۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کی شہادت کی صورت میں دوسرے نمبر پر اپنے چچازاد، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فوج کی قیادت سنبھالنے کا حکم دیا تھا۔ یہ جعفر وہی تھے جو مہاجرین کے پہلے جتھے کو لیکر حبشہ ہجرت کرنے والوں میں تھے، جنہوں نے نجاشی کے دربار میں وہ تاریخی تقریر کی کہ نجاشی نے مسلمانوں کو امن وسکون اور احترام سے رہنے کی مکمل آزادی دی، بعد ازاں خود مشرف باسلام بھی ہوا(2)۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ:

اس جنگ کے تیسرے سالار حضرت عبد اللہ بن رواحہ تھے، جو حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کی صورت میں کمان سنبھالتے۔ حضور کے ساتھ آپ کے ایمان کی ابتداء بھی بڑی دلچسپ تھی یہ عبد اللہ بن رواحہ وہی تھے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مدینہ والوں کی بیعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا، کہ اگر وہ سب جو آپ نے ہم پر واجب کیا ہے بخوبی نبھایا تو ہمیں اسکے بدلے کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تمہیں جنت ملے گی۔ یہ وہ معاہدہ تھا جو عبد اللہ بن رواحہ نے پہلے دن کیا تھا اور آج اسی بدلہ کا دن تھا، اب جنت انکے قریب تھی۔

---

1 - تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "صور من حیاۃ الصحابہ" ڈاکٹر عبد الرحمن رأفت باشا، ص 217 - 224

2 - صور من حیاۃ الصحابہ

غزوۂ مؤتہ کا معجزاتی پہلو

اس غزوہ کا معجزاتی پہلو یہ تھا کہ مسلمانوں کی تعداد فقط تین ہزار تھی۔ اس تین ہزار کی چھوٹی سی فوج کے سامنے رومیوں نے دولاکھ کی فوج کا پہاڑ کھڑا کر دیا۔ مسلمانوں نے پھر بھی اس سے ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا (1) ۔ ایک ایسی فوج سے جو اس وقت دنیا کی سب سے طاقتور فوجی قوت مانی جاتی تھی۔ جو اس وقت کی دوسری سپرپاور کسری کو ماضی قریب میں ہی شکست سے دوچار کر کے دنیا پر اپنی دھاک بٹھا چکی تھی۔ جو مسلمانوں کے مقابلہ بہت ہی اڈوانس ہتھیاروں اور جنگی وسائل سے لیس تھی۔

انسانی جنگوں کی تاریخ کا یہ پہلا موقع تھا کہ دو مخالف فوجیں پہاڑ اور گلہری کی مانند آمنے سامنے کھڑی تھیں۔ دو مخالف فوجوں میں یہ فرق نہ اس سے پہلے اس دنیا میں دیکھا گیا اور نہ ہی اسکے بعد۔ عقل کہتی ہے کہ دولاکھ کی ٹھاٹھیں مارتی ہوئی فوج فقط مارچ کر جاتی تو مسلمانوں کی اس چھوٹی سی تعداد کو گرد و غبار میں اڑا دیتی۔ صحابہ کرام بھی اتنی بڑی فوج کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ وہ بھی سوچ میں پڑ گئے کہ ان حالات میں کیا کیا جائے؟

بہتر ہوگا کہ مدینہ میں ہائی کمانڈ کو اس صورتحال کی اطلاع دی جائے۔ اس فوج سے ٹکرانا تو خود کو ہلاکت میں ڈالنے والی بات ہوگی۔ لیکن عبد اللہ بن رواحہ نے جو شاعر رسول اور شاعر جہاد تھے اور شوق شہادت میں برجستہ شعر کہا کرتے تھے صحابہ کرام کے شوق شہادت کے تاروں کو چھیڑا۔ انکے اس یادگار جملہ نے "ہم عدد سے نہیں، ایمان کی طاقت سے لڑتے ہیں"(2) اصحاب رسول کو رومن امپائر کیلئے قدرت کا تازیانہ بنا دیا۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

سرزمین شام پر کفر و ایمان کے بیچ یہ پہلا معرکہ تھا۔ گرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کی بذات خود قیادت نہیں فرمائی پھر بھی اسے غزوہ کہا جاتا ہے۔ اسلئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہزاروں میل دور بیٹھے اس مہم کے لمحات سے باخبر تھے۔

بخاری کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے جنگ کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

زید نے لشکر کا علم اٹھایا اور جام شہادت نوش کیا۔ پھر جعفر نے قیادت سنبھالی اور وہ بھی شہید ہوئے، اسی طرح عبد اللہ بن رواحہ بھی شہادت سے سرفراز ہوئے۔ یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ کی آنکھیں بھر آئیں، فرمایا:

---

1 - البدایہ والنہایہ-ج-4، "صور من حیاۃ الصحابہ" ص 223، الرحیق المختوم، ص389

2 - ابن ہشام غزوۂ مؤتہ، صور من حیاۃ الصحابہ، ص 223، الرحیق المختوم، ص 389

پھر اللہ کی تلوار میں سے ایک تلوار نے قیادت سنبھالی اور اللہ نے اسکے ہاتھوں مسلمانوں پر کشادگی فرمائی(1) ۔

یہ خبریں آپ اس وقت دے رہے تھے جب مجاہدین ہزاروں کیلو میٹر دور تھے۔ اس جنگ میں جب تینوں قائدین شہید ہو گئے، تو اسلامی فوج کے اتفاق سے حضرت خالد بن ولید نے قیادت سنبھالی۔ دن بھر کی لڑائی کے بعد جب رات کو دونوں فوجوں نے ہتھیار رکھے تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی عبقری فوجی قیادت اپنی تدبیروں میں لگی ہوئی تھی۔

آپ نے کچھ فوجیوں کی ٹکڑی بنا کر انہیں علی الصباح پہاڑیوں کے پیچھے سے غبار اڑاتے ہوئے اس طرح وارد ہونے کا حکم دیا کہ دشمن کو مسلمانوں کیلئے نئی کمک آنے کا گمان ہو۔ ادھر فوج کی ترتیب میں ردوبدل کی:

میمنہ یعنی داہنے سائڈ لڑنے والوں کو بائیں طرف تعینات کیا۔ میسرہ، بائیں سائڈ والوں کو داہنی طرف۔ میڈل میں لڑ رہی فوج کے اگلے حصہ کو پیچھے اور پیچھے والوں کو آگے بھیجا۔

دوسرے دن کی جنگ میں اس ردوبدل کا خاطر خواہ اثر پڑا۔ عیسائی فوجوں کے سامنے نئے چہرے تھے۔ عیسائیوں کو مسلمانوں کی تازہ دم فوجی مدد پہونچنے کا گمان ہوا۔ ان پر ہیبت طاری ہوئی۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھرپور فوجی حملہ کیا اور ناقابل یقین شجاعت سے رومیوں کے دلوں میں خوف وہراس اتار دیا۔

خود خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زبانی اس دن انہوں نے نو تلواریں رومیوں کو مارتے مارتے توڑدی۔ جب تلوار نہ ملی تو ایک تلوار نما یمنی لوہے کے پٹے سے لڑنا شروع کیا (2) ساتھ ہی آپ نے فوجی نظم وضبط کے ساتھ اپنی فوج کو پیچھے ہٹانا شروع کیا۔

رومی رک گئے اور اس ڈر سے آگے نہ بڑھے کہ مبادا مسلمانوں کی کوئی فوجی چال ہو۔ انہیں پھنسنے کا خدشہ ہوا۔ اس طرح خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی فوج کو کامیابی اور عزت کے ساتھ نکال کر واپس لے آئے۔

اس غزوہ کا دوسرا معجزانہ پہلو یہ تھا اس میں جہاں دشمنوں کے لاتعداد فوجی کام آئے، وہیں مسلمانوں میں سے صرف ۱۳ صحابہ کرام نے جام

1- صحیح بخاری، کتاب المغازی، غزوة مؤته من ارض الشام، رقم الحديث: 3954، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى زَيْدًا، وَجَعْفَرًا، وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ: "أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ" وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتَّى أَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللَّهِ حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ.

2 - صحیح بخاری، کتاب المغازی، غزوة مؤته من ارض الشام، رقم الحديث: 3957، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ ، قَالَ : سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ ، يَقُولُ : " لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِي يَدِي يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ ، فَمَا بَقِيَ فِي يَدِي إِلَّا صَفِيحَةٌ يَمَانِيَةٌ ".

شہادت نوش کیا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ چھوٹی سی فوج اس ٹڈی دل فوج پر اپنی ہیبت اور خوف بٹھانے میں کس طرح کامیاب رہی۔ نہ صرف عرب بلکہ اس وقت ظلم وجور پر قائم دنیا کی حکومتیں اسلام کی اس دھمک سے کانپ اٹھیں۔ رومیوں کے سامنے یہ ہمت و شجاعت بلکہ ان پر یہ قدغن سارے دلوں پر اسلام کی حقانیت کی چھاپ چھوڑ گئی۔

اسی غزوہ میں حضرت جعفر کو "طیار" یعنی اڑنے والے کا خطاب ملا۔ جب جنگ میں دشمنوں کے ایک وار میں انکا داہنا ہاتھ جاتا رہا تو انہوں نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا سنبھال لیا۔ اور جب انکا بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو اپنے کٹے ہوئے دونوں بازو سے جھنڈا اتھامے رکھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے جعفر کو ان دو کٹے ہوئے بازوؤں کے عوض جنت میں دو پر عطا فرمائے جس سے وہ جنت میں جہاں چاہیں اڑ کر جاتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید کو "سیف اللہ" کا خطاب بھی اسی غزوہ میں ملا، اللہ کی وہ تلوار جس نے آنے والے دنوں میں سرزمین عرب سے رومن امپائر کا خاتمہ کر دیا۔

یہاں اس غزوہ کی تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ یہ غزوہ اس سرزمین پر حق و باطل کے مابین لامتناہی جنگوں کا آغاز ثابت ہوا۔ اسکے بعد خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسری فوجی مہم میں اس علاقہ کی طرف تبوک تک تشریف لے گئے، جو غزوۂ تبوک کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن اس پہلے غزوہ موتہ نے عیسائیوں کے دل پر جو خوف و ہراس طاری کیا وہ خود نبی بر حق کی موجودگی میں اسکا سامنا کرنے کی ہمت نہیں کر سکے۔

خلافت راشدہ میں شام کا رخ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں عراق کی مہمات پر کامیابی کے ساتھ ہی شام کی طرف بھرپور توجہ فرمائی۔ دیگر صحابہ کرام نے اس سے بھرپور اتفاق کیا:

- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی دلی تمنا کہا۔
- عثمان غنی اور شیر خدا علی مرتضی رضی اللہ عنہما نے بھی تائید فرمائی۔

اور یوں اسلام کے شاہین ہر سمت سے پرچم اسلام اٹھائے اس ارض مقدس کی طرف شوق و وجد میں نکل پڑے۔ سرزمین شام پر جنگ یرموک وہ تاریخی جنگ تھی جو اسلام و عیسائیت کے مابین فیصلہ کن ثابت ہوئی۔ فتح و نصرت نے مسلمانوں کے قدم چومے اور ہرقل دم دبا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اسی دوران خلیفۂ اول اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ یکے بعد دیگرے شام کے سارے شہر مسلمانوں کے زیر نگیں آتے گئے۔ مسلمانوں نے ملک شام کے مختلف شہروں کو فتح کرتے

ہوئے جب بیت المقدس کو اپنی حصار (under siege) میں لیا تو اس بقعۂ مبارکہ کے ذرات عرصہ دراز بعد ایمان کی کرنوں سے منور ہو گئے۔

بیت المقدس کے عیسائیوں کیلئے شہر حوالہ کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ بیت المقدس کا ہیڈ پادری "صوفرونیس" Saint (Sophronius of Jerusalem (560-638) شہر کی فصیل پر نمودار ہوا اور براہ راست خلیفۃ المسلمین کو شہر حوالہ کرنے کی شرط رکھی۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسکی اس شرط کو قبول فرماتے ہوئے فلسطین کی طرف عازم سفر ہوئے۔16 ہجری موافق 637ء کو بیت المقدس میں آپ کا داخلہ عین بشارت نبوی کے مطابق تھا۔ یوں بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ مکمل ہوا، اور قبلۂ اول نجاستوں سے پاک ہو کر نغمۂ توحید سے گونج اٹھا۔

مسجد اقصی اور قبۃ الصخرہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ضمنی طور پر مسجد اقصی اور قبۃ الصخرہ کے متعلق ایک ضروری وضاحت کر دی جائے۔ موجودہ مسجد اقصی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعیین کے مطابق قائم ہوئی۔ آپ نے اس فتح مبین میں مسجد اقصی کے مقام کا تعین کر کے اسکی نئی عمارت تعمیر کی۔ البتہ مسجد قبۃ الصخرہ جو اکثر وبیشتر تصویروں میں نظر آتا ہے جسے لوگ غلط طور پر مسجد اقصی سمجھ لیتے ہیں وہ عہد بنو امیہ میں خلیفہ عبد الملک بن مروان نے تعمیر کرائی۔

مسجد قبۃ الصخرۃ کی عمارت اسلامی طرز تعمیر کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ یہ مسجد اور اسکا خوبصورت گنبد دراصل مسجد اقصی کے احاطہ کے اندر واقع ہے جو اس بڑے پتھر کے اوپر تعمیر کیا گیا جسکے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کا سفر معراج اسی پتھر سے شروع ہوا۔ لیکن صحیح روایتوں سے اسکا ثبوت نہیں ملتا۔ پھر بھی زمانۂ قدیم سے اس پتھر کی اہمیت رہی ہے۔ اسی احاطہ کی ایک دیوار کو حائط البراق بھی کہا جاتا ہے جسے یہودی دیوار گریہ Wailing Wall کہتے ہیں۔ یہودی عقیدہ کے مطابق یہ ھیکل سلیمانی کا حصہ ہے۔ اس لئے باہر کی سمت سے یہودی یہاں گریہ وزاری اور مغفرت کیلئے جمع ہو کر اس دیوار سے لگ کر روتے ہیں۔ سلیمان علیہ السلام کی بنائی جانے والی مسجد جسے مختلف زمانوں میں متعدد حملہ آوروں نے بنیادوں سے اکھاڑ پھینکا تھا، یہودی اسے ھیکل سلیمانی کہتے اور اسکے محل وقوع کا دعوی مسجد اقصی کے احاطہ کے اندر کرتے ہیں۔ اس غرض سے وہ خفیہ طور پر مسجد اقصی کی عمارت کے نیچے سرنگیں کھود کر اس ھیکل کی تلاش کر رہے ہیں جس سے مسجد اقصی کے انہدام کا خطرہ لاحق ہے۔

قبة الصخرة
حائط البراق
شمال
المصلى القبلي
المصلى المرواني
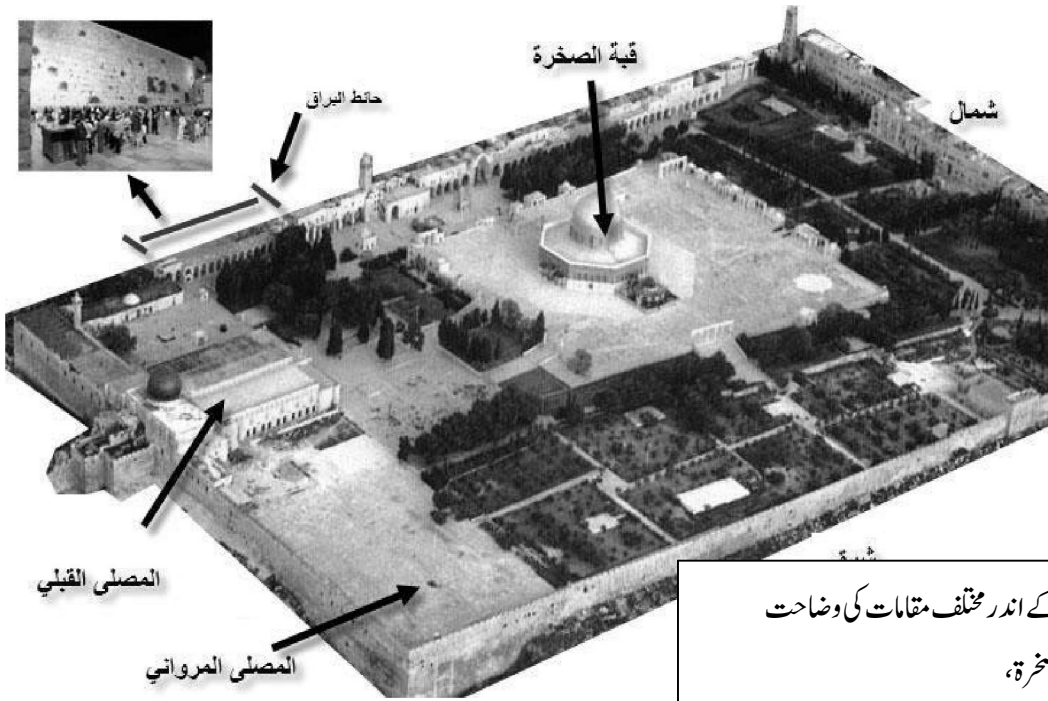
حرم اقصی کے اندر مختلف مقامات کی وضاحت

: 1- قبۃ الصخرۃ،

2- مصلی المروانی (یعنی مسجد مروانی) زیر زمین یہ ایک بہت بڑی مسجد ہے،

3- مصلی القبلی (یعنی مسجد اقصی)۔

نقشہ میں "حائط البراق" کو بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

حرم اقصی کے احاطہ میں محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار، خلافت اور فلسطین کیلئے جینے اور مرنے والا یہ مرد مجاہد بالآخر اسی بقعۂ مبارکہ میں مدفون ہوا۔ آپ کے مزار پر یہ عبارت درج ہے

"یہاں مدفون ہیں علی سید محمد علی ہندوستانی"

فلسطینی آج تک اپنے اس محبوب مجاہد کی لحد کی پاسبانی کرتے ہیں

دمشق عالم اسلام کی سب سے بڑی حکومت کا دار الخلافہ

بیت المقدس پر قبضہ ایک وسیع اسلامی دنیا کے قیام کا آغاز تھا۔ بلاد شام میں قدس شہر کے بعد دوسرا سب سے مقدس شہر دمشق خلافت راشدہ کے بعد عہد اموی میں تاریخ اسلام کا سب سے بڑا دار الخلافہ بن گیا۔ نہ اس سے پہلے اور نہ ہی اسکے بعد کسی شہر کو یہ شرف حاصل ہوا (1)۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم سماوی (معراج) کا سفر بھی اسی سرزمین (بیت المقدس) سے شروع ہوا تھا۔ اور جزیرۃ العرب سے باہر اس نبی کی عالمی مہم کی علمبردار فوج کا سفر (غزوہ مؤتہ) بھی اسی سرزمین سے شروع ہوا۔ یہاں تک کہ خلافت بنو امیہ میں دمشق سے اٹھنے والی اسلام کی لہریں مشرق میں چین کے مضافات سنٹرل ایشیا سے لیکر مغرب میں اسپین تک پہونچ گئیں۔ اسلام کا پرچم افریقہ سے لیکر سندھ تک لہرانے لگا۔

بیت المقدس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے داخلہ کے دن سے لیکر خلافت بنو امیہ اور خلافت عباسیہ کے سنہرے دور تک عیسائی دنیا بیت المقدس کی طرف میلی آنکھ اٹھانے کی ہمت نہیں کر سکی۔ لیکن جب خلافت عباسیہ کا وہ عہد جاتا رہا جسے سنہرے دور سے تعبیر کیا جاتا ہے اور:

- گیارھویں صدی کے اختتام پر جب خلافت عباسیہ شیعی تسلط اور اہل فارس کی ریشہ دوانیوں سے ضعف و اضمحلال کی انتہا کو پہونچ گئی۔
- عالم اسلامی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے لگا۔
- مسلم حکمرانوں اور والیوں کے درمیان اقتدار کی باہمی رسہ کشی اپنے عروج کو پہونچ گئی۔
- عالم اسلام کے قلب مصر و شام پر شیعوں کے قبضہ نے مسلمانوں کی رہی سہی قوت توڑ دی۔

تو یورپین عیسائی دنیا نے ان حالات کو اسلام کے خلاف اٹھنے کا سنہرا موقع جانا اور ساڑھے چار سو سال بعد ایک بار پھر شام پر کفر و ظلمت کے سیاہ بادل منڈ لانے لگے، جسے تاریخ صلیبی حملوں کے نام سے جانتی ہے۔ آج نہ صرف سیریا کی حالیہ جنگ بلکہ امت مسلمہ پر امریکہ و یورپ کے مختلف حملوں اور سازشوں کو سمجھنے کیلئے ان صلیبی حملوں کی تاریخ پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہو جاتا ہے۔

1- تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: عالم اسلامی عہد بنو امیہ میں، ص 367، "العالم الاسلامی فی العصر الاموی" ڈاکٹر عبد الشافی محمد عبد اللطیف

باب سوم

Chapter – 3

شام صلیبی حملوں کی زد پر

پہلا صلیبی حملہ اور اسکا پس منظر (1096-1099)

تاریخ اسلامی میں سلجوقی خاندان کا کردار دو حیثیتوں سے بہت اہم مانا جاتا ہے۔

- خلافت عباسیہ کی حالت ضعف واضمحلال میں اسے سنبھالا دینے اور اسے شیعیت کے نرغے سے نکالنے میں انہوں نے جو رول ادا کیا اس نے عالم اسلام کو اگلی کئی صدیوں تک مکمل زوال سے بچالیا۔
- دوسرا مشرقی یورپ میں اور تھوڈوکس عیسائیت کو کچلنے کا کام جس نے مشرقی عیسائیت کی سرپرست بیزنطینی امپائر Byzantine Empire کو قسطنطنیہ Constantinople تک پیچھے ڈھکیل دیا (1)۔

بیزنطینی امپائر اور مسلم سلجوقی سلطنت نقشہ

لیکن جب غازیان سلجوقی الپ ارسلان اوراسکے بعد ملک شاہ اس دار فانی سے کوچ کر گئے تو سلجوقی حکومت کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ یہی وقت تھا جب بیزنطینی سلطنت Byzantine Empire نے اپنے حریف ودشمن رومن کیتھولک چرچ Roman Catholic Church (مغربی عیسائیت) کو اسلام کے خلاف متحد ہو کر حملہ کرنے کی تجویز بھیجی۔

یہ عہد امت مسلمہ کیلئے ایک دوسری حیثیت سے بھی بدترین انحطاط کا دور تھا۔ اسی عہد میں اندرون عالم اسلامی شیعوں کی اسلام مخالف سرگرمیاں اپنے عروج کو پہونچ گئیں۔ اسلام اور مسلمانوں کا نام ونشان مٹادینے کیلئے خلافت راشدہ عہد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے چلی آرہی شیعی سازشیں اپنا بھرپور رنگ دکھارہی تھیں۔ اسلامی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک شیعی قبضہ وتسلط نے مسلمانوں کا

1- قسطنطنیہ "استنبول" کو بالآخر ترک مجاہد محمد الفاتح نے 20-05-857 ہجری 29-05-1453 کو فتح کیا۔

دم خم نکال دیا تھا (1)۔ مؤرخ اسلام ڈاکٹر راغب السرجانی اپنی مشہور کتاب "قصة الحروب الصليبية۔ صلیبی جنگوں کی کہانی" میں اس صورتحال پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: پھر ایک حادثہ جانکاہ پیش آیا۔ مصر پر عبیدی (فاطمی) شیعوں کا قبضہ ہوگیا۔ یہ 358 ہجری موافق 969ء کی بات ہے جب اسلامی دنیا دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک کمزور سنی خلافت عباسیہ (بدقسمتی سے یہ عباسی خلافت بھی اس وقت بویہی شیعوں کے تسلط میں تھی)(2) ۔ دوسری طرف شیعی فاطمی حکومت جو شمال افریقہ سے لیکر مصر اور شام کے کچھ حصوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس طرح امت اسلامیہ پوری طرح کمزور ہوگئی، اس صورتحال نے بیزنطینی عیسائی حکومت کو امت مسلمہ پر حملہ کرنے کا حوصلہ دیا(3)۔

ان حالات میں ایک دوسرے کے حریف دو عیسائی بلوک اسلام کے خلاف اپنے مفادات کیلئے باہمی تعاون پر آمادہ ہوگئے۔ اس وقت

The Medieval World During The Crusades

عیسائی دنیا: مشرقی عیسائیت کا مرکز بیزنطینی امپائر کا دارالخلافہ Constantinople جو اب ترکی کا استنبول ہے (اسلامبول) اور مغربی عیسائی ممالک، فرانس، انگلینڈ وغیرہ، سمندری راستوں سے یروشلم Jerusalem (مدینۃ القدس) تک انکا راستہ

1 - اسلام اور امت مسلمہ کے خلاف شیعوں کی دینی وسیاسی تاریخ اور انکی ریشہ دوانیوں کیلئے دیکھیں اس کتاب کا ضمیمہ

2 - تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو اس کتاب کے ضمیمہ میں "خلافت عباسیہ پر بویہی بالادستی"

3- قصۃ الحروب الصلیبیۃ (صلیبی جنگون کی کہانی)، ص- 19، ڈاکٹر راغب السرجانی، 9واں ایڈیشن، مطبوعہ مؤسسۃ اقراء

رومن کیتھولک چرچ Roman Catholic Church کے پوپ "اربان دوم Pope Urban II" کو بیزنطینی حکمراں کی تجویز (proposal) میں عیسائیت کے دونوں دھڑوں کے درمیان اتحاد اور عالم اسلام پر حملہ کا ایک سنہرا موقع نظر آیا۔

پوپ اربان دوم Pope Urban II نے اس مقصد سے ایک بہت بڑی مہم چلائی۔ اسکی یہ مہم 1095 میں فرانس سے شروع ہوئی اور پورے یورپ میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ یورپ میں اس وقت کے ظالمانہ نظام نے محروموں اور فقیروں کا ایک بڑا طبقہ پیدا کر دیا تھا۔ ایک طرف کلیسانے یورپ کے ان فقیروں کو سرزمین اسلام پر نعمتوں اور آسائشوں کی لالچ دی، تو دوسری طرف عام لوگوں میں اسلام کے خلاف جھوٹے مذہبی جنون کو کچھ اس طرح بھڑکایا کہ یورپ کے چور، ڈاکو، شریف ورذیل سبھی اسلام کے خلاف نفرت کی آگ میں جلنے لگے۔

عالم اسلام کے خلاف پوپ اربان دوم کی نفرت آمیز تقریر کا خلاصہ

ایک سال تک یورپ کے گاؤں گاؤں میں جھوٹ اور نفرت کی مہم کے نتیجہ میں ۱۰۹۵ء میں فرانس کے شہر کلیر مونٹ (Clermont) میں پورے یورپ سے عیسائی سخت سردی کے باوجود ایک بڑے دینی اجتماع کیلئے اکٹھا ہوئے۔ اس جم غفیر کو خطاب کرتے ہوئے پوپ اربان دوم نے جو تقریر کی وہ ایک گھناؤنی اور نفرت آمیز تقریر تھی۔ اپنے خطاب میں اس نے مسلمانوں کی دعوت اصلاح اور نوع بشری پر اسلام کے عظیم احسانات کو یورپ کی جاہل قوموں سے چھپاتے ہوئے جھوٹ اور نفرت پر مبنی جو بیان دیا اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اے فرنگیو، اے اللہ کی محبوب و پسندیدہ قوم!

ارض فلسطین و قسطنطنیہ سے بڑی غمناک خبریں آئی ہیں۔ یہ خبریں بتاتی ہیں کہ اللہ کی دشمن ایک ملعون قوم نے ان ممالک میں بڑا شر وفساد پھیلایا ہوا ہے۔ عیسائیوں کے مشرقی ممالک میں اس نے عیسائیت کے مقدسات کو پامال کیا، گرجاگھروں کو لوٹا اور برباد کیا، اور بازنطینی امپائر کی تکابوٹی کر ڈالی ہے۔

تم اپنی عظمت کو یاد کرو، تمہاری عظمت کو کون پہونچ سکتا ہے۔ آج تمہارے اسلاف کے کارنامے تمہیں آواز دے رہے ہیں۔ چارلمین جیسے عظیم بادشاہوں کی عظمت وبلندی تمہیں پکار رہی ہے۔

اٹھو! اپنے رب اور نجات دہندہ مسیح مقدس کی قبر کے تقدس کو بچانے کیلئے۔ اس مقدس قبر کی حفاظت کیلئے جو آج ناپاک قوموں کے قبضہ میں ہے۔

پوپ اربان کی تقریر کا دوسرا حصہ اسکے استعماری ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے۔ اسکے ساتھ ہی یہ اس وقت یورپ میں پھیلی ہوئی جہالت، باہمی جنگ وجدال، اور حیوانیت کے راج کا کھلا اعتراف بھی ہے۔ جسکا رخ وہ اسلام کے سائے میں پھل پھول رہی دنیا کی طرف کرنا چاہتا تھا، چنانچہ وہ اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے :

وہ ممالک جن میں تم آج سکونت پذیر ہو، جسے ہر طرف سے سمندروں اور پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے، وہ تمہارے اوپر تنگ ہوتے جا رہے ہیں۔ آج تم کھانے کیلئے دانے دانے کو محتاج ہو، تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے پر آمادہ اور خانہ جنگیوں کا شکار ہو، تم نے آپس میں جنگ وجدال کا بازار گرم کر رکھا ہے۔

آؤ! حقد وعداوت سے اپنے دلوں کو صاف کرو۔

اپنے باہمی نزاع بھلا کر عیسی مسیح کی مقدس قبر کی طرف مارچ کرو۔

اس سرزمین کو خبیث جنس کے ہاتھوں سے چھین کر اپنے قبضہ میں لو۔

دنیا میں یروشلم کے پھلوں اور پیداوار کی کوئی مثال نہیں۔

اس روئے زمین کی جنت تمہیں آواز دے رہی ہے۔

پورے جوش وولولہ کے ساتھ اس مہم کیلئے اٹھو اور خود کو گناہوں سے پاک کرلو۔

یہ اس دنیا اور آخرت میں تمہاری سربلندی کا سامان ہو گا (1)۔

صلیبی جنگوں کے پیچھے کارفرما مقاصد

جیسا کہ پوپ اربان دوم کی تقریر سے واضح ہوتا ہے کہ صلیبی حملوں کے پیچھے جو مقاصد کارفرما تھے ان میں:

- اسلام دشمنی اور مسلمانوں کو تاراج کرنا،
- اسلامی دنیا کی ثروتوں کو ہتھیانا،
- اپنے باہمی جنگ وجدال کا رخ مسلمانوں کی طرف پھیرنا،
- معاشی بدحالی اور یورپ کی تنگی کو دور کرنے کیلئے عالم اسلام کے علاقوں کو طاقت کے بل بوتے پر غصب کرنا،
- جہالت وبدکرداری میں ڈوبی ہوئی یورپین اقوام کی غلاظت کو عالم اسلامی پر انڈیلنا تھا۔

چنانچہ 1096ء میں یورپ کے چوروں، ڈاکوؤں، لٹیروں، زانیوں کے ساتھ غربت کے مارے ہوئے عام عیسائی اپنے مذہبی پیشواؤں کے گمراہ کن پروپیگنڈوں سے متاثر ہو کر ان مقاصد کے حصول کیلئے اپنے کندھوں پر جھوٹے صلیب کا بوجھ اٹھائے عالم اسلام پر ٹوٹ پڑے۔ اپنی اس ناپاک جنگی مہم میں وہ سب سے پہلے ترکی میں سلجوقی مسلم سلطنت پر حملہ آور ہوئے۔ سلجوقی پہلا صلیبی حملہ پسپا کرنے میں کامیاب

1- The Story of Civilization, by Will and Ariel Durant, Vol. 15, page 15-16 Arabic Edition

اور- قصۃ الحروب الصلیبیۃ (صلیبی جنگون کی کہانی)، ص- 54 - 56، ڈاکٹر راغب السرجانی، 9واں ایڈیشن

رہے، لیکن دوسرے حملہ میں وہ اپنے دارالسلطنت ''قونیہ'' کو بچا نہ سکے۔ تین لاکھ صلیبیوں پر مشتمل یہ فوج قتل وغارت گری کا بازار گرم کرتے ہوئے، ایک ایک شہر کو تاراج کرتے ہوئے، شمالی شام کے شہر انطاکیہ (Antioch) کی طرف بڑھی۔

اس وقت شیعوں کے نرغے میں گھری ہوئی بغداد کی خلافت عباسیہ، مصر و شام پر مسلط فاطمی شیعہ، سلجوقیوں کی باہمی رسہ کشی، اور مسلمانوں میں کمزور ہوتی ہوئی دینی غیرت و حمیت کی حالت میں اسلامی دنیا رنج والم اور بے بسی سے اس صلیبی یلغار کو دیکھتی رہ گئی۔ باہر سے صلیبی جنون کا بڑھتا ہوا سیلاب اور اندر سے مصر وشام پر قابض اسلام دشمن فاطمی شیعوں(1) کی حکومت۔

اس نام نہاد یہودی و مجوسی فاطمی خلافت نے صلیبیوں کے پاس اپنا ایک وفد بھیج کر انہیں مسلم سلجوقی دارالسلطنت "قونیہ" پر فتح کی مبارکباد دی اور شام کے شہر انطاکیہ (Antioch) پر قبضہ کیلئے انکا حوصلہ بڑھایا۔ دوسری طرف عین اسی وقت یہ شیعہ فلسطین میں مسلم سلجوقی حکومت پر حملہ آور ہوئے، اور انکے ہاتھوں سے بیت المقدس چھین کر اپنے قبضہ میں لے لیا۔ جب صلیبی انطاکیہ اور شام کے دیگر ساحلی شہروں پر قابض ہوتے ہوئے فلسطین کی طرف بڑھے تو ان کیلئے بیت المقدس پر قبضہ آسان ہو گیا۔ شیعوں سے بیت المقدس کی حفاظت کی امید بے سود تھی۔ انکی فاطمی خلافت نے اپنے مرکز مصر سے قبلہ اول کی حفاظت کیلئے سر دھر کی بازی لگانے والوں مسلمانوں کی کوئی مدد نہیں کی(2)۔

بیت المقدس پر صلیبی قبضہ

صلیبی فوجیں شام کے مختلف ساحلی شہروں پر قبضہ کرتے ہوئے بالآخر ۱۰۹۹ء میں بیت المقدس پر قابض ہو گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیام انسانیت ساڑھے چار سو سال بعد چاک کر دیا گیا۔ صلیبی 8 دنوں تک اس شہر کے مکینوں کو اپنی حیوانیت کا شکار بناتے رہے۔ عورتیں، بچے، بوڑھے سبھی انکی نفرت کی آگ میں جلائے گئے۔ مسجدوں میں پناہ لینے والوں کو بھی نہ بخشا گیا، یہودی بھی مسلمانوں کے ساتھ جلائے گئے۔ صلیبی گھوڑوں کے کھر خون میں ڈوب گئے۔ 70 ہزار شہریوں کا قتل عام ہوا، اس زمانہ میں ایک شہر کے اندر اتنی بڑی تعداد کا قتل پورے شہر کا کامل صفایا تھا۔

ایک وہ دن تھا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شہر میں داخل ہوئے تھے۔ یہاں سے انہوں نے نئی دنیا کو عدل و انصاف اور مذہبی رواداری کا ایک بے مثال درس دیا تھا۔ ہر مذاہب کی عبادت گاہوں کی حرمت کو بحال کیا۔ شہر کے ہر مکیں عیسائی، یہودی سبھوں کو جان

1- فاطمی شیعوں کی حقیقت جاننے کیلئے ملاحظہ ہو اس کتاب کے اخیر میں "ضمیمہ"

2 - تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: التاریخ الاسلامی، محمود شاکر، ج۔ 2، ص244-245، فلسطین التاریخ المصور، ڈاکٹر طارق السویدان،

ومال عزت و آبرو کی حفاظت کا پروانہ عطاء کیا (1)۔

اسکے برعکس جہالت میں ڈوبے ہوئے صلیبی وحشیوں نے شہر مقدس پر قبضہ کرنے کے بعد جو کچھ کیا انکے اعمال و کردار کا حساب آج تک کلیسا کے ذمہ ہے۔ رومن اور کیتھولک دونوں کلیسا اس انسانیت سوز تاریخ کے براہ راست ذمہ دار ہیں۔ وہ انسانیت کے سامنے جواب دہ ہیں کہ اسکا دشمن کون ہے؟ اس دنیا میں خباثت کا علمبردار کون ہے، اسلام یا کلیسا؟

یہاں بیت المقدس پر پہلے صلیبی حملہ کی کامیابی کے ضمن میں نام نہاد فاطمی خلافت (شیعوں) کا کردار ہمیں یاد دہانی کراتا ہے کہ آج سیریا میں مارچ ۲۰۱۱ء سے شروع ہونے والے انقلاب میں اگر امت کو ایک بار پھر اسی سرزمین شام پر اپنے تاریخی دشمن نصیری، شیعی اور

پہلے صلیبی حملہ کا روڈ میپ: صلیبی کن ملکوں سے اٹھے اور کن ممالک سے گذرتے ہوئے بیت المقدس تک پہونچے یروشلم (قدس) کے نیچے مصر میں شیعی فاطمی خلافت کو بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

عیسائی اتحاد کا سامنا ہے تو اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں، تاریخ خود کو دہرا رہی ہے۔ اگر لبنان کی شیعہ ملیشیا حزب اللہ اور ایران و عراق کی شیعی حکومتیں انسانیت کے حدود کو پامال کرکے اپنے نصیری بھائیوں کے ساتھ مسلمانوں کی جان و مال عزت و آبرو کو شب و روز پامال کرنے پر آمادہ ہیں تو یہی انکی اصلیت ہے۔ ہم سادہ لوح ہیں جو تاریخ کو بھول جاتے ہیں۔

1 - ملاحظہ ہو مستند کتب تاریخ میں مذکور پروانہ عمری جو بیت المقدس کی فتح کے موقع پر حضرت عمر نے عیسائیوں کو عطاء کیا

عالمی اتحاد علمائے اسلام کے سربراہ علامہ یوسف القرضاوی کے بیان کو دیکھئے۔ ایک مدت تک متحدہ شیعہ سنی "عالمی اتحاد علمائے اسلام" کی سربراہی کرنے کے بعد آج وہ اس حقیقت کا اعلان کرنے پر مجبور ہیں کہ: سیریا میں سنیوں کے قتل عام کیلئے شیعوں نے اپنی پوری طاقت جھونک دی ہے، اس شر پسندی کا جواب دینے کی ذمہ داری امت مسلمہ پر عائد ہوتی ہے۔ برسوں شیعہ سنی اتحاد کے پیچھے اپنا وقت ضائع کرنے پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے واضح طور پر کہا: شیعہ اور سنیوں کے دینی عقائد میں قربت کا کوئی امکان نہیں۔ ایران کے متعصب شیعہ سنیوں کو نیست ونابود کردینا چاہتے ہیں (1)۔

علامہ یوسف القرضاوی جو اس عہد میں امام العلماء تسلیم کئے جاتے ہیں۔ جنہیں کل تک شیعہ بھی "عالمی اتحاد علمائے اسلام" کے تحت پوری دنیا کے علماء کا سربراہ تسلیم کرتے تھے۔ جب انہوں نے 2008 ء میں شیعوں سے دوٹوک الفاظ میں انکے سنی مخالف مہم پر اعتراض کیا تب سے شیعوں کا عقیدۂ کتمان وتقیہ ٹوٹ گیا اور وہ کھلے عام ان سے دشمنی پر آمادہ ہوگئے(2)۔

اگر سیریا کے حالیہ انقلاب میں شیعی طاقتیں شب وروز مسلمانوں کے خلاف انسانیت کو شرمسار کردینے والے جرائم کا ارتکاب کرتے نہیں تھکتیں، تو اسکی وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں کے خلاف نفرت وعداوت میں وہ یہود ونصاری سے کم نہیں۔ ان سے کسی حیاء ومروت کی امید بے سود ہے۔ علامہ یوسف قرضاوی نے فریب ودغا کی دوستی ٹھکراتے ہوئے امت کے سامنے اعلان حق میں کسی کی پرواہ نہ کی۔

اس وضاحت کی غرض یہ ہے کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں شام پر عیسائی اور یہودی سازش اور یلغار کو سمجھنے کیلئے ماضی اور حال میں شیعوں اور باطنیہ فرقوں کے کردار کو سمجھنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔

صلیبیوں کے خلاف عالم اسلام کی کروٹ

پہلے صلیبی حملے اور شام کے مختلف شہروں کے ساتھ بیت المقدس پر یورپ کے قبضے نے ملت اسلامیہ کو صدمہ سے دوچار کردیا۔ خلافت عباسیہ کی لاچاری، اور مسلم ریاستوں کے حاکموں کی بے حسی مایوسی کی فضا کو مزید غمناک بنارہی تھی۔ ان حالات میں علمائے اسلام اٹھتے ہیں اور امت میں نئی روح پھونکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان علماء کی تحریک اصلاح رنگ لاتی ہے۔ اس آشوب محشر میں اللہ اس امت پر اپنا فضل فرماتاہے اور اس امت کو یکے بعد دیگرے:

* عماد الدین زنگی * نورالدین زنگی * صلاح الدین ایوبی

---

1 - بیان العلامہ یوسف القرضاوی، العربیہ نٹ، اتوار ۲۲ رجب 1434ہجری، مطابق ۲ جون ۲۰۱۳ء

2 - تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: شیعوں کے متعلق علامہ قرضاوی کا موقف "بیان للقرضاوی حول موقفہ من الشیعہ" 17 رمضان 1429 ہجری مطابق 17-09-2008ء، بحوالہ علامہ قرضاوی کی اوفیشیل ویب سائٹ، موقع القرضاوی۔

جیسے علم و عمل، تقوی وللّٰہیت، دن کے شہسوار اور رات کے تہجد گذار سور ماعطاء فرماتا ہے۔ گرچہ ان کے ظہور سے قبل سلجوقی بھی اپنی طاقت جمع کر کے جگہ جگہ صلیبیوں پر حملہ آور ہوتے رہے تھے۔ لیکن عالم اسلام کے افق پر عماد الدین زنگی کا ظہور صلیبیوں کے خلاف مسلمانوں کے باقاعدہ جوابی حملہ کا اعلان ثابت ہوا۔

1127ء کی بات ہے جب خلافت عباسیہ نے سلجوقیوں کی تائید سے عماد الدین زنگی کو عراق کے اسٹیٹ موصل کا والی بنایا۔ عماد الدین زنگی خلافت عباسیہ کے ساتھ وفاداری اور سلجوقیوں کے ساتھ اخلاص سے کام کرتے ہوئے اس نازک وقت میں امت کے کھوئے ہوئے وقار کی علامت بن کر ابھرے۔ انہوں نے اپنے دائرۂ حکومت کو بڑھاتے ہوئے شام کی ریاست حلب اور حماۃ اور دوسرے شہروں کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا، اور ایک ایسی مضبوط حکومت کی بنیاد رکھی جو صلیبیوں کے سامنے پوری طاقت کے ساتھ کھڑی ہو سکے۔

آپ نے مسلمانوں کو صلیبی حکومتوں کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے جہاد کا اعلان کیا۔ مسلمان آپکی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آپکے گرد جمع ہونے لگے۔ عماد الدین زنگی جذبۂ جہاد سے سرشار اپنی اس فوج کو لیکر صلیبیوں پر حملہ آور ہوئے۔ سب سے پہلے صلیبیوں کے قبضہ میں کراہ رہے شام کی ایک اہم ریاست "الرھا" کو ان کے ناپاک قبضہ سے آزاد کرایا، "الرھا" پر مسلمانوں کا قبضہ صلیبیوں پر بجلی بن کر گرا، صلیبی عماد الدین کی قیادت میں اس ابھرتی ہوئی اسلامی طاقت سے لرز اٹھے۔

امت مسلمہ کی حالت پژمردگی میں عماد الدین زنگی کا ظہور صلیبیوں کیلئے کسی خطرہ کی گھنٹی سے کم نہ تھا۔ اس خطرہ سے خائف شہر مقدس اور شام کے دوسرے ساحلی علاقوں میں قائم یورپ کی صلیبی حکومتوں نے اپنے مرکز رومن کیتھولک چرچ کو فریاد بھیجی کہ انکی حفاظت کیلئے جلد از جلد صلیبی فوجیں بھیجی جائیں، ورنہ اب تک کی انکی ساری کوششیں رائیگاں چلی جائیں گی۔

عماد الدین زنگی کی صورت میں ابھرتی ہوئی اسلامی طاقت کو دبانے کیلئے یورپ نے تاریخ کے دوسرے صلیبی حملہ کی تیاری کی۔ اس سے پہلے کہ اسلام کا یہ زیرک شیر صلیبیوں کے اس دوسرے حملہ سے نبرد آزما ہوتا، شیعی باطنیہ فرقوں نے صلیبیوں کے ساتھ ساز باز کر کے اس مرد مجاہد کو رات کے وقت اپنے خیمہ میں سوتے ہوئے شہید کر دیا۔

صلیبیوں سے جنگ میں یہ کوئی پہلا موقع نہ تھا جو باطنیہ شیعی فرقوں نے مسلمانوں کے دل میں خنجر اتارا تھا، بلکہ اس سے قبل مجاہد اسلام "مودود" سلجوقی کو بھی انہوں نے صلیبیوں کے خلاف پہلی فتح ملتے ہی دمشق کی جامع مسجد "جامع اموی" میں اچانک حملہ کر کے شہید کر دیا تھا۔ دیکھو اگر جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو۔

جامع اموی: دمشق کی تاریخی مسجد "جامع اموی" اسے چھٹے اموی خلیفہ "الولید بن عبد الملک" نے وسط دمشق میں تعمیر کرایا۔ یہ مسجد حرمین اور مسجد اقصی کے بعد سب سے مشہور مسجد مانی جاتی ہے۔ یہ جگہ یونانی تہذیب سے قبل ہی مختلف مذاہب کی مشہور عبادت گاہوں کے طور پر استعمال ہوتی چلی آرہی تھی۔
مختلف حکومتوں نے اس مسجد کی تعمیر اور تزئین میں اپنے اپنے طور پر حصہ لیا۔ تاریخی روایتوں کے مطابق اس مسجد میں حضرت یحیٰ علیہ السلام کی قبر پائی جاتی ہے تو وہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بھی یہاں مدفون ہے۔ اس مسجد میں معتکف ہو کر امام غزالی نے اپنی مشہور کتاب "احیاء علوم الدین" تالیف کی۔ اسی مسجد میں 1285ء میں امام ابن تیمیہ نے اپنا درس قرآن شروع کیا۔ یہ مسجد مختلف عہد میں صلیبیوں اور تاتاریوں کے خلاف مسلمانوں کے جہاد کا مرکز رہی۔

دوسرا صلیبی حملہ اور اسلام کا نیا ہلال نور الدین زنگی

عماد الدین زنگی کی اس دھوکہ کی موت نے مسلمانوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ دوسری طرف شام میں صلیبیوں کی مدد کیلئے 542 ہجری موافق 1147ء میں پوپ ایوجین سوم Pope Eugene III نے دوسرے صلیبی حملہ کی مہم چلائی۔اس بار جرمنی کے بادشاہ "کونراد سوم Konrad III" اور فرانس کے فرمانروا "لویس ہفتم Louis VII" نے اس حملہ کی قیادت کی۔ 70 ہزار جنگجوؤں پر مشتمل صلیبی فوج کے ساتھ ایک بار پھر یورپ کے کسان، عام لوگوں اور فقیروں کی بڑی تعداد مذہبی جنون اور ارض شام پر اپنا گھر بسانے کی لالچ میں اس فوج کا حصہ بنتی گئی۔

صلیبیوں کے اس جنونی اور وحشی انبوہ کا سامنا کرنے کیلئے گرچہ عماد الدین زنگی اس دنیا میں نہیں رہے تھے لیکن وہ نور الدین زنگی کی شکل میں اپنے پیچھے اپنا ایسا جانشیں چھوڑ گئے۔ جنہوں نے نہ صرف اپنے باپ کے مشن کو بخوبی آگے بڑھایا بلکہ اس صلیبی حملہ کے سامنے سیسا پلائی ہوئی دیوار بنکر کھڑے ہو گئے۔

دوسرے صلیبی حملہ کا سامنا کرنے کیلئے نور الدین زنگی نے:

- اپنے باپ عماد الدین زنگی کی قائم کی ہوئی حکومت کی بنیادوں کو بڑی تیزی سے مستحکم کیا۔
- عدل وانصاف، سماجی اصلاح و ترقی اور شرعی نظام پر مبنی ایک مثالی ریاست قائم کی۔
- اپنی حکومت کو مستحکم کرتے ہوئے صلیبیوں کے خلاف جہاد کی منادی کرائی۔

امت مسلمہ کو اس وقت ایسے ہی کسی مسیحا کی تلاش تھی۔ جلد ہی نور الدین زنگی عادل بادشاہ کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ عالم اسلام کے مختلف گوشوں سے مسلمان آپ کے جھنڈوں تلے جمع ہونے لگے۔ آپ کے اندر اللہ نے ہر کام کیلئے اسکے مناسب افراد کو منتخب کرنے کا ملکہ ودیعت فرمایا تھا۔ اپنی فوج کی سربراہی کیلئے وقت کے چنندہ شہسواروں، روح جہاد کے علمبرداروں "اسد الدین شیر کوہ" اور انکے بھائی "نجم الدین ایوب" (سلطان صلاح الدین ایوبی کے والد) کو منتخب کیا۔

دوسرے صلیبی حملہ کی ناکامی

صلیبی فوجیں پہلے بیت المقدس میں جمع ہوئیں جہاں پہلے صلیبی حملہ کے بعد قائم عیسائی حکومتیں آج تک قائم تھیں۔ یہاں سے مزید کمک کے ساتھ انہوں نے نئے مسلم علاقے فتح کرنے کی غرض سے دمشق کا رخ کیا۔

والیٔ دمشق نے نور الدین زنگی کو مطلع کیا اور مدد کی درخواست کی۔ جب تک دمشق والے صلیبی فوجوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔ صلیبی دمشق میں داخل ہونے میں کامیابی حاصل نہیں کر سکے تھے کہ نور الدین زنگی کی فوج کے پہونچنے سے انکی ہمت پست ہوگئی۔ نوری فوج نے صلیبیوں پر زندگی کا دائرہ تنگ کرتے ہوئے سب سے پہلے ان کے پانی کی سپلائی لائن کاٹ دی۔ صلیبی فوجیں پانی کی قلت اور نوری فوج کی حرارت ایمانی کا دباؤ برداشت کرنے کی متحمل نہیں ہو سکیں۔ جرمنی کا بادشاہ "کونراڈ سوم Konrad III" اور فرانس کا فرمانروا "لوئس ہفتم Louis VI" الٹے پاؤں ذلیل وخوار لوٹنے پر مجبور ہوئے۔ اس طرح یورپ سے آنے والا دوسرا صلیبی حملہ نور الدین زنگی کی جنگی تدبیروں اور شجاعت سے ناکام ونامراد لوٹا۔

صلیبی حملہ سے محفوظ وکامران نکلنے کے بعد والیٔ دمشق آپ کا ممنون ہوا اور اپنی ریاست کو آپ کی حکومت کے ماتحت کرنے کا عہد وپیمان کیا۔ آپ نے اسے دمشق پر بحال رکھتے ہوئے آگے کی پلاننگ شروع کر دی۔ اپنی پلاننگ کے اگلے مرحلہ میں جب آپ نے والیٔ دمشق کو صلیبیوں کے خلاف اپنے حملوں میں مدد کیلئے فوج بھیجنے کا حکم دیا، تو وہ خیانت کا مرتکب ہوا۔ اس نے آپ کی مدد کے بجائے بیت المقدس کی صلیبی حکومت سے ہاتھ ملا لیا۔

اس وقت قدس (فلسطین) کے عیسائی حکمراں "اموری اول (1)" نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے والیٔ دمشق کی مدد کیلئے اپنی فوج بھیج دی۔ نورالدین زنگی کو جیسے ہی اسکی خبر ملی آپ نے پوری سرعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دمشق کے باہر ہی عیسائی فوج کو جا لیا۔

گھمسان کی جنگ ہوئی، بڑی تعداد میں عیسائی مارے گئے۔ نوری فوج کی فتح ونصرت سے مسلمان جھوم اٹھے۔ دمشق کے نوجوانوں نے آپ کی وفاداری کے ترانے گائے۔ اب والیٔ دمشق کے پاس کوئی چارہ نہ رہا۔ شہر نور الدین کے حوالہ کیا۔ اس طرح دمشق نور الدین زنگی کی سلطنت کا دار الخلافہ قرار پایا۔ اس دن سے آج تک دمشق آپ کی یادگاروں اور آپ کے عہد کی ترقی ورفاہیت کی داستانوں کو اپنے سینے سے لگائے اس عہد زریں کے انتظار میں ہے۔

---

1 - Amalric I, French Amaury or Amauri (born 1136—died July 11, 1174), king of Jerusalem from 1163 to 1174, a strong ruler who protected the rights of vassals and helped prevent Muslim unity around the Holy Land. (Encyclopaedia Britannnica)

صلیبی ریاستوں کے خلاف نورالدین کا عزم مصمم

نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی صرف کامیابی کی داستان نہیں۔ آپ کی زندگی میں ہمت شکن کٹھن حالات بھی آئے۔ 1163ء میں قلعہ حصن اکراد کے معرکہ میں صلیبیوں کے ہاتھوں شکست بھی کھائی۔ بلکہ اس معرکہ میں آپ کی جان معجزانہ طور پر بچی۔ لیکن آپ نامساعد حالات کے سامنے کبھی کمزور نہیں ہوئے۔ قلعہ حصن اکراد کی شکست کے بعد مسلسل دو سال تک اپنی فوج کو سخت ٹریننگ اور تربیت سے گذارا اور پھر شام میں قائم صلیبی عیسائی حکومتوں پر حملہ آور ہوئے۔ ایک کے بعد ایک صلیبی قلعے اور ریاستیں آپکی جھولی میں گرتی گئیں۔ اس مرد مجاہد نے شام کے طول و عرض میں صلیبی عیسائی طاقتوں کو کچل کر یورپ تک عیسائیوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صلیبیوں سے جہاد جتنا اہم تھا ملکی معیشت اور عادلانہ نظام کا قیام بھی اتنا ہی اہم تھا۔ چنانچہ آپ نے اس دور انحطاط میں ایک ایسی حکومت کا نمونہ پیش کیا جس نے خلافت راشدہ کی یاد تازہ کر دی۔ علم و عمل کا پیکر یہ مرد مجاہد راتوں کو اپنے رب کے سامنے اور دن کو میدان جہاد اور رعایا کی خبر گیری میں صرف کرتا۔ آپکی زندگی تقوی وللّٰہیت کی سچی تصویر تھی۔ آپ فرماتے کہ ہم شریعت کے سپاہی اور اسکے احکام کو نافذ کرنے کے پابند ہیں۔
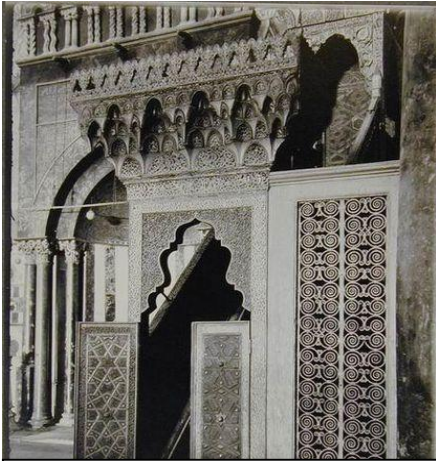
مسجد اقصی کیلئے نور الدین زنگی کا بنوایا ہوا منبر جو منبر صلاح الدن کے نام سے مشہور ہوا

آپکے دور کے مؤرخ ابن اثیر اپنی کتاب "الکامل فی التاریخ" میں لکھتے ہیں: میں نے اسلام سے قبل اور اسکے بعد آج تک جتنے بادشاہوں کی زندگی کا مطالعہ کیا، مجھے خلفاء راشدین اور عمر بن عبد العزیز کے بعد نورالدین جیسا اعلی سیرت و کردار کا کوئی حکمراں نظر نہیں آتا (1)۔

ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں تحریر فرماتے ہیں: آپ خوش خط تھے دینی کتابوں کا کثرت سے مطالعہ کرتے۔ اتباع سنت اور نماز با جماعت کے پابند تھے۔ تلاوت قرآن کا اہتمام فرماتے۔ اعمال خیر میں سبقت لے جاتے۔ اپنے پیٹ کو حرام سے پاک رکھتے اور شرم گاہ کی حفاظت فرماتے۔ اپنے اور اہل وعیال کے خرچ میں بڑے میانہ رو تھے۔ مال و متاع دنیا کو کبھی ترجیح نہ دی۔ نشاط وغضب کسی حال میں ان کے منہ سے بد کلامی نہیں سنی گئی، کم گو اور باوقار تھے (2)۔

---

1 ابن اثیر -الکامل فی التاریخ جلد- ۱۱ ،ص- ۹۰۳

2 بحوالہ "الدولۃ الزنکیۃ " ڈاکٹر علی محمد الصلابی صفحہ 193۔

نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے صلیبیوں سے جہاد اور بیت المقدس کی آزادی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا تھا۔ آپ اس ہدف کو پانے کیلئے ہمیشہ پابہ رکاب رہتے۔ آپکے اس عزم مصمم کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ 1168ء میں اسلامی ممالک کے ماہرین کو بلا کر مسجد اقصیٰ کیلئے ایک عالیشان منبر تیار کرایا تا کہ قبلۂ اول کی آزادی کے بعد اس میں اسکے شایان شان منبر نصب کیا جا سکے۔

اللہ نے آپکے ہاتھوں بلاد شام میں مسلمانوں کو عزت سے سرفراز کیا۔ سوائے کچھ ساحلی علاقوں اور بیت المقدس کے پورا شام اسلام کے سایۂ رحمت میں واپس آگیا۔

بیت المقدس سے پہلے شیعوں کی سرکوبی

اس سے پہلے کہ نور الدین شام میں باقی ماندہ عیسائی ریاستوں کو فتح کرتے ہوئے بیت المقدس کی طرف بڑھتے مصر کی بدلتی ہوئی صورتحال نے آپ کا رخ موڑ دیا۔ مصر جو شام کے پڑوس اور عالم اسلامی کے قلب کا حصہ تھا اس وقت فاطمی شیعوں کے قبضہ میں تھا۔

یہ یہودی عبیدی حکومت جو خود کو فاطمی خلافت کے نام سے موسوم کرتی تھی اپنے آخری دن گن رہی تھی۔ شیعی خلیفہ کی حیثیت فقط علامتی سی رہ گئی تھی۔ حکومت وزیر کے ہاتھ میں ہوتی۔ اسی زمانہ کی بات ہے کہ شیعی حکومت کے وزیر "شاور" کو اسکے حریف "زرغام" نے بے دخل کر دیا اور خود وزارت پر متمکن ہو گیا۔ شاور اپنے حریف کے خلاف مدد طلب کرنے کی غرض سے نورالدین زنگی کے پاس پہونچا۔ آپ نے اسے مصر میں داخلہ کا ایک سنہرا موقع جانا۔ بیت المقدس کی آزادی کے ساتھ ساتھ مصر سے شیعی حکومت کا خاتمہ آپ کی دلی تمنا تھی(1)۔

عالم اسلامی کے قلب میں شیعی حکومت کا یہ وجود صلیبیوں سے کم خطرناک نہیں تھا۔ یہ ماضی میں صلیبیوں کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بارہا اتحاد کر کے مسلمانوں کو زک پہونچانے کی کوشش کرتے رہے تھے۔ انہوں نے شریعت مطہرہ کی بیخ کنی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا۔ عالم اسلامی کے اندر اس فتنہ کا قلع قمع ہر مسلمان کا اولین فرض بنتا تھا۔

نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے انکے آپسی انتشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے سب سے معتمد سپہ سالار "اسد الدین شیر کوہ" کو 1164ء میں مصر کی مہم پر روانہ کیا۔ شیر کوہ نے دمشق کی گلیوں مین پروان چڑھنے والے، اور نور الدین زنگی کے سایۂ عاطفت سے فیض یاب اپنے 27 سالہ بھتیجے صلاح الدین ایوبی کو اپنی اس مہم میں ساتھ لے لیا (2)۔

---

1 - التاریخ الاسلامی، محمود شاکر، ج-2، ص - ۲۸۸۔

2 - صلاح الدین الایوبی وجہودہ فی القضاء علی الدولۃ الفاطمیۃ و تحریر بیت المقدس، ص - 169، ڈاکٹر علی محمد الصلابی۔

مصر میں فاطمی خلافت کا قلع قمع اور نوری پلان کی کامیابی

نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے کمانڈر "اسد الدین شیر کوہ" کیلئے مصر کی یہ پہلی مہم بنیادی طور پر مصر کے اندرونی حالات سے آگاہی اور مصر میں شیعوں کی پوزیشن اور قوت کو سمجھنے کی مہم تھی۔ شیعہ اپنے باہمی نزاع میں نورالدین زنگی سے مدد لینے پر مجبور تھے، لیکن وہ نوری فوج کو پاؤ جمانے کا کوئی موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ مصر کے شیعی وزیر شاور نے دوبارہ حکومت حاصل کرتے ہی صلیبیوں سے اتحاد کر کے شیر کوہ کو شام واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا۔

شیر کوہ صلاح الدین ایوبی کے ساتھ مصر پر کئی بار حملہ آور ہوئے۔ لیکن 1169ء میں جب بیت المقدس کا صلیبی بادشاہ "اموری اول Amalric I, French Amaury or Amauri" فاطمی حکومت سے ٹیکس نہ ملنے پر مصر پر حملہ آور ہوا، اور مصر کے بلبیس شہر میں قتل عام کا مرتکب ہوا تو شیعی وزیر شاور نے مصر کے شہر فسطاس پر اموری کے حملہ سے قبل خود ہی آگ لگادی اور پورے شہر کو جلا ڈالا تاکہ اموری کو اس شہر پر حملہ آور ہو کر محرومی کے سوا کوئی مال و دولت ہاتھ نہ لگے۔ شاور نے قاہرہ کو بھی آگ لگانے کی دھمکی دے ڈالی، تاکہ اموری آگے بڑھنے کے بجائے اس سے سمجھوتہ کر لے۔ اپنے ہی وزیر کے ہاتھوں ان تباہیوں کو دیکھ کر فاطمی خلیفہ کیلئے کوئی چارہ نہ رہا۔ دشمن کو نامراد کرنے کے اس طریقہ میں خود اسکی مکمل تباہی تھی۔ اس نے نور الدین زنگی کے ہاتھوں اپنی جان و عزت بچانے میں عافیت سمجھی۔ نور الدین کو بھی اسی دن کا انتظار تھا۔ انہوں نے فاطمی خلیفہ کی درخواست پر تیسری بار شیر کوہ کو آخری معرکہ کیلئے پوری تیاری کے ساتھ بھیج دیا۔

اس بار اسد الدین شیر کوہ نے موقع گنوائے بغیر قاہرہ پر اپنا قبضہ مستحکم کیا۔ اپنے پہلے حملہ سے لیکر اس دن تک مسلسل 5 برسوں کی جد وجہد کے بعد شیر کوہ اپنی مہم میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور مصر میں وزیر کا عہدہ سنبھال لیا۔ اس دوران شیر کوہ کا نوجوان بھتیجہ سرزمین مصر پر معرکوں کی بھٹی میں تپ کر اسلام کی شمشیر براں بن کر چکا۔ یہ شمشیر صلاح الدین ایوبی کے نام سے جہاد اسلامی کا حسین باب بننے والی تھی۔

حکومت سنبھالنے کے صرف دو مہینے بعد ہی شیر کوہ دار فانی سے رحلت کر گئے۔ مصر میں اب تک شیعی طاقت کا مکمل صفایا نہیں ہو پایا تھا۔ لیکن فوجی طاقت اور زمام اقتدار پر مکمل تصرف نے فاطمی خلیفہ کو مجبور کیا کہ وہ چچا کے بعد بھتیجے صلاح الدین کو وزیر نامزد کرے۔ لیکن ساتھ ہی اس نے صلاح الدین کے قتل کی سازش بھی رچی۔ صلاح الدین بروقت خبر دار ہو گئے، انہوں نے قلعہ میں گھات لگا کر سارے حملہ آوروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا (1)۔

---

1 - التاریخ الاسلامی، محمود شاکر، ج– 2، ص ۲۹۲۔ تاریخ فلسطین تصویروں میں، ڈاکٹر طارق السویدان، ص۱۲۹۔

صلاح الدین ایوبی کے وزیر بننے کے بعد نور الدین زنگی نے انہیں حکم دیا کہ خطبۂ جمعہ میں فاطمی خلیفہ کی معزولی کا اعلان کر کے عباسی خلیفہ کیلئے دعاء شروع کی جائے۔ صلاح الدین ایوبی نے حالات کو سازگار پاتے ہی اس حکم کو نافذ کیا۔ اس حکم کے نافذ ہوتے ہی 1172ء میں فاطمی خلیفہ عاضد کی موت ہوئی اور دو صدیوں بعد مصر شیعی آلائشوں سے پاک ہوا۔ اس اسلام دشمن، گمراہ خلافت کے زوال کی خبر سے پورے عالم اسلامی میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ بغداد میں جشن منایا گیا اور عالم اسلامی میں خوشی کے شادیانے بجائے گئے۔

نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ اور ہم

541 ہجری موافق 1146ء میں اپنے باپ عماد الدین زنگی کی شہادت کے بعد شام کی ریاست حلب سے اپنا سفر شروع کرنے والے نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ۲۸ سال کی مدت میں جو کارنامے انجام دیئے وہ تاریخ اسلامی کا زریں باب بن گئے:

- احیائے سنت وشریعت
- مصر و یمن سے شیعیت کا خاتمہ
- پہلے صلیبی حملہ کے اثرات کا ازالہ اور دوسرے صلیبی حملہ کو شکست سے دوچار کرنا۔
- مصر وشام کا اتحاد۔
- روح جہاد اور اسلام کے اعلی اخلاق واقدار کی پاسدار ایک ایسی نسل کی آبیاری جو انکے بعد انکی مہم کو پایۂ تکمیل کو پہونچا سکے۔

یہ وہ کارنامے ہیں جو ہر عہد میں مسلمانون کیلئے مشعل راہ کا کام کرتے رہیں گے۔ نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد اور اس وقت امت اسلامیہ کو درپیش مسائل کو حل کرنے میں انکی قیادت پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہی ہر مسلمان کے دل سے یہ صدا نکلتی ہے کہ کل اور آج میں کتنی مشابہت ہے !

- ○ کل بھی یورپ کی صلیبی طاقتیں اسلام کے خلاف پے درپے حملے کر رہی تھیں۔
- ✓ اور آج بھی ان حملوں کا سلسلہ مختلف شکلوں میں جاری ہے۔
- ○ کل بھی حملوں کا مرکز شام ومصر تھا۔
- ✓ اور آج بھی خاص طور پر وہی علاقے ہیں۔
- ○ کل بھی شیعوں کا مشن صلیبی کاز کے شانہ بشانہ چلتا تھا۔
- ✓ اور آج بھی چل رہاہے، بلکہ آج ایران وعراق سے لیکر دمشق تک، شیعی طاقتیں جس طرح مسلمانوں کی جان ومال، عزت و آبرو کو پامال کر رہی ہیں وہ کل سے بڑھ کر سفاکانہ ہے۔
- ○ کل بیت المقدس پر صلیبی اموری کا قبضہ تھا۔
- ✓ آج بیت المقدس پر صلیبی یہودی اتحاد قابض ہے۔

فرق صرف یہ ہے کہ کل خلافت کی شکل میں مسلمانوں کی امبریلا قیادت موجود تھی جسکے پیچھے نور الدین زنگی جیسے اسلام اور مسلمانوں کے مخلص سلطان موجود تھے آج ہم اس سے محروم ہیں(1)۔

افسوس کہ آج مسلمان اپنے اس ہیرو کو بھلا چکے ہیں۔ آج ہماری نئی نسل تاریخ اسلامی کے اس عظیم ہیرو کے نام سے بھی واقف نہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ 11 شوال 569ہجری(15 مئی 1174ء) کو اس دنیا کے پردے سے غروب ہونے والا یہ ستارہ ہمارے ذہنوں سے بھی غروب ہو گیا۔

1 - مرکزی خلافت کی سیادت کو تسلیم کرنے والے حکمرانوں کا لقب "سلطان" ہوتا تھا۔ ہندوستان میں مغلیہ بادشاہوں نے اس روایت کی خلاف ورزی کی (سوائے اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے)۔ جبکہ اس سے قبل ہندوستان میں بادشاہ مرکزی خلافت سے اپنی حکومت کیلئے تصدیق نامہ حاصل کرتے تھے۔ اور وہ سلطان کا لقب استعمال کرتے تھے۔ سلطنت مغلیہ کی مرکز خلافت سے قطع تعلق نے اخیر مغلیہ دور میں بڑا منفی اثر چھوڑا۔ اسی دوری کا نتیجہ تھا کہ ان ملکوں کے مقابلہ جو خلافت سے مربوط تھے ہندوستان ایک صدی قبل ہی صلیبیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔

باب چہارم

Chapter – 4
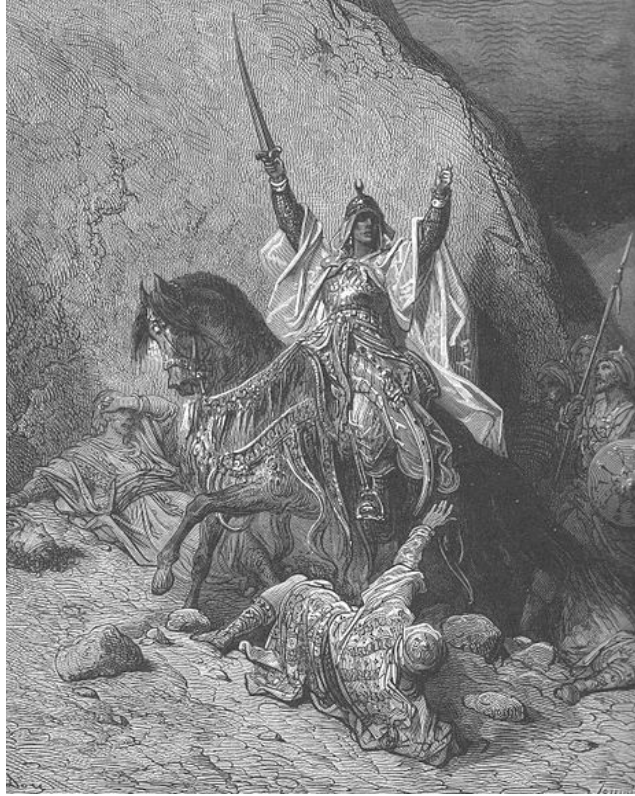
سرزمین شام پر صلیبی جنگیں اور سلطان صلاح الدین ایوبی

مشرق و مغرب کا سورما سلطان صلاح الدین ایوبی

اپنوں اور غیروں، دوست و دشمن، بلا حدود ملک و ملت اگر کسی غازی کو دنیا میں سب سے زیادہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تو وہ سلطان صلاح الدین ایوبی ہیں۔ سلطان کی شخصیت جہاں عالم اسلام میں قابل رشک تھی وہیں یورپ میں افسانوی حیثیت اختیار کر گئی۔

– فولادی شخصیت کے حامل لیکن سینے میں دردمند دل۔

– میدان جنگ میں پہاڑ جیسی صلابت، ساتھ ہی اعلی انسانی اقدار و روایات کے سب سے بڑے پاسباں۔

– مسلمانوں کے محبوب قائد اور غیر مسلموں کے محبوب غمخوار۔

یہ وہ اعلی کردار اور انسانیت کی چوٹی پر فائز مسلم قائد کا نمونہ تھا جسے یورپ کے حملہ آوروں نے جنگ و صلح میں بڑے قریب سے دیکھا اور ایک زمانہ تک اپنے افسانوں اور ناولوں سے لیکر لوک کہانیوں تک اسے اپنا ہیرو بنائے رکھا۔

تاریخ اسلامی پر نظر ڈالیں تو یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ میدان جہاد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان جو شہرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی۔ صحابہ کرام کے بعد سارے مجاہدین و غازیان اسلام میں وہی مقام صلاح الدین ایوبی کو حاصل ہوا۔ اسلام کے ان دونوں سورماؤں کی زندگی میں اور بھی کئی باتیں مشترک ہیں، مثلاً :

- خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار" کا خطاب دیا۔
- ➢ تو صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی ماں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی انہیں بشارت دے رہا ہے کہ تو اپنے بطن میں اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار اٹھائے ہوئی ہے۔
- خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قدس (فلسطین) کی فتح سے قبل اسلام کے تاریخی معرکۂ یرموک میں عیسائیوں کی شان و شوکت توڑ دی جو بیت المقدس کی فتح کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔
- ➢ تو صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخی جنگ حطین میں وہی کہانی دہرائی جو صلیبیوں کے ناپاک وجود سے بیت المقدس کی آزادی کی تمہید ثابت ہوا۔
- خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لاتعداد جنگوں میں باطل طاقتوں سے نبرد آزما ہو کر، دشمنوں کی صفوں میں بے باکی سے گھس کر انکی صفوں کو تتر بتر کرتے رہے لیکن دشمنان اسلام کے ہاتھوں شہید نہ ہو سکے۔
- ➢ ٹھیک اسی طرح سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے دشمنان اسلام کے ساتھ جنگ میں عمر گذار دی، دشمنوں کے نرغہ میں بھی پھنسے لیکن دشمن کے ہاتھوں شہید نہیں ہو سکے، جبکہ شہادت دونوں کی تمنا تھی۔
- خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جس دن سے شام میں داخل ہوئے اسی سر زمین پر لڑتے ہوئے وہیں مدفون ہوئے۔

- صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جب حکومت حاصل ہونے کے بعد شام میں قدم رکھا تو اسی سرزمین پر جہاد کرتے ہوئے وہیں جان جاں آفریں کے سپرد کی اور اسی خاک میں مدفون ہوئے۔

آج بھی اسلام کی ان دونوں عظیم ہستیوں کی قبریں اسی سرزمین سے مسلمانوں کو اپنے عظمت رفتہ کی بحالی کا پیغام دیتی ہیں۔

دمشق میں مسجد اموی سے متصل سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر

حمص میں مسجد خالد بن ولید جس میں آپ کی قبر بھی ہے

سیریا میں جاری جنگ میں ایرانیوں اور نصیریوں کی بمباری کے بعد شہر حمص اور مسجد خالد بن ولید کی تباہی کا منظر
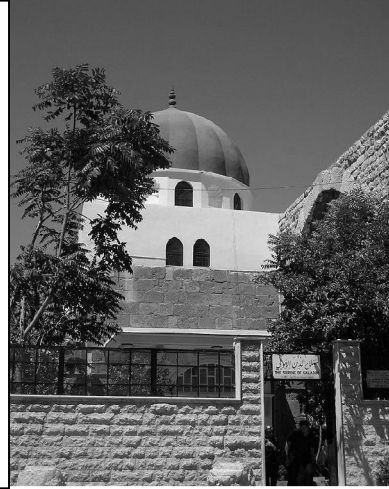
مکمل تباہی سے قبل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قبر

شیعوں سے ابتداء اور صلیبیوں پر انتہاء

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان ہوا صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عملی زندگی کا سفر اپنے چچا کے ساتھ اس فوجی مہم سے شروع کیا جو نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے 1164ء میں مصر کی طرف فاطمی خلافت کے قلع قمع کیلئے بھیجی تھی۔

- صلاح الدین ایوبی اپنے چچا شیر کوہ کے ساتھ 1169ء میں تیسری فوجی مہم میں مصر پر کنٹرول حاصل کرنے کامیاب رہے۔
- اپنے چچا کے وزیر بننے اور دو مہینہ کے اندر انکے انتقال پر مصر میں عہدۂ وزارت سنبھالا۔
- نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر جمعہ کے خطبہ میں عباسی خلیفہ کیلئے دعاء کا حکم دیا اور یہودی شیعی فاطمی خلافت کی انتہا کا اعلان کیا۔ اسکے ساتھ ہی فاطمی شیعی خلیفہ لاچاری کی حالت میں 1172ء میں فنا کے گھاٹ اترا اور صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ مصر کے سلطان قرار پائے۔
- 15 مئی 1174ء کو نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جب شام کی حالت دگرگوں ہوگئی، تو آپ شام کی طرف پلٹے۔ بچپن اور عنفوان شباب کی گلیاں آپ کو آواز دے رہی تھیں، مصر میں اپنے معتمد کو بحال کر کے شام کا رخ کیا۔
- شام میں آپ نے مسلسل ایک مہینہ تک مختلف ریاستوں کو اپنے جھنڈے تلے متحد کیا، اور پھر مصر آکر ملک کی دینی و اقتصادی اصلاح کے عمل کو پایۂ تکمیل کو پہونچایا۔

مصر سے شیعیت کا خاتمہ

فاطمی شیعوں نے اپنے عہد ظلم و استبداد میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو شیعیت اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ انکے عہد میں ۹۹۱ء میں ایک مسلمان کو صرف اسلئے مارا اور شہر بھر میں گھمایا گیا کہ اسکے پاس حدیث کی کتاب مؤطا امام مالک پائی گئی تھی۔ 1004ء میں شیعی خلیفہ حاکم بامر اللہ نے مسلمانوں کو جبرا اپنے گھروں پر صحابہ کرام کے حق میں توہین آمیز کلمات لکھنے کا حکم دیا۔ مسلمان انکے مظالم کے خوف سے ایسا کرنے پر مجبور تھے۔ سنی علماء و فقہاء کو قتل یا ملک بدر کر کے عقائد شیعیت کی تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا۔ جو انکے عقیدہ کی کتاب حفظ کرلیتا اسے مال سے نوازا جاتا۔ یہ اور اسکے علاوہ دیگر مظالم سے جب مسلمانوں کو آزادی ملی اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے انہیں ظلم وخوف کی حالت سے نکالا تو مصر میں شیعیت خود بخود دم توڑ گئی(1)۔

---

1 - صلاح الدین ایوبی، ص- ۲۸۸، ڈاکٹر علی محمد الصلابی۔

اس فاسد نظام کے زہریلے اثرات کو دور کرنے کیلئے صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے فوری اور ٹھوس اقدامات کئے۔ فاطمیوں کی قائم کردہ جامع ازہر کو بند کیا۔ جامع ازہر جو بعد میں عالم اسلامی کی سب سے بڑی درسگاہ کی حیثیت سے ابھری اسکی بنیاد شیعوں نے اپنے دین وعقیدہ کی تعلیم وترویج کیلئے رکھی تھی۔ صلاح الدین ایوبی نے اس وقت اس مسجد میں خطبہ بند کرانا مناسب سمجھا جسے بعد میں ممالیک (غلام خاندان) نے اپنے عہد میں اسلام کی خدمت کیلئے استعمال کرتے ہوئے اسے عالم اسلام کی سب سے بڑی درسگاہ بنادیا۔

صلاح الدین ایوبی کے اس اصلاحی مہم میں علماء کی ایک بڑی تعداد آپ کے ساتھ تھی۔ آپ نے ان کی رہنمائی میں اس بار گراں کو بخوبی نبھایا۔ وہ جلیل القدر علماء جو مصر سے لیکر شام تک آپ کے شانہ بشانہ چلے ان میں قاضی الفاضل، العماد الاصفہانی، بہاء الدین بن شداد، شرف الدین بن ابی عصرون، العز بن عبد السلام، فقیہ عیسی الہکاری کے نام سرفہرست ہیں۔

صلیبیوں کے خلاف اسلام کی شمشیر براں

سلطان صلاح الدین ایوبی کا مطمح نظر اگر:

- مصر میں بادشاہت کا حصول ہوتا تو انہیں قدرت نے اس منزل تک پہونچادیا تھا۔
- اگر انہیں ایک وسیع مملکت کی طلب تھی تو اللہ نے حجاز ویمن بھی انکی جھولی میں ڈالدیا تھا۔
- اگر عروس عرب شام کا حسن انہیں لبھاتا تھا تو شام بھی انکے تصرف میں آچکا تھا۔

اس مرد مجاہد کی زندگی میں قصر سلطانی کبھی بھی اسکا ہدف نہیں رہا۔ مصر پر 24 اور شام پر 19 سال کی حکومت کی مدت میں اس شہسوار نے 16 سال میدان جہاد میں گھوڑوں کی پیٹھ پر گذار دیئے۔ آپ چاہتے تو شاہی محلات میں داد عیش دیتے لیکن اس شاہین کو صلیبیوں سے نبرد آزمائی میں کبھی اپنا آشیانہ بنانے کا وقت نہیں ملا۔ ڈاکٹر طارق السویدان اپنی کتاب "تاریخ فلسطین" میں لکھتے ہیں:

آپ شجاع، قوی اعصاب کے مالک، جہاد پر کاربند اسلام کے اولوالعزم سورماؤں میں تھے۔ عکا پر لشکر کشی کے دوران ایک دن آپ نے کہا، میری دلی خواہش ہے کہ شام کے ساحلی علاقوں پر فتح حاصل کرنے اور اسے عیسائیوں سے پاک کرنے کے بعد میں کسی کو ملک کا انتظام وانصرام دے دوں اور خود سمندر عبور کر کے پورے یورپ کو اسلام کے زیر نگیں کر دوں، یہاں تک کہ یہ روئے زمین کفر سے پاک ہو جائے یا میں اس راہ میں اپنی جان دے دوں (1)۔

1 - تاریخ فلسطین تصویروں میں، صفحہ 134

ہلال وصلیب کی کشمکش میں سلطان اور ارناط

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے جس دور میں اقتدار سنبھالا وہ دور عالم اسلام کے زوال اور اس پر صلیبی یلغار کا دور تھا۔ نور الدین زنگی کا ادھورا مشن آپکے سامنے تھا۔ آپ نے شام کو اپنی جولانگاہ بناتے ہوئے شام کے ساحلی علاقوں کی صلیبی حکومتوں کو اپنا ہدف بنایا۔ آپ کی اس مہم میں آپ کی منزل بیت المقدس تھی۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا پہلے صلیبی حملہ کے نتیجہ میں قدس (فلسطین) کے ساتھ ہی شام کے ساحلی علاقے بھی عیسائیوں کے قبضہ میں چلے گئے تھے اور اس وقت سے برابر ان علاقوں پر انکی حکومت قائم تھی (1)، جہاں انہیں سمندر کے راستہ یورپ سے فوجی امداد ملتی رہتی اوران کیلئے سمندری راستوں سے تجارت کی سہولت بھی تھی۔ انہیں حکومتوں میں انکی ایک حکومت کرک میں قائم تھی جہاں ایک صلیبی حکمران ارناط اپنے مضبوط قلعہ سے حکومت کرتا تھا۔

ارناط ایک بد عہد اور بد طینت قزاق صلیبی حکمران تھا۔ مسلمانوں سے بارہا معاہدے کر کے توڑ تا رہا۔ وہ مسلمانوں کو گزند پہونچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ اسکی خباثتیں اس درجہ بڑھ گئیں کہ اس کے فاسد دماغ میں مکہ و مدینہ پر چڑھائی کی گھناؤنی سازش سر اٹھانے لگی۔ اس نے اس مقصد سے اپنے قلعہ میں خفیہ طریقہ سے ایک بحری بیڑا تیار کیا۔ اس کام میں رازداری برتنے کیلئے اس نے ان کشتیوں کو کھول کر عقبہ تک پہونچایا اور وہاں سے اسکے فوجی ان پر سوار ہو کر جزیرۃ العرب کی طرف بڑھے۔ ادھر شام میں اسلامی فوجوں کی توجہ بٹائے رکھنے کیلئے اس نے مسلمانوں کے **مختلف** قافلوں پر حملے شروع کر دیئے، لیکن جلد ہی سلطان صلاح الدین ایوبی کی انٹیلیجنس بیورو نے اس سازش کا پردہ فاش کر دیا۔

آپ کے پاس خود اپنی فوج لیکر شام سے اقدام کرنے کا وقت نہیں رہا تھا۔ آپ نے مصر میں اپنے بھائی عادل کو مکہ و مدینہ کی حفاظت کیلئے فوری حرکت کا حکم دیا۔ عادل مصری بحری بیڑے کے ساتھ تیزی سے اس خبیث فوج کے تعاقب میں نکلے۔ ارناط کی فوج جدہ سے 140 کیلو میٹر دور رابغ کے ساحل پر اتری اور مدینہ کی طرف بڑھی۔ جلد ہی مصری بحری بیڑا بھی رابغ پہونچ گیا۔ حوراء کے ساحل پر مسلمانوں نے اس خبیث فوج کو جالیا، گھمسان کی جنگ ہوئی، عادل اپنی چھوٹی سی فوج سے ارناط کی بڑی فوجی طاقت کو اللہ کی مدد سے شکست دینے میں کامیاب رہے۔ لاتعداد عیسائی قتل ہوئے، مکروہ عزائم کے حامل پراگندہ سر کچل دئے گئے۔

1 – ملاحظہ ہو نقشہ: پہلے صلیبی حملہ کے نتیجہ میں بننے والی صلیبی ریاستیں

حاجیوں کے قافلہ پر ارناط کا حملہ

سلطان صلاح الدین ایوبی ارناط کی مکہ و مدینہ کی طرف گندی نگاہ اٹھانے سے بڑے غضبناک تھے۔ آپ نے کرک کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ چونکہ اس مضبوط قلعہ کو فتح کرنا آسان نہیں تھا، اسلئے سلطان نے اسکیلئے مزید تیاریوں کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے محاصرہ اٹھا لیا۔

ارناط اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا۔ اس نے 582ہجری موافق 1186ء میں ایک دوسری انسانیت سوز حرکت کا ارتکاب کیا۔ وہ حج کے ایک پر امن قافلہ پر حملہ آور ہوا۔ نہتے حاجیوں کا قتل عام کیا، انہیں لوٹا اور جو زندہ بچ گئے انہیں قیدی بنالیا۔ سلطان کو جب اسکی خبر ہوئی تو آپ نے ارناط کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے کی نذر مانی اور قسم کھائی۔

اب صلیبوں کے خلاف بھرپور کاروائی کا وقت آگیا تھا۔ سلطان نے مصر میں ایک بڑی اسلامی فوج کی تیاری کا حکم دیا اور عیسائیوں کی توجہ بٹائے رکھنے کیلئے ان پر چھوٹے چھوٹے حملے بھی کرتے رہے۔ سلطان کی عبقری شخصیت، آپکی جنگی مہارت اور سیاسی ذہانت بیک وقت کئی محاذوں پر دشمن کے ساتھ نبرد آزما تھی:

- آپ نے عیسائی حکومتوں میں اپنا جاسوسی نٹ ورک قائم کیا۔
- عیسائی سلطنتوں اور انکے حکمرانوں کو الگ الگ معاہدوں میں الجھا کر انکے درمیان باہمی بے اعتمادی اور افتراق پیدا کیا۔
- انطاکیہ کی عیسائی حکومت پر چڑھائی کی اور اسے عیسائیوں سے توڑ کر ایک الگ معاہدہ کا پابند کر دیا۔
- قدس (فلسطین) کی عیسائی حکومت سے امن معاہدہ ختم کیا، اور ان کے باہمی اختلافات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے ایک لیڈر "ریمنڈ" کو توڑ لیا۔

ان سیاسی تدبیروں اور جنگی تیاریوں نے عیسائیوں میں بے چینی کی حالت پیدا کر دی۔ اسی دوران آپ نے صفوریہ کے مقام پر عیسائی فوجی اڈہ پر شب خون مارا۔ عیسائی اس کاری ضرب سے تلملا اٹھے۔ صفوریہ ایک سرسبز مقام تھا، جہاں عیسائی فوج کو ہر طرح کی سہولتیں حاصل تھیں۔ صلاح الدین ایوبی اس کامیاب کاروائی کے بعد تیزی سے اپنی فوج لیکر صفوریہ سے نکل گئے اور عیسائیوں کے اگلے اقدامات کا انتظار کرنے لگے۔

سلطان کی ان برق رفتار کاروائیوں نے عیسائی حکومتوں کو متزلزل کر دیا۔ انہیں یقین ہونے لگا کہ ان پر دائرہ تنگ کیا جارہا ہے۔ ہر گذرتے دن کے ساتھ صلاح الدین ایوبی انہین اپنے نرغہ میں لے رہے ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنے باہمی اختلافات کو بھلا کر اتحاد کا مظاہرہ کیا، اور اس خطرہ کا سامنا کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ بالآخر عیسائیوں نے 63 ہزار جنگجوؤں پر مشتمل ایک بڑی فوج صفوریہ میں سلطان کو ٹکر دینے کیلئے جمع کرلی۔

حطین کی عظیم تاریخی جنگ

سرزمین شام پر اسلام و نصرانیت کے بیچ یوں تو سیکڑوں معرکے رونما ہوئے لیکن ان میں دو معرکوں کو تاریخ میں جو شہرت حاصل ہوئی وہ کسی اور جنگ کے حصہ میں نہیں آئی۔ تاریخ اسلام میں سرزمین شام پر وہ دو جنگیں جو بڑی عزت و شرف کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں، ان میں ایک **معرکۂ یرموک** ہے جو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے کمانڈ میں لڑی گئی اور دوسری جنگ **حطین** ہے جسکے ہیرو صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اصفوریہ کے حادثہ کے بعد شام میں موجود صلیبی طاقتیں ایک بڑی فوج لیکر سلطان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کیلئے جمع ہوئیں۔

– ان میں بیت المقدس کی صلیبی حکومت کا بادشاہ گی لوزینان Guy of Lusignan
– طرابلس کا حکمراں ریمنڈ
– کرک کی ریاست کا ملعون والی ارناط
– جبیل کا حکمراں "اوک"
– تبنین کا حکمراں "ہنفری بن ہنفری

گویا بلاد شام میں موجود صلیبی طاقتوں کا نچوڑ جمع ہو گیا۔ یہ سب صفوریہ میں ہی پڑاؤ ڈالے مسلم فوج کے انتظار میں رہے۔ وہ صفوریہ سے نکل کر سلطان کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں کر پا رہے تھے۔

یہ مقام ان کیلئے آئیڈیل تھا۔ یہاں ان کی فوج کیلئے پانی، اور گھوڑوں کیلئے چارے کا وافر انتظام تھا۔ عیسائیوں کی 63 ہزار فوج کے مقابلہ صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی فوج رضاکار مجاہدین کے علاوہ ۱۲ ہزار باقاعدہ فوج پر مشتمل تھی۔ اسلئے آپ ان سے اس مقام پر براہ راست ٹکرانا نہیں چاہتے تھے۔ آپ انہیں صفوریہ سے نکالنا چاہتے تھے، چنانچہ آپ گاہے بگاہے فوج کی چھوٹی ٹکڑیوں سے ان پر شب خوں مارتے اور انہیں اپنے تعاقب میں اس مقام سے نکلنے پر اکساتے رہے۔

اس مسئلہ پر کہ سلطان کا مقابلہ صفوریہ سے نکل کر کیا جائے یا نہیں، عیسائی دو خیموں میں بٹ گئے۔ اس مقام کو نہ چھوڑنے والوں کی رائے غالب تھی۔ سلطان نے اپنی پلاننگ کو کارگر نہ پاکر دوسرا راستہ اختیار کیا۔ آپ نے عیسائیوں کی ایک ریاست طبریہ پر حملہ کرکے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اب عیسائیوں کے اندر اختلافات اور بھی شدید ہو گئے۔

ایک فریق کی رائے تھی کہ صلاح الدین کو یوں ہی چھوڑا نہیں جاسکتا کہ وہ یکے بعد دیگرے ہماری ریاستوں پر قابض ہوتے چلے جائیں اور ہم صفوریہ میں بیٹھے رہیں۔ دوسرے گروپ کی رائے تھی کہ صلاح الدین ہمیں اپنی پسند کی جگہ کی طرف کھینچنا چاہتے ہیں جہاں وہ ہمیں اپنے حربوں سے پھنسا سکیں۔

بالآخر پہلے گروپ کی رائے غالب آئی۔ وہ سلطان کی فوج کا پیچھا کرتے ہوئے صفوریہ سے نکلے، انکا رخ طبریہ تھا جہاں سلطان باقاعدہ ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے۔ صفوریہ اور طبریہ کے درمیان راستہ سنگلاخ اور ناہموار تھا۔ عیسائی فوج کے پاس اسکے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ تھا۔ سلطان کی مراد پوری ہوئی۔ وہ عیسائی فوج کو انہیں راستوں پر لانا چاہتے تھے۔ آپ نے اپنی برق رفتار فوج کو حکم دیا کہ راستہ کے سارے کنوؤں کو پاٹ دیا جائے۔ سلطان کے انوکھے فن حرب، کم تر عددی قوت سے ایک بڑی فوج کا شکار ایک ایسا امتیاز تھا جو اپنے آپ میں بے مثال تھا۔

سلطان کی فوج نے شیروں کی شکاری تدبیر کی مانند عیسائی فوج کو اپنے نرغے میں بڑھنے دیا۔ فوج کی چھوٹی ٹکڑیاں عیسائی فوج کے اگلے پچھلے حصوں پر برق رفتاری سے حملہ آور ہوتیں اور اسی تیزی او جھل ہو جاتیں۔ ان حالات نے عیسائی فوج کو نفسیاتی طور پر کمزور کر دیا۔ اس پر مستزاد پانی کی کمی۔ اسی حال میں وہ طبریہ سے چند میلوں کی دوری پر حطین نامی گاؤں کی کھلی وادیوں تک پہونچے۔

حطین میں صلاح الدین کی عظمت اور اللہ کی نصرت

24 ربیع الاول 583 ہجری موافق ماہ جولائی 1187ء کو سلطان اپنی فوج لیکر طبریہ سے حطین پہونچ گئے۔ آگے بڑھ کر صلیبیوں کے استقبال کا مقصد صلیبیوں کو طبریہ جھیل سے دور رکھنا اور پانی کی سپلائی لائن بند کرنا تھا۔ صلیبیوں نے حطین کے ٹیلوں پر پڑاؤ کیا۔ جنگی نقطۂ نظر سے اس مقام کا انتخاب ان کے حق میں نہیں تھا۔

حطین کا میدان

دونوں فوجوں کے آمنے سامنے ہوتے ہی جنگ چھڑ گئی، پہلے دن کی جنگ کے بعد عیسائی رات کو حطین کی ہموار زمینوں پر اتر آئے۔ اسی رات صلاح الدین ایوبی نے انہیں چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا اور ان کیلئے کسی طرف سے نکلنے کا راستہ نہ چھوڑا۔ صلیبی رات بھر مسلمانوں کی تسبیح و تہلیل سے کانپتے رہے۔ صبح انہوں نے خود کو مسلمانوں کے گھیرے میں پایا۔ فجر علی الصباح مسلمانوں نے زبردست حملہ کیا، 7 گھنٹوں تک گھمسان کی جنگ ہوئی۔ صلیبیوں نے پانی تک پہونچنے کی انتھک کوشش کی مگر وہ حصار توڑنے میں ناکام رہے۔ وہ کسی طرح پانی تک پہونچنا چاہتے تھے، لیکن ہر بار مسلم جانبازوں نے انکے منہ پھیر دئے، انہیں ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔

طرابلس کی صلیبی حکومت کے حکمراں ریمنڈ نے اپنے چنندہ شہسواروں پر مشتمل ایک دستہ کو لیکر مسلم فوج کے حصار کو توڑنے کی کوشش کی۔ سلطان نے اپنی فوج کو اشارہ کیا کہ اسے نکلنے دیا جائے۔ بزعم خویش ریمنڈ جب حصار توڑ کر نکل آیا تو مسلمانوں نے فوراہی اس گیپ کو بند کر دیا۔ جلد ہی ریمنڈ کو احساس ہو گیا کہ وہ اپنی فوج سے کٹ چکا ہے، اس صورتحال سے خوف زدہ وہ سیدھا اپنی ریاست کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی: تاریخی طبریہ جھیل، صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے جسکے پانی تک صلیبیوں کو رسائی نہ دی، آج اسرائیل کے قبضہ میں ہے۔
قیامت کی بڑی علامتوں میں اس جھیل کا ذکر بڑی خصوصیت سے آتا ہے۔ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق قیامت سے قبل اسکے سوکھنے (ماہرین ماحولیات کے مطابق اس جھیل کا پانی گذرتے وقت کے ساتھ گھٹ رہا ہے)، اور اس جھیل سے یاجوج ماجوج کے گذرنے کی خبر دی گئی ہے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ یاجوج وماجوج اس جھیل سے پانی پئیں گے، انکی فوج اتنی بڑی ہو گی کہ جب اسکی پچھلی صفوں والے وہاں پہونچیں گے تو جھیل خشک ہو چکا ہو گا صحیح مسلم نے ''کتاب الفتن واشراط الساعۃ'' کے باب میں اسکے متعلق ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔

سلطان کی تدبیر کارگر ثابت ہوئی۔ عیسائی فوج اپنے ایک ممتاز جنگجو قائد سے محروم ہو گئی۔ اللہ کی طرف سے ایک نئی مدد آئی، عیسائی فوجوں کے مخالف ہوائیں چلنے لگیں۔ گرمی کی اس شدت میں گرم ہواؤں نے عیسائیوں کو پیاس سے مزید تڑپا دیا۔ سلطان نے اپنے حق میں اس مبارک ہوا کا کارگر استعمال کرتے ہوئے حکم دیا کہ سوکھی گھاسوں میں آگ لگا دی جائے۔ ہوا کے رخ پر آگ کی تپش، دھوئں کی گھٹن اور بڑھتی ہوئی پیاس کی شدت نے صلیبیوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ وہ پیچھے ہٹتے ہوئے پہاڑ پر چڑھ گئے اور اپنے بادشاہ کے لئے ایک خیمہ نصب کرنے میں کامیاب رہے۔

مسلمانوں نے زور کا حملہ کیا، عیسائی فوجیوں کے سر دھر سے جدا ہونے لگے۔ بہت سارے ہتھیار ڈال کر خود کو مسلمانوں کے حوالہ کرنے لگے۔ اس جنگ میں صلیبیوں کا سب سے بڑا ہتھیار وہ صلیب تھا جسے "صلیب صلابوت" کہا جاتا تھا۔ انکے اعتقاد کے مطابق اس صلیب کے اندر اس اصلی صلیب کا ایک ٹکڑا تھا جس پر نعوذ باللہ عیسی علیہ السلام کو پھانسی دی گئی تھی۔

وہ اس صلیب کو سونے چاندی اور جواہرات سے مزین کر اس اہم جنگ میں اپنے ساتھ لائے تھے۔ انکے جھوٹے عقیدہ کے مطابق یہ صلیب ان کیلئے نصرت الہی کے حصول کا ذریعہ تھی۔ اس صلیب کی موجودگی میں وہ آخری دم تک لڑنے کا حوصلہ پا رہے تھے، لیکن جنگ کی اس صورتحال میں وہ اس صلیب کو سنبھالنے سے قاصر تھے۔

صلیب صلابوت پر مسلمانوں کے قبضہ نے انکا رہا سہا حوصلہ توڑ دیا۔ جنگ کے حتمی نتیجہ تک پہونچنے کیلئے مسلمانوں کو عیسائی بادشاہ کے خیمہ کو گرانا لازم ہوگیا، جو پہاڑ پر نصب تھا۔ اس خیمہ کو باقی ماندہ ۱۵۰ چنندہ عیسائی جنگجوؤں نے گھیر رکھا تھا۔ انہوں نے بے جگری کا ثبوت دیتے ہوئے مسلمانوں کے تین حملوں کو ناکام کر دیا تھا۔ سلطان نے اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ کسی طرح بادشاہ کے خیمہ کو گرایا جائے۔ کچھ مسلمان فوجی اس خیمہ تک پہونچنے اور اسے گرانے میں کامیاب رہے۔ خیمہ گرتے ہی سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے حضور سر بسجود ہو گئے(1)۔

صلیبیوں کی پوری فوج فلسطین کے بادشاہ "گی لوزینان" کی قیادت میں یا تو قتل ہوئی یا پھر گرفتار ہوئی۔ گرفتار ہونے والوں میں:

- خود بادشاہ Guy of Lusignan،
- کرک کا حکمراں ارناط،
- جبیل کا حکمراں "اوک" اور
- تبنین کے حکمراں "ہنفری بن ہنفری کے ساتھ، صلیبیوں کے مایۂ ناز گھوڑ سوار دستوں کے قائدین اور بڑے بڑے صلیبی امراءورؤساشامل تھے(2)۔

مجموعی طور پر صلیبیوں کی 63ہزار فوج میں سے ۳۰ ہزار موت کے گھاٹ اتری اور باقی ماندہ گرفتار ہوئی۔

1- الکامل فی التاریخ جلد – 11، ص- 536

2- النوادر السلطانیہ، ص- 77

ارناط کو قتل کرنے کی نذر اور قسم پوری ہوتی ہے

اس فتح کے بعد سلطان کیلئے خیمہ لگایا گیا۔ آپ اللہ کی حمد وثنا میں مشغول ہوگئے۔ بعد ازاں بیت المقدس کے بادشاہ "گی آل لوزینان Guy of Lusignan" اسکا بھائی، کرک کا شریر حکمران "ارناط" اور دیگر حکمرانوں کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ بادشاہ کو سلطان نے اپنے برابر تخت پر بٹھایا، اسکے ساتھ ہی ارناط بھی بیٹھا، قیدی بادشاہ کو ٹھنڈا مشروب پیش کیا گیا۔

فلسطین کے بادشاہ "گی لوزینان" کو شدید پیاس لگی تھی اس نے مشروب پی کر پیالہ ارناط کی طرف بڑھا دیا۔ سلطان اسکی چال کو سمجھ گئے۔ آپ نے فرمایا: میں نے مشروب تمہیں پیش کیا ہے، تمہیں اجازت نہیں دی کہ تم اسے بھی پلاؤ۔ ارناط کے لئے میں نے کوئی وعدہ نہیں کیا۔

سلطان کے خیمہ اور صلیبیوں کے ہتھیار ڈالنے کا ایک تصوراتی اسکیچ

یہ اشارہ تھا مسلمانوں اور عربوں میں رائج اس جنگی اصول کی طرف کہ اگر فاتح نے اپنے قیدی کو کھانا یا پانی پیش کردیا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ اسے موت کی سزا نہیں دی جائے گی۔ سلطان نے نذر مان رکھی تھی کہ اگر وہ ارناط پر فتح پالینگے تو اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کرینگے، اس لئے وہ ارناط کو پانی نہیں دینا چاہتے تھے۔ اسکے بعد عیسائی بادشاہ کیلئے کچھ کھانا لایا گیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد ارناط کو آپ کے سامنے کھڑا کیا گیا۔ آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

ہاں! میں امت محمدی کی عزت وسربلندی کی خاطر لڑنے والا، اور رسول اللہ کا نائب ہوں، میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں(1)۔

1- البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، جلد 8، صفحات 445 - 454

اس ملعون نے اسلام کی دعوت کو نہ صرف ٹھکرایا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ باتیں کی۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ جب سلطان نے اسے اسکی بدعہدیاں اور ماضی میں سلطان سے کئے گئے وعدوں کے خلاف مسلمانوں پر قزاقانہ حملوں کو یاد کرایا تو اس نے اس وقت بھی اپنی خباثت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: یہ بادشاہوں کا اصول رہاہے، خیانت اور فریب وہ سیاست ہے جسکے ذریعہ ملوک وسلاطین لوگوں پر حکومت کرتے ہیں۔

سلطان نے اپنی تلوار بے نیام کی اور ایک ہی وار میں اسے ڈھیر کر دیا۔ اس طرح اللہ نے اپنے برگزیدہ بندے کی نذر پوری فرمادی۔ وہ ملعون جس نے ایک بار مسلمانوں کے ایک قافلہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کی طرف سے اللہ اور جنگی معاہدے کا واسطہ دینے پر دریدہ دہنی سے کہا تھا کہ پکارو اپنے اللہ اور محمد کو کہ وہ تمہیں بچالیں۔ آج اللہ کے حضور اس ندا کی قبولیت کا وقت تھا۔

ارناط کے اس انجام سے عیسائی بادشاہ لرز اٹھا۔ سلطان نے اسے اطمئنان دلاتے ہوئے فرمایا: تمہارے لئے ڈرنے کی کوئی بات نہیں، یہ تو اس ملعون کے کرتوت کی سزا ہے۔ میں نے اسکیلئے نذر مان رکھی تھی۔ پھر آپ نے "گی آل لوزینان" کیلئے خیمہ نصب کروایا اور اسکی حفاظت کیلئے محافظوں کو متعین کر دیا۔ بعد ازاں قاضی ابن ابی عصرون کی معیت میں آپ نے اسے دمشق روانہ کیا اور بیت المقدس کی فتح تک اسے وہیں رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔

قیدی بادشاہ، صلیب صلابوت اور قیدی فوجوں کا کارواں جب دمشق کیلئے روانہ ہوا تو ابن اثیر کہتے ہیں کہ ہم نے بلاد شام کے ایک ایک کسان کو دیکھا کہ وہ اپنے خیمہ کے بانس سے ۳۵۔36 انگریزوں کو ہنکائے لئے جارہا ہے۔ اس زمانہ میں دمشق میں غلاموں کی قیمت ایک جوتی کے برابر پہونچ گئی (1)۔

بیت المقدس کی طرف پیش قدمی

بیت المقدس پر اسلام وعیسائیت اور یہودیت کی جنگ تاقیامت جاری رہے گی۔ مسلمانوں کے اوپر اس مقدس سرزمین پر پرچم توحید کی بلندی اور دشمن کے قبضہ میں ہونے کی صورت میں اسکی بازیابی ایسی ذمہ داری ہے جس سے وہ کسی بھی حال اور عہد میں بری الذمہ نہیں ہوسکتے۔

- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے 637ء میں بنفس نفیس اس مقدس مقام پر اسلام کی بالادستی کا اعلان کیا تھا۔

1 - کتاب الروضتین، ج- 2، ص- 82، مزید دیکھیں: اسلام ویب، محاضرات مقروءۃ، القدس، شیخ سید حسین العفانی

- ساڑھے چار سو سالوں کے بعد مسلمانوں کے ضعف ایمانی سے یہ عزت وافتخار مسلمانوں کے ہاتھوں سے جاتا رہا۔
- ۱۰۹۹ء میں صلیبی بیت المقدس پر قابض ہوگئے۔
- آج ایک بار پھر ۹۱ سالوں بعد سلطان صلاح الدین ایوبی کی قیادت میں فرزندان توحید نے پوری امت کی طرف سے اس فریضہ کو ادا کرنے کا عزم مصمم کیا۔

حطین کی فتح کے بعد صلیبی قوت پاش پاش ہوگئی۔ القدس (فلسطین) کا بادشاہ دمشق میں قید تھا۔ سرکش ارناط واصل بجہنم ہوا۔ طرابلس کا صلیبی حکمراں ریمنڈ اس جنگ کے صدمہ سے مر گیا۔ عیسائیوں کے سرفروش جنگجو حطین کے میدان میں خاک و خون میں لت پت ہوگئے۔ سلطان کی ایمانی صلابت، عبقری قیادت اور مجاہدین کی شجاعت وجانبازی نے حطین کے میدان میں کئی گنا بڑی فوج کو شکست سے دوچار کرکے صحابہ کرام کی ملکوتی فوج کی یاد تازہ کردی۔

مسلمان قائد وعوام جب بھی اپنے اسلاف کی حرارت ایمانی سے خود کو چارج کرینگے تو یقیناً نتائج بھی وہی حاصل ہونگے جو دنیا نے آغوش نبوت کے پرورده شاہینوں کے اندر مشاہدہ کیا تھا۔ اب یہ فوج جدھر بھی رخ کرتی فتح ونصرت اسکے قدم چومتی۔ اس عظیم قائد اور اسکی اسلامی فوج نے عسقلان، عکا، ناصرہ، حیفاء، نابلس، بیسان، یافا، صیدا، بیروت اور رملہ کے علاوہ دیگر ریاستوں کو فتح کرتے ہوئے صرف دو مہینہ کے اندر وہ کر دکھایا جو مسلمان گذشتہ صدی بھر کرنے میں ناکام رہے تھے۔ یہ سب کچھ معرکۂ حطین کا نتیجہ تھا۔ یہ جنگ رہتی دنیا تک مسلمانوں کے ذہنوں پر اپنے انمٹ نقوش چھوڑ گئی۔

بیت المقدس کی آزادی کی مبارک ساعت

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی اگلی منزل بیت المقدس تھی۔ آپ نے پورے عالم اسلام میں بیت المقدس کی فتح کیلئے مسلمانوں کا لہو گرما دیا۔ مسلمان ہر سمت سے علماء وفقہا کی سربراہی میں قبلۂ اول کی آزادی کیلئے جوق در جوق نکل پڑے۔ سلطان نے گرچہ مدینۃ القدس کے ارد گرد کی صلیبی ریاستوں کو پہلے ہی فتح کرلیا تھا، پھر بھی انکی باقی ماندہ ریاستوں کی طرف سے مدینۃ القدس کے صلیبیوں کی کسی ممکنہ امداد کو روکنے کیلئے آپ نے مختلف فوجی دستے ان راستوں میں تعینات کردئے، اور شہر قدس کو اپنی حصار میں لے لیا۔ قدس کا بادشاہ دمشق میں قید تھا، اسکی عدم موجودگی میں "بالیان Balian d'Ibelin" نے شہر کے دفاع کی ذمہ داری سنبھال لی۔

بالیان Balian d'Ibelin ایک فرانسیسی کمانڈر تھا، جنگ حطین میں صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت قلبی اور عفو ودرگذر سے آزاد ہوا تھا۔ اسے اس شرط پر فلسطین جانے کی اجازت دی گئی تھی کہ وہ فلسطین میں صرف ایک رات قیام کرکے اپنی بیوی سابقہ ملکۂ فلسطین کو لیکر شہر سے نکل جائیگا۔ فلسطین پہونچ کر اس نے یہ عہد توڑ دیا اور بیت المقدس کے صلیبیوں کی درخواست پر انکی کمانڈ سنبھال لی۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ بیت المقدس کے ہیڈ پادری ہر قل کی وجہ سے وہ ایسا کرنے پر مجبور ہوا، اور اس نے ایک خط لکھ کر سلطان کو حالات سے آگاہ کر دیا تھا (1)۔

شہر کے دفاع کیلئے 60 ہزار صلیبی جنگجوؤں پر مشتمل فوج تیار کی گئی۔ مسلمان فوجیں ۱۲ دنوں تک شہر کا محاصرہ کئے رہیں، اور جب وہ شہر کے دفاع کو توڑنے کے قریب پہونچ گئیں تو "بالیان" نے صلح کا پیغام بھیجا۔ بالآخر اس شرط پر صلح طے پائی کہ سارے صلیبیوں کو فدیہ ادا کرنے کے بعد شہر چھوڑ کر جانے کی اجازت ہوگی، انہیں قیدی نہیں بنایا جائے گا۔

- مردوں کا فدیہ 10 دینار، عورتوں کا 5 اور بچوں کیلئے ایک دینار۔ مدت ادائیگی 40 دن قرار پائی۔
- اس مدت کے اندر فدیہ ادا نہ کرنے والوں کو قیدیوں میں شمار کیا جائیگا۔

شہر قدس میں سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کا داخلہ

27 رجب 583 ہجری (12 اکتوبر 1187ء) بروز جمعہ ملکوتی جلو میں مجاہدین اپنے قائد کے ساتھ شب معراج کو اس مقدس شہر میں داخل ہوئے۔ صلیبی ہتھیار ڈال کر سرنگوں تھے۔ شہر کی فصیلوں پر اسلامی پرچم لہرانے لگا تھا۔ شب اسرء و معراج میں بیت المقدس کی بازیابی، اس حسن اتفاق سے پوری اسلامی دنیا کے گوشہ گوشہ میں مسلمانوں کے دل اس فوج اور اسکے قائد کے ساتھ دھڑکنے لگے۔ آج کی رات نہ صرف شہر قدس بلکہ پوری اسلامی دنیا نصرت ربانی کے نور میں ڈوب گئی۔ ہر طرف کیف و سرور کا سماں چھا گیا۔ عظمت و سربلندی کے ترانے گائے گئے۔ مؤرخین کے قلم میں نیا خون دوڑنے لگا۔ شعراء نے مجد و اقبال کے اشعار کہے۔ علماء نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی تو دوسری طرف یورپ یاس و حسرت میں ڈوب گیا۔

اسلام کی رحمت کا پیکر سلطان صلاح الدین ایوبی

سلطان چاہتے تو آج بیت المقدس میں جمع مختلف ملکوں کے لٹیرے صلیبیوں کو انکے کیفر کردار کو پہونچا دیتے۔ ۱۰۹۹ء میں اسی شہر میں مسلمانوں کے قتل عام کا انتقام دل کھول کر لیتے۔ پورے بلاد شام کے شکست خوردہ صلیبی، وہ غاصب و لٹیرے جو یورپ کے مختلف ملکوں سے اپنی محرومی مٹانے اور اسلام کی عداوت میں مسلمانوں کے اس زرخیز، خوبصورت اور مقدس خطہ پر قابض ہو بیٹھے تھے آج انہیں انکے بھیانک انجام تک پہونچا دیتے۔

1- قدس کی جنگیں عرب اور اسلامی تاریخ میں (حروب القدس في التاريخ الاسلامي والعربي)، ڈاکٹر یسین سوید، مطبوعۃ دار الملتقى للطباعة والنشر، ص 94 –

موقع تھا کہ ان عہد شکن صلیبیوں کے ساتھ جنہوں نے مسلمانوں سے اپنے عہد کا کبھی پاس نہیں رکھا، جو مسلمانوں کو قتل کرنے میں ہر حیلہ کو روا رکھتے تھے، انکے ساتھ خود انکے اصولوں کے مطابق معاملہ کیا جاتا۔ لیکن نبی رحمت کے جانشیں نے ان حالات میں بھی اپنے آقا کی تعلیمات کا دامن نہیں چھوڑا۔ وہ صبر وضبط اور رحمت اسلامی کا پیکر بن کر دنیا کی تاریخ میں ایک روشن باب کا اضافہ کر گیا۔

عیسائیوں کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنے ساز و سامان بیچ سکتے ہیں۔

وہ اپنے مال ومتاع اور خزانے اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں۔

شہر کے دروازوں پر افسران متعین کر دئے گئے جو عیسائیوں کو طے شدہ معمولی فدیہ لیکر نکلنے کی اجازت دے رہے تھے۔ اسکے باوجود ایک بڑی تعداد تھی جو یہ معمولی فدیہ ادا کرنے کے قابل نہ تھی وہ لا محالہ قیدیوں کے زمرے میں شمار کی جانے والی تھی۔

قدس کے ہیڈ پادری "ھرقل" نے اپنے ہم مذہب محروم وفقیر عیسائیوں کی آزادی کیلئے ایک پیسہ خرچ کئے بغیر اپنا خزانہ اٹھایا، دیگر عیسائی امراء وشاہزادے اور شہزادیاں سب اپنے اپنے خزانوں کے ساتھ محفوظ نکل گئے۔

یہاں اسلام کا عفو و کرم تاریخ پر اپنی تجلی ثبت کرتا ہے اور عیسائیوں کو ایک بار پھر انسانیت کا درس دیتا ہے۔ سلطان کے بھائی عادل نے درخواست کی کہ انہیں اپنے فنڈ سے ۱۰۰۰ غریب عیسائیوں کو آزاد کرانے کی اجازت دی جائے۔ انکی درخواست قبول ہوئی۔ عام مسلمان بھی آگے آئے اور اپنی بساط بھر عیسائیوں کو آزاد کرانے لگے۔

یہ دیکھ کر مفاد پرست اور دھنی ہیڈ پادری پیسہ تو نہیں خرچ کر سکا البتہ سلطان سے درخواست کی کہ اسے کچھ قیدی ہبہ کر دئے جائیں جسے وہ آزاد کر سکے، تو سلطان نے اسے سات سو عیسائی آزاد کرنے کیلئے مرحمت فرمائے۔

عیسائیوں کے کمانڈر انچیف "بالیان" کو بھی ۵۰۰ عیسائیوں کو آزاد کرانے کی اجازت دی گئی۔ تاریخ کے اس موڑ پر انگریز مصنف "لین پول" ہیڈ پادری پر حملہ کرنے کے بعد سلطان کی تعریف میں یوں لکھتا ہے: مسلم سلطان کیلئے یہ ایک سنہرا موقع تھا کہ وہ عیسائیوں کو عفو درگذر اور انسانیت کا درس پڑھائے (1)۔

احترام انسانیت کا یہ جذبہ برابر موجزن رہا سلطان نے عمر دراز لوگوں کا فدیہ معاف کر دیا اور انہیں آزاد فرما دیا۔

1– صلاح الدین اور صلیبی، ص– 216 بحوالہ صلاح الدین ایوبی اور بیت المقدس کی آزادی، ڈاکٹر علی محمد الصلابی۔

عفوودرگذر اور رحمت اسلامی کا موجزن دریا

کتاب الروضتین میں ایک رومن ملکہ کا ذکر آتا ہے جس نے رہبانیت اختیار کرلی تھی۔ اپنے دین میں بڑی متعصب اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتی۔ اپنی قوم کے اس حال زار پر غم سے نڈھال اور زار و قطار روتی رہتی۔ اس کے خدم و حشم کا ایک گروہ تھا، مال و دولت کا ڈھیر تھا۔ ایک دن سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اپنے مال اور خدم حشم کیلئے حفظ و امان کا پروانہ طلب کیا۔ سلطان نے بخوشی مرحمت فرمایا۔ وہ اس غم کی حالت میں بھی خوشی سے جھوم اٹھی، اپنے مال ومتاع، سونے اور جواہرات سے مرصع صلیبوں اور اپنے متبعین کے جم غفیر کے ساتھ بلا کسی فدیہ کے محفوظ ومامون رخت سفر ہوئی (1)۔

دمشق میں قید بادشاہ جو بیت المقدس کی آزادی تک عیش وآرام کی قید میں رکھا گیا تھا، اسکی بیوی بیت المقدس کے پڑوس میں رہتی تھی، اس نے بھی اپنے مال ومتاع اور خدم و حشم کے ساتھ اپنے شوہر کے پاس جانے کی درخواست کی تو اسے بھی اسکی خواہش کے مطابق شوہر کے پاس پہونچا دیا گیا۔ اسکے علاوہ کسی نے جنگ حطین میں قید بیٹے کی رہائی کی اپیل کی تو کسی نے اپنے شوہر کی، سب کی درخواست پر نظر کرم کیا گیا۔

جن عیسائیوں نے قدس شہر میں رہنے کی خواہش ظاہر کی انہیں نامراد نہیں کیا گیا۔ قرب وجوار سے یہودی بھی شہر مقدس میں رہنے کیلئے آئے تو انہوں نے بھی مسلمانوں کی آغوش رحمت کو وسیع پایا۔ امریکی مصنف "جیمس رسٹن James Barrett Reston " اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے:

اس طرح صلاح الدین ایوبی کی فوجوں نے 1187ء میں قدس پر اپنا قبضہ بحال کرنے میں مثالی راستہ اختیار کیا۔ ۱۰۹۹ء میں صلیبیوں نے اپنے پہلے حملہ میں جو کچھ کیا اسکا انتقام نہ لے کر اس عظیم سلطان نے اپنی شخصیت کو بے داغ رکھا۔ "القیامہ گرجاگھر" اور اسکے علاوہ بہت سارے عیسائی مقدس مقامات کی حفاظت کرکے دنیا کے سامنے دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری اور عفو درگذر کی ایک اعلی مثال قائم کی۔ صلاح الدین اپنے عفو درگذر، فطری نیکی، دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک اور حکیمانہ پالیسیوں کیلئے تاریخ انسانی میں ہمیشہ ہی یاد رکھے جائینگے (2)۔

برٹش مؤرخ "اسٹیفن رنسیمان Steven Runciman "اپنی مشہور کتاب "صلیبی جنگوں کی تاریخ "A History of the Crusades میں اپنی گواہی درج کرتے ہوئے لکھتا ہے:

1 - کتاب الروضتین، ج-3، ص- 343 بحوالہ سلطان صلاح الدین ایوبی، الصلابی

2 - WARRIORS OF GOD، عربی ایڈیشن، ص – 137

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ فتح یاب مسلمانوں نے بے مثال استقامت اور انسانیت کا ثبوت دیا، جبکہ ۸۸ سال قبل قدس شہر پر قبضہ کرتے ہوئے صلیبی مسلمانوں کے قتل عام کے مرتکب ہوئے تھے۔ آج نہ کوئی گھر لوٹا گیا، نہ کسی کو کوئی گزند پہونچا۔ صلاح الدین ایوبی کے حکم پر فوج سڑکوں اور دروازوں پر پہرہ دیتی رہی۔ انہوں نے اس بات کو یقینی بنایا کہ عیسائیوں پر کسی بھی طرح کی زیادتی نہ ہونے پائے اور نہ کوئی ایسا واقعہ رونما ہو جو کسی کی دل شکنی کا باعث ہو۔ صلاح الدین کے بھائی عادل نے اپنی خدمات کے بدلہ ۱۰۰۰ قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی تو سلطان نے اسے شرف قبولیت سے نوازا۔ عادل نے انہیں فوراہی رہا کر دیا۔ قدس کے ہیڈ پادری ہرقل نے یہ دیکھا تو خیر کے کام کا یہ سستا طریقہ اختیار کیا اور اس نے بھی سلطان سے کچھ قیدی مانگے جنہیں وہ اپنی طرف سے رہا کر سکے (1)۔ سلطان نے اسے سات سو قیدی آزاد کرنے کیلئے ہبہ کئے، "بالیان" کو پانچ سو قیدیوں کو آزاد کرنے کا پروانہ عطا کیا، پھر سلطان نے ہر بوڑھے مرد و زن کی آزادی کا اعلان کیا۔ جب ان رضاکار عیسائی عورتوں نے جنکے شوہر جنگوں میں مارے گئے تھے یا قیدی بنالئے گئے تھے اپنی آنکھوں میں آنسو بھر کر سلطان سے نظر کرم کی درخواست کی تو حکم صادر ہوا کہ انکے شوہروں کو آزاد کر دیا جائے اور بیواؤں کو اپنے خزانہ سے ہر ایک کے حسب ضرورت عطیہ سے نوازا۔ غرضیکہ سلطان کا لطف و کرم صلیبیوں کے کرتوت کے بالکل برعکس تھا (2)۔

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں فرنچ مستشرق "رینہ غروسیہ Rene Grosé " یوں رقم طراز ہوتا ہے:

صلیبیوں کے برعکس صلاح الدین ایوبی نے ہر وعدے کو پورے وقار اور انسانی شعور کے ساتھ نبھایا۔ جب کچھ متعصبین نے سلطان سے درخواست کی کہ (عیسائی عقیدہ کے مطابق عیسی علیہ السلام کی جائے پیدائش پر قائم عیسائیوں کے سب سے مقدس) "قیامہ گرجا گھر" کو مسمار کر دیا جائے تاکہ عیسائیوں کے حج کا سلسلہ ہی ختم ہو جائے، تو سلطان نے انہیں ان الفاظ میں مسترد کر دیا کہ اگر ہم اسے پوری طرح مسمار بھی کر دیں پھر بھی عیسائیوں کے مختلف فرقے اس مقام کے تقدس کو نہیں بھولیں گے اور وہ اس کی زیارت کے مشتاق ہونگے۔ ہمیں وہی کرنا چاہئے جو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی فتح اول میں کیا تھا۔ یہ عظیم سلطان دوسروں کے جذبات، رائے اور

1 - رنسی مان کا اشارہ اسی کتاب میں خود اسکے اس بیان کی طرف ہے جسمیں وہ کہتا ہے: ہیڈ پادری اور چرچ کے ذمہ داروں نے اپنے علاوہ کسی کی فکر نہ کی، اس وقت مسلمانوں کی حیرانی کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ پادری نے صرف اپنا فدیہ 10 دینار ادا کیا، اور شہر چھوڑنے لگا، جبکہ وہ خود سونے کے بوجھ سے جھکا جارہا تھا، اسکے جواہرات اور قیمتی معدنیات سے لدی ہوئی گاڑی سامانوں کے بوجھ کی متحمل نہیں ہو پارہی تھی۔

2 - صلیبی جنگوں کی تاریخ A History of the Crusades عربی ایڈیشن ص۱۰۸

دین وعقیدہ کی آزادی کے جن اعلی اصولوں پر کار بند تھا وہ اسکے ان کلمات سے پوری طرح عیاں ہیں (1)۔

صلاح الدین ایوبی نے اسلام کے اخلاق کریمانہ سے یورپ کے ان بادشاہوں اور قائدین کو جو شام میں اپنی فوجوں کی قیادت کر رہے تھے ایسا متاثر کیا کہ فرانسیسی کہتے کہ اسکی رگوں میں فرانس کا خون دوڑتا ہے، انگریز، اٹالین سبھی آپ کے حسن اخلاق کی کہانیاں اپنے شہروں، گاؤں میں سناتے اور اپنے ڈراموں میں اسٹیج کرتے (2)۔

ہلال وصلیب دو مختلف تصویریں

اسلام اور اسکے علمبردار عربوں نے اپنی جنگوں میں دنیا کے سامنے رحمت وانسانیت کی جو تصویر پیش کی اس پر فرنچ مفکر ومؤرخ گستاف لی بون "Gustave Le Bon" اپنی کتاب "عربوں کی تہذیب Arab civilization" میں اپنی مشہور زمانہ شہادت درج کرتے ہوئے کہتا ہے: "تاریخ نے عربوں سے بڑھ کر رحم دل فاتح نہیں دیکھا"۔ اسکے برعکس صلیبیوں نے اپنی جھوٹی مقدس جنگوں میں مدینۃ القدس پر قابض ہوتے ہوئے جو تاریخ رقم کی تھی اس کی ایک جھلک خود انکی شہادت میں دیکھی جاسکتی ہے، صلیبی جنگوں کے مؤرخ پادری ولیم سوری "William Suri" کہتے ہیں:

بیت المقدس میں مقتولین کی تعداد پر ایک نظر ڈالتے ہی انسان پر رعشہ طاری ہوجاتا، دہشت کا سبب ہر طرف بکھرے ہوئے جدا جدا سر اور دھر، کٹے ہوئے اعضاء اور انسانی خون سے ڈھکی ہوئی زمین ہی نہیں تھی، بلکہ سر سے پاؤں تک خون میں ڈوبے ہوئے فاتحین کا منظر ماحول کو مزید خوفناک بناتا تھا۔ صرف مسجد اقصی کے احاطہ میں دس ہزار کفار (مسلمان) مارے گئے۔ اتنی ہی تعداد میں لاشیں سڑکوں اور میدانوں میں بکھری ہوئی تھیں۔ تنگ گلیوں میں جان بچا کر چھپنے والے مسلمانوں کو صلیبی گھسیٹ کر نکالتے اور کھلے عام بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر دیتے۔ ایک گروپ گھروں پر حملہ آور ہوتا اور شوہر، بیوی، بچے غرضیکہ پورے پورے خاندان کو گھروں سے نکال کر قتل کرتا یا پھر انہیں اونچی جگہوں سے پھینک کر تڑپتے ہوئے کربناک حالت میں مرنے کیلئے چھوڑ دیا جاتا (3)۔

صلیبی مؤرخ "ریمنڈ آگلرز Raymond of Aguilers" جو ۱۰۹۹ء میں بیت المقدس پر صلیبیوں کے انسانیت سوز حملہ کا عینی شاہد ہے بیان کرتا ہے:

---

1 - القدس کی جنگیں اسلام اور عربوں کی تاریخ میں (حروب القدس في التاريخ الاسلامي والعربي)، ص ۱۰۸

2 - الوجیز فی الشام، ارض الانبیاء ومہد الاصفیاء، ص 61، (منیر غندور)

3 - صلیبی جنگوں کی تاریخ، ولیم سوری، ترجمہ سہیل زکار، دار الفکر بیروت ۱۹۹۰ء

ہم نے شہر کی سڑکوں اور محلوں میں کٹے ہوئے انسانی سروں، ہاتھ پاؤں کے ٹیلے دیکھے، سڑکوں پر بکھری ہوئی لاشوں پر عیسائی پورے سکون سے چلتے، وہ انسانی حس سے عاری ہو چکے تھے، میں اس خوفناک منظر کی اس سے زیادہ تفصیل بیان نہیں کر سکتا، میں نے جو کچھ دیکھا اگر اسے من وعن بیان کر دوں تو تمہیں ہرگز یقین نہیں آسکتا (1)۔

احترام انسانیت اور اللہ کی عبادت

صلیبیوں کے برعکس مسلمانوں نے جو اخلاق پیش کیا اس نے نوع بشری کا سر عزت وافتخار سے بلند کر دیا۔ مسلمانوں نے انسانی جانوں اور جذبات کی قدر کرتے ہوئے اپنی توجہ اپنے رب کی حمد وثنا پر مرکوز کر دی۔ ماضی میں مسجد اقصی کی حرمت کی پامالی پر صبر وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں نے اسکی صفائی اور تزئین کاری پر توجہ دی۔ صلیبیوں نے بیت المقدس کی بے حرمتی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ انہوں نے مسجد اقصی کے ایک حصہ کو گرجاگھر میں تبدیل کر دیا تھا، تو کچھ حصوں کو اسٹور اور بقیہ حصوں کو گھوڑوں کا اسطبل بنادیا تھا۔ فتح کے بعد مکمل ایک ہفتہ تک مسجد کی صفائی ہوتی رہی، عرق گلاب اور دیگر خوشبوؤں سے مسجد کی دیوار اور فرش کی صفائی کی گئی۔

جمعہ 4 شعبان 583 ہجری موافق 9 اکتوبر 1187ء کو مسجد اقصی میں تقریباً ایک صدی کے بعد جمعہ کی نماز پڑھی گئی۔ نور الدین زنگی کے ارمانوں کا ممبر حلب سے لا کر مسجد اقصی میں نصب کیا گیا۔ سلطان کی خواہش کے مطابق قاضی محی الدین بن زکی نے نماز جمعہ کا خطبہ دیا اور امامت کی۔ تاریخ کی بیشتر کتابوں میں اس موقع سے دیے گئے خطبہ کو پوری تفصیل بیان کیا گیا ہے۔

---

1 - Riley-Smith, Jonathan, The Atlas of Croisades, p. 30 بحوالہ حروب القدس فی التاریخ الاسلامی والعربی، ص-۷۳

باب پنجم

Chapter – 5

تیسری صلیبی جنگ – ماضی کا سب سے خطرناک حملہ

سرزمین شام پر ہلال وصلیب کی تاریخی کشاکش

بیت المقدس کی فتح اور بلاد شام میں یکے بعد دیگر صلیبی قلعوں کے سقوط نے پورے یورپ کو ہلا کر رکھ دیا۔ ایک صدی قبل اپنی تنگ دستی اور یورپ کی تنگ فضاؤں سے باہر عالم اسلامی کی کھلی زمینوں پر قابض ہو کر صلیبیوں نے سمجھا تھا کہ انہوں نے اپنی دنیا وسیع کر لی ہے۔ لیکن سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے انکے خوابوں کو چکنا چور کر دیا۔ آپ نے بلاد شام میں ان پر زمین تنگ کر دی۔ صلیبی دربدر مارے پھرنے لگے۔ مختلف ریاستوں سے شکست خوردہ عیسائیوں نے بالآخر اپنی آخری مضبوط ریاست "صور Tyre" کا رخ کیا۔ بیت المقدس سے فارغ ہو کر جب تک سلطان "صور" پر حملہ آور ہوتے، خود ان کے رحم و کرم سے اپنی جانیں بچانے والے صلیبیوں نے "صور" میں جمع ہو کر ان کیلئے ایک بڑا چیلنج کھڑا کر دیا۔ "صور Tyre" میں عیسائیوں کی اتنی بڑی فوج تیار ہو گئی، اور انہوں نے شہر کے دفاع کو اتنا مضبوط کر لیا کہ سلطان کیلئے اسے فتح کرنا مشکل ہو گیا۔

یوں تو حطین کے بعد ہی شام کے صلیبیوں نے یورپ کی طرف اپنے ایلچی دوڑا دئے تھے۔ لیکن بیت المقدس کے زوال کے بعد "صور" کے حکمراں کے حکم پر اسکا ہیڈ پادری "جوسیاس Josias" مدد کی درخواست لیکر بذات خود یورپ پہونچا۔ اس وقت یورپین ممالک باہم دست و گریباں تھے۔ ایک طرف سسلی Sicily اور بازنطینی امپائر Byzantine Empire ایک دوسرے سے نبرد آزما تھے، تو دوسری طرف انگلینڈ اور فرانس ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔

جوسیاس نے سب سے پہلے سسلی کے بادشاہ ولیم دوم اور بازنطینی حکمراں اسحاق انجلس کے مابین مارچ 1188ء میں صلح صفائی کرائی۔ بعد ازاں اس نے انگلینڈ اور فرانس کے بادشاہوں کو اسلام دشمنی میں اپنے اختلافات دور کر کے اتحاد کا ثبوت دینے کیلئے راضی کر لیا۔ رومن کلیسا کا بابائے اعظم ”اربان سوم“ بلاد شام میں صلیبیوں کی شکست کی تفصیل سن کر صدمہ سے جاں بر نہ ہو سکا۔ اسکے بعد اسکا جانشیں بھی جاتا رہا۔ جلد ہی "پوپ کلیمنٹ سوم Pope Clement III" نے یہ عہدہ سنبھالا تو اس نے اپنے پیش رو کے صلیبی مہم کو پایۂ تکمیل کو پہونچایا (1)۔

اسلام کے خلاف یورپ کا جنون

مذکورہ بالا کوششوں کے نتیجہ میں یورپ نے اپنے سارے اختلافات بھلا کر عالم اسلام کے خلاف اب تک کی سب سے بڑی اور خطرناک صلیبی مہم چھیڑ دی۔ اس صلیبی جنگ میں عیسائیوں کی عددی اور معنوی قوت کا اندازہ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے اس خط سے کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے 586ہجری، ۱۱۹۰ء میں عباسی خلیفہ کو لکھا تھا، آپ اس خط میں لکھتے ہیں:

---

1 - تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "تاریخ الایوبیین فی مصر وبلاد الشام والجزیرة"، ص - 176 -

"آج اسلام کیلئے ایک ایسی قوم آزمائش بن گئی ہے جس نے موت کو گلے لگالیا ہے۔ جس نے اپنے وطن، عزیزوا قارب سب کو تیاگ کر اس راہ میں خود کو وقف کر دیا ہے۔ وہ اپنے کلیسا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے دینی پیشواؤں کی اطاعت میں اٹھ کھڑے ہوئے ہیں" (1)

غرضیکہ سماج کے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے عیسائی کلیسا کی آواز پر نکل پڑے۔ جو خود نہیں نکل سکا اس نے مال و دولت سے اس فوجی مہم کی مدد کی۔ اس تیسری صلیبی مہم میں عورتوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان میں کچھ نے پانچ پانچ سو کے فوجی دستہ کی قیادت و کفالت کی تو کچھ مردوں کی طرح زرہ لگا کر میدان میں کود پڑیں۔ بہتوں نے فوجی خدمت اور تیمار داری کے فرائض سنبھالنے کے ساتھ خود کو فوجیوں کی شہوانی خواہشات کا سامان بنا دیا۔ یوں اسلام اور مسلمانوں کی عداوت، دینی حمیت اور عالم اسلام کو غصب کرنے کی خواہش جنون کی حد کو پہونچ گئی (2)۔

ریچرڈ لائن ہارٹ کی سربراہی میں یورپ کے حکمرانوں کا حملہ

اس تیسری صلیبی جنگ کیلئے جن بڑے یورپین حکمرانوں نے پیش قدمی کی ان میں جرمنی کا بادشاہ "فریڈرک بربروسا Frederick I Barbarossa" سب سے پیش پیش تھا (3)، وہ ۱۱۸۹ء میں جرمنی سے ایک بڑی فوج لیکر ترکی کے راستے شام کا رخ کر کے چلا۔ ترکی میں مسلمانوں کو شکست دیکر وہ اپنی ہیبت قائم کرنے میں کامیاب رہا۔ لیکن اللہ نے اسے راستہ میں ایک ندی میں غرق کر کے فرعون کے انجام کو پہونچا دیا۔ اگر وہ اپنی فوج کے ساتھ اس وقت صحیح وسالم شام تک پہونچنے میں کامیاب ہو جاتا تو بعید نہ تھا اس وقت امت مسلمہ پر چھائی ہوئی غفلت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے پیچھے آنے والے دوسرے یورپین حکمرانوں کے ساتھ وہ عالم اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجادیتا۔
ادھر دیگر یورپین ممالک کی فوجیں متحد ہو کر انگلینڈ کے حکمراں "ریچرڈ لائن ہارٹ Richard the Lionheart" کی سربراہی میں نکل پڑیں، انمیں سرفہرست فرانس کا فرماں روا "فلیپ اوگسٹس دوم Philip II Augustus" تھا یہ سب بحری راستوں سے بلاد شام پر قبضہ کے ارادہ سے نکلے۔ انکے ساتھ دیگر یورپین حکمراں و امراء تاریخ کے اس ظالمانہ اور غاصبانہ فوج کشی میں انکے ہم رکاب ہوئے۔

عکا (Acre) کا محاصرہ

یورپین فوجیں بلاد شام کے شہر "صور Tyre " پہونچیں (جو آجکل لبنان کا حصہ ہے) اور وہاں سے "عکا Acre" کا رخ کیا (جو آجکل اسرائیل کے قبضہ میں ہے)۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا صور میں عیسائی اپنی طاقت مجتمع کر کے سلطان کیلئے ایک بڑا چیلنج کھڑا کر چکے تھے۔ انکا

---

1 - تاریخ الایوبیین فی مصر و بلاد الشام والجزیرۃ، ص – 176۔

2 - کتاب الروضتین، ج– 2، ص– 61 - 62

3 - صلاح الدین اور صلیبی (صلاح الدین والصلیبیون) 240

حوصلہ اتنا بڑھا کہ وہ صور سے نکل کر ساحلی علاقوں کے سب سے اہم شہر "عکا Acre" پر حملہ آور ہوئے۔ تاریخ میں عکا کا محاصرہ اس حیثیت سے بہت اہم اور المناک مانا جاتا ہے کہ عیسائیوں کی لاتعداد فوجوں نے اس شہر کو جیتنے کیلئے مسلسل دو سالوں تک اس کا محاصرہ جاری رکھا۔

اس دوران سلطان کی آدھی فوج اور کئی جید علماء نے جام شہادت نوش کیا۔ شہر کے اندر محصور مسلمان اور باہر سے سلطان کی فوج مسلسل بر سرپیکار رہی۔ لیکن عیسائیوں کی کثرت تعداد نے انکے بڑے سے بڑے جانی خسارے کی بھر پائی کی۔ جبکہ سلطان تنہا صلیبیوں کا سامنا کرتے رہے۔ اس نازک موڑ پر جب یورپ کی مزید فوجی کمک انکے عظیم بادشاہوں کی قیادت میں پہونچتی رہی وہیں عالم اسلام شیعی اثرات سے پراگندہ ہو رہا تھا۔ اس پر ہنوز بے حسی اور افتراق وانتشار کی حالت طاری تھی (1)۔

اس وقت عباسی خلیفہ "المستضئ بامر اللہ" جو تشیع کی طرف مائل تھا، سلطان سے اس بات پر نالاں تھا کہ انہوں نے اپنے لئے "الملک الناصر" کا لقب قبول کر لیا تھا جو عباسی خلیفہ کا لقب تھا۔ وہ مسلمانوں کیلئے کوئی جنگ لڑے بغیر خود کو "الملک الناصر" کے خطاب کا حقدار سمجھتا تھا۔ اس وقت مراکش کا طاقتور مسلم بادشاہ کچھ دیگر وجوہات سے نالاں تھا۔ یہ وقت رنجشوں کو یاد کرنے کا نہیں تھا۔ الغرض دیگر چھوٹے چھوٹے مسلم والیوں اور عامۃ المسلمین کے علاوہ کوئی قابل ذکر مدد سلطان کو نہ پہونچی۔ لڑتے لڑتے سلطان کی آدھی فوج کام آگئی۔

1 - تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو صلاح الدین ایوبی -ڈاکٹر محمد الصلابی، * فلسطین التاریخ المصور- ڈاکٹر طارق السویدان، * صلاح الدین اور صلیبی (صلاح الدین والصلیبیون)۔

مسلسل دو سالوں تک دشمن کے حملوں کو پسپا کرتے ہوئے عکا شہر میں مسلمان کی ہمت جواب دینے لگی۔ اس عرصہ میں مسلمانوں نے سر فروشی اور مزاحمت کی ایسی لازوال داستانیں تحریر کیں کہ جنکے بیان کیلئے ایک کتاب درکار ہے۔ مؤرخین نے اس بدترین صلیبی محاصرہ میں مسلمانوں کے صبر و ثبات کے ایک ایک واقعے کو قلمبند کیا ہے۔

عکا ایک اسٹریٹیجک شہر تھا۔ یہاں ہتھیاروں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا جس پر صلیبیوں کا قبضہ مسلمانوں کیلئے ایک عظیم صدمہ کے مترادف تھا۔ صلیبیوں نے اس شہر کا بری و بحری دونوں محاصرہ کر کے اسے سلطان کی مدد سے کاٹ دیا۔ وہ سلطان کی فوجوں کو اپنی کثرت تعداد سے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر عکا والوں کی مدد سے روکنے میں کامیاب رہے۔

عکا میں صلیبی بربریت اور شرمسار انسانیت

عکا والے اس شدید محاصرہ میں دانہ دانہ کو محتاج ہو گئے یہاں تک کہ انہوں نے صلیبیوں سے اس شرط پر صلح کی پیش کش کی کہ انہیں جان و مال کی امان دی جائے۔ انہوں نے صلیبیوں کو یاد دہانی کرائی کہ مسلمان جب بھی انکے کسی شہر کی طرف بڑھے تو شہر والوں کی امان کی اپیل پر انہیں جان و مال کی امان دی گئی۔ انسانیت سے عاری فرانس کے بادشاہ نے اس درخواست کو ٹھکرا دیا۔

جب محاصرہ نے مزید طول پکڑا تو انگلینڈ کے بادشاہ "ریچرڈ" نے صلح کیلئے بات چیت پر رضا مندی ظاہر کی۔ عکا والوں نے دو لاکھ دینار فدیہ اور پانچ سو قیدیوں کے ساتھ صلیب صلابوت اور "صور" کے حکمران "کونراڈ" کو اضافی رقم ادا کرنے کے عوض اپنی جان و مال کی سلامتی پر اتفاق کر لیا۔ مسلمانوں نے 17 جمادی الآخرہ 587ء ہجری (جولائی 1191ء) کو عکا شہر صلیبیوں کے حوالہ کر دیا۔ صلیبیوں نے شہر میں داخل ہوتے ہی مسلمانوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا، اور انکے مال و اسباب اپنے قبضہ میں لے لئے۔ وہ مسلمانوں پر یہ ظاہر کر رہے تھے کہ وہ انکے ساتھ معاہدہ کے مطابق ملنے والی رقم تک انہیں ضمانت کے طور پر گرفتار کر رہے ہیں۔

صلاح الدین ایوبی جو اس وقت خود محاذ جنگ پر باہر سے صلیبیوں کے خلاف ڈٹے ہوئے تھے معاہدہ کی اس حتمی شکل سے واقف نہ تھے۔ ریچرڈ سے خود انکی بات چیت چل رہی تھی، لیکن عکا میں محصور مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ ہو رہا تھا اور وہ سلطان سے بالکل کٹ چکے تھے۔ سلطان کو جب مسلمانوں کے اس معاہدہ کی خبر ہوئی تو آپ نے پیسوں کا انتظام فرمایا۔ لیکن آپ کو عیسائیوں کے وعدہ پر بھروسہ نہیں تھا۔ آپ نے آدھی رقم ادا کرنے کے بعد عیسائی پادریوں سے ضمانت چاہی۔ انہوں نے صاف کہہ دیا کہ انہیں اپنے بادشاہوں کے قول و فعل پر بھروسہ نہیں اسلئے وہ کوئی ضمانت نہیں دے سکتے۔ پھر سلطان بھی بقایا رقم کی ادائیگی سے رک گئے۔ یہ دیکھ کر صلیبیوں کے خفیہ ارادے طشت از بام ہو گئے۔ انکی درندگی کے دانت باہر آ گئے۔ ریچرڈ لائن ہارٹ نے 4 ہزار مسلمانوں کو زنجیر سے باندھ کر یکے بعد

دیگرے انکے سر قلم کر دئے(1)۔ کہاں ہلال کی تابانی اور کہاں صلیب کا خوفناک سایہ ایک بار پھر تاریخ نے اس حقیقت کو اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے اخلاق وانسانیت کا فرق کھل کر سامنے آ گیا۔

مسلمانوں کی انسانیت اور بلند اخلاق سلطان

اس مقام پر ریچرڈ اور صلیبیوں کی اس حیوانیت کے جواب میں سلطان اور مسلمانوں کی انسانیت اور رحمدلی کے ایک واقعہ کا ذکر اسلام وکلیسا کی تعلیمات اور اسکے ماننے والوں پر اسکے اثرات کے فرق کو سمجھنے کیلئے کافی ہو گا۔ اس واقعہ کے راوی قاضی ابن شداد جو اس وقت موقع پر موجود تھے بیان کرتے ہیں:

مسلمانوں میں کچھ چور تھے جو جنگ کے دوران دشمن کے خیمہ سے انکے افراد یہاں تک کہ مردوں کو بھی اٹھالاتے تھے۔ ایک بار وہ ایک تین مہینہ کا شیر خوار بچہ اٹھا لائے۔ جب بچہ کی ماں کو پتہ چلا تو وہ پوری رات آہ وبکا کرتی رہی۔ اسکی اس حالت زار کی خبر اسکے بادشاہوں تک پہونچی۔ انہوں نے اس سے کہا کہ ہم تمہیں نکلنے کی اجازت دیتے ہیں تم سلطان صلاح الدین ایوبی کے پاس جاؤ، وہ بہت رحم دل ہیں تمہاری اس مصیبت میں ضرور مدد کرینگے۔

صلیبی عورت مسلم فوج کے پڑاؤ پر پہونچی اور مسلمان فوجی محافظوں سے سلطان سے ملنے کی درخواست کی۔ اسے سلطان تک پہونچادیا گیا۔ سلطان اس وقت گھوڑے پر سوار تھے۔ عورت گریہ وزاری کرتے ہوئے اپنے چہرے پر مٹی ملنے لگی۔ سلطان نے اسکا ماجرا پوچھا۔ آپکا دل بھر آیا، آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ آپ نے حکم دیا کہ بچہ کو ڈھونڈ نکالا جائے۔ بچہ بازار میں بیچا جا چکا تھا۔ اسے قیمت ادا کر کے ماں کے حوالہ کر دیا گیا۔ سلطان اس وقت تک وہاں کھڑے رہے جب تک کہ بچہ ماں کے حوالہ نہ کیا گیا۔ عورت فرط مامتا سے اسی وقت بچہ کو دودھ پلانے لگی۔ آپ نے اسے گھوڑے پر بٹھا کر عیسائی خیمہ میں عزت کے ساتھ بھیج دیا (2)۔ یہ دنیا آج تک اسلام اور اسکے ماننے والوں کے اخلاقی درسوں کی مرہون منت ہے اور رہے گی۔

ساحلی شہروں پر صلیبیوں کا قبضہ

سقوط عکا کے بعد صلیبیوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔ صلیبی حکمران ریچرڈ لائن ہارٹ نے شہر قدس تک پہونچنے سے قبل راستے کے دیگر ساحلی شہروں پر قبضہ کی پلاننگ کی۔ ارسوف کے مقام پر سلطان اور صلیبیوں میں سخت جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کو گرچہ شکست ہوئی، لیکن وہ

---

1 - صلاح الدین اور صلیبی (صلاح الدین والصلیبیون) 267

2 - کتاب الروضتین، جلد -4 ، ص245

صلیبیوں کو سخت جانی نقصان پہونچانے میں کامیاب رہے۔ ریچرڈ لائن ہارٹ خود بے جگری سے لڑا اور جنگ کا پانسہ اسکے حق میں پلٹ گیا۔ ارسوف کی جنگ کے بعد ریچرڈ اور بھی محتاط ہو گیا۔ وہ شام کے اندر گھسنے سے کتراتا رہا۔ بیت المقدس تک پہونچنے کی مہم میں وہ ساحلی پٹی سے نہ ہٹنے کی پالیسی پر مزید سختی کے ساتھ کاربند ہو گیا۔ اس طرح وہ آگے بڑھتے ہوئے انتہائی اہم اور خوبصورت شہر عسقلان پر قابض ہو گیا۔

سلطان اس پورے سفر میں صلیبیوں کے پیچھے لگے رہے۔ انہیں اپنے برق رفتار حملوں سے نقصان پہونچاتے اور شیر کی مانند شکار کو مناسب جگہ گھیرنے کی کوشش کرتے رہے۔ حیفا شہر کے بعد قیساریہ میں قریب تھا کہ عیسائی آپ کے جال میں پھنس جاتے۔ ریچرڈ کی جنگی سمجھ بوجھ کام آئی اور اس نے اپنی فوج کو سختی سے مسلمانوں کے پیچھے اندرونی علاقوں میں جانے سے روکا۔ اس عرصہ میں عیسائی سلطان کے ساتھ مختلف جھڑپوں میں تھکنے لگے۔ عسقلان پہونچ کر ریچرڈ کو آرام کیلئے وقت درکار تھا اسلئے کہ اسکی اگلی منزل بیت المقدس تھی۔

ریچرڈ کی مایوسی، بیت المقدس پر قبضہ کا خواب پورا نہ ہو سکا

سلطان نے جب دیکھا کہ بیت المقدس صلیبیوں کی زد میں آگیا ہے، تو آپ نے بنفس نفیس شہر میں اپنی فوج کے ساتھ کمان سنبھال لی۔ شہر کے دفاع، اسکی دیواروں کو ہر طرف سے مضبوط کیا، ہتھیاروں کے مناسب ذخیرہ اور پختہ پلاننگ کے ساتھ ریچرڈ کی سربراہی میں آنے والی صلیبی فوجوں کا سامنا کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔

اس پورے عرصہ میں سلطان کی قوت ارادی، جنگی تدبیروں، فوجی قیادت اور اعلی اخلاق نے ریچرڈ کو بہت متاثر کیا۔ اپنے ساتھ عظیم صلیبی قوت کے باوجود ریچرڈ آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر بہت حد تک ٹوٹ گیا۔ ریچرڈ نے سلطان سے باہمی معاہدہ کا پیغام بھیجا، بلکہ آپ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ سلطان اس پر تیار نہ ہوئے۔ اسی دوران ریچرڈ جب بیمار ہوا تو آپ نے اسکیلئے اپنا خاص ڈاکٹر بھیجا، اور اسکیلئے شام کے صحت بخش میوے اور پھل بھیجے۔ ریچرڈ کبھی خود بھی پھلوں کی فرمائش کرتا اور سلطان اسکی خواہش پوری فرماتے۔

بیت المقدس تک پہونچنے کا سفر تو ریچرڈ نے پورا کر لیا لیکن سلطان کی موجودگی میں وہ بیت المقدس پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں جٹا پا رہا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ سلطان خود بیت المقدس میں فروکش ہیں تو اس نے قدس شہر کے دفاع کی تفصیل طلب کی اور اس نتیجہ پر پہونچا کہ جب تک صلاح الدین اس شہر میں ہیں اس پر قبضہ ایک امر محال ہے۔

ریچرڈ اور سلطان صلاح الدین کے مابین صلح کا معاہدہ

حالات کا گہرائی سے جائزہ لینے کے بعد ریچرڈ نے سلطان سے پوری سنجیدگی کے ساتھ امن معاہدہ پر گفت وشنید شروع کی۔ سلطان کے بھائی عادل نے مسلمانوں کی طرف سے نمائندگی کی۔ اس باہمی امن معاہدہ کی گفت وشنید میں عادل اور ریچرڈ میں بڑی قربت پیدا ہوگئی نوبت بایں جا رسید کے ریچرڈ نے فائنل معاہدہ کی پیش کش میں عادل کے ساتھ مندرجہ ذیل شرطوں پر اپنی بہن کی شادی کی تجویز رکھی :

1) سلطان کے بھائی "ملک عادل" اور ریچرڈ کی بہن "جوانا" ایک دوسرے سے عقد نکاح کے بندھن میں بندھ جائیں۔

2) صلاح الدین ایوبی اپنے بھائی کو فلسطین کے علاقوں کی حکومت عطاء کردیں اور ریچرڈ اپنی بہن کو ساحلی علاقوں کی حکومت دے دیگا جس پر وہ قابض تھا۔

3) دونوں میاں بیوی بیت المقدس میں قیام کرینگے، عیسائیوں کو "قیامہ گرجاگھر" کے زیارت کی اجازت ہوگی۔

4) عیسائیوں کو صلیب صلابوت واپس کردیا جائے گا۔

5) دونوں جانب سے قیدی آزاد کردیئے جائنگے۔

سلطان اس معاہدہ کی پیش کش پر مسکرائے اور رضامندی ظاہر کردی، لیکن ہوا وہی جو سلطان نے کہا تھا۔ یہ معاہدہ ابتداء میں ہی دم توڑ گیا۔ ریچرڈ کی بہن نے ایک مسلمان کی زوجیت میں جانے کو تیار نہ ہوئی۔

طرفین کے نمائندوں کے بارہا گفت وشنید اور متعدد میٹینگوں کے بعد بالآخر سلطان نے امن معاہدہ کا فائنل مسودہ پیش کیا، جسکی رو سے :

1) عسقلان کو چھوڑ کر ساحلی علاقوں پر عیسائیوں کا قبضہ تسلیم کیا جائے گا۔

2) کچھ علاقے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان مشترکہ ہونگے۔

3) عیسائیوں کو قدس شہر میں اپنے مقامات مقدسہ کی زیارت کی آزادی ہوگی۔

4) مسلمان اور عیسائی ایک دوسرے کے علاقوں میں آمدورفت اور تجارت کیلیئے آزاد ہونگے۔

5) اس معاہدہ کی مدت تین سال تین مہینہ ہوگی(1)۔

1 - تاریخ الایوبیین فی مصر و بلاد الشام و الجزیرۃ، ص202

طرفین نے اس معاہدہ پر دستخط کئے اور عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین باہمی تجارت، قدس شہر میں عیسائی مقامات مقدسہ کی زیارت اور میل جول بڑھنے لگا۔ یہ معاہدہ مختلف اسباب سے فریقین کی مجبوری بن گیا تھا :

مسلم خیمہ کی مجبوریاں :

صلیبی حملوں کے مقابلہ میں صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کو عالم اسلام میں پھیلے ہوئے شیعی تسلط کا سامنا تھا، خلافت عباسیہ پر شیعی گرفت کی بناپر انہیں خاطر خواہ مدد نہیں مل رہی تھی۔

مختلف ملکوں اور قومیتوں سے تعلق رکھنے والی مسلم فوج اپنی قومی نسبتوں کی بنیاد پر اختلافات کا شکار ہونے لگی تھی۔

طویل مدت تک میدان جنگ میں بر سرپیکار فوج پر تھکن کے آثار بھی نمایاں تھے۔

صلحاء و علماء کی ایک بڑی تعداد کی شہادت کے نتیجہ میں مسلم فوج کی معنوی و اخلاقی حالت رو بہ زوال تھی، نظم وضبط کی کمی بلکہ بات سرکشی کی حد تک پہونچ جاتی۔ ان حالات کے سامنے سلطان کبھی کبھی خود کو مجبور و بے بس پاتے۔

عیسائی خیمہ کی مجبوریاں :

ریچرڈ اپنی ساری کوششوں کے باوجود اس نتیجہ پر پہونچا تھا کہ صلاح الدین ایوبی سے بیت المقدس چھیننا امر محال ہے۔ اس پوری مدت میں صلاح الدین ایوبی کی صلابت اور صلیبی فوجوں کو مسلسل ٹکر دیتے رہنے کی وجہ سے عیسائی فوج بری طرح تھک چکی تھی۔

صلیبی حکمرانوں میں اختلافات شدت سے سر اٹھانے لگے تھے۔

انگلینڈ میں ریچرڈ کے بھائی نے اسکی حکومت پر قبضہ کر کے اسکیلئے ایک نئی مصیبت کھڑی کر دی تھی۔

ان وجوہات سے ریچرڈ جلد از جلد انگلینڈ واپس جانا چاہتا تھا۔

ریچرڈ اور صلاح الدین ایوبی کے آخری ایام

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ معاہدہ کے بعد ریچرڈ لائن ہارٹ مدینۃ القدس پر قبضہ کی تمنا دل میں لئے واپس اپنے وطن لوٹنے پر مجبور ہوا۔ راستہ میں اسکی کشتی طوفان کی زد میں آئی اور وہ کسی طرح جان بچا کر ساحل تک پہونچا اور بھیس بدل کر آسٹریا میں داخل ہوا۔ ماضی میں اندرون یورپ جنگوں میں اس نے یورپ کے بیشتر اقوام سے دشمنی مول لے رکھی تھی۔ بدقسمتی سے ویانا کے قریب ایک شراب خانہ میں پہچان لیا گیا اور ۱۱ دیسمبر ۱۱۹۲ء کو اسکی گرفتاری عمل میں آئی۔ یورپ کی جنگوں میں قتل وغارت گری کیلئے اس پر مقدمہ چلا۔ اسکے کچھ دشمنوں نے اسے خرید لیا جن سے رہائی پانے کیلئے اسے فدیہ کی ایک بڑی رقم ادا کرنی پڑی۔ یورپ کے جنگ و جدال میں

ریچرڈ کو کبھی سکون میسر نہ آیا اپنے دشمنوں کے ساتھ لڑتے ہوئے ایک زہر آلود تیر کی زد میں آیا اور 26 مارچ ۱۱۹۹ء کو فنا کے گھاٹ اترا۔

دوسری طرف سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس معاہدہ کے بعد بیت المقدس کا انتظام و انصرام درست فرمایا۔ تعلیمی ادارے اور ہاسپیٹلس قائم کئے۔ اہل علم و فضل اور دینی اصلاح اور عبادت میں مشغول لوگوں کی معاش کا انتظام کر کے حج کا ارادہ فرمایا۔
آپ کے مشیر خاص اور مرشد اپنے وقت کے مایۂ ناز عالم قاضی الفاضل کے مشورہ پر حج کا ارادہ منسوخ کر کے اپنے زیر اقتدار ممالک کے احوال درست کرتے ہوئے دمشق کیلئے عازم سفر ہوئے(1)۔ دمشق پہونچنے پر اہالیان دمشق نے آپ کا شایان شان استقبال کیا۔ مرد وعورت اور بچوں نے نئے لباس زیب تن کئے ایک جشن کا سماں تھا۔ لوگوں کی خوشی کا ٹھکانا نہ تھا۔ چار سال بعد سلطان کی واپسی نے شہر کی رونق کو چار چاند لگا دیا تھا۔ سلطان نے دمشق میں ایک سال تک قیام کیا۔ بڑی مدت کے بعد کچھ آرام میسر آیا تھا کہ داعیٔ اجل کا بلاوا آن پہونچا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قدرت نے اپنے اس بندے کو ایک خاص مہم کیلئے بھیجا اور اسکی تکمیل پر جلد ہی واپس بلا لیا۔ بروز بدھ بعد نماز فجر ۲۷ صفر ۵۸۹ ہجری کو بارہ دن تک مرض میں گذار کر جان جاں آفریں کے سپرد کی۔

پورا دمشق آہ و بکا میں ڈوب گیا۔ اعیان حکومت خوف کھا رہے تھے کہ آپ کی وفات کے بعد بدامنی اور لوٹ مار کا بازار نہ گرم ہو جائے، لیکن چشم فلک نے دیکھا کہ سبھی غم سے نڈھال تھے۔ ہر دل اداس اور ہر آنکھ نم تھی۔ میت کا منظر لوگوں کیلئے ناقابل برداشت تھا۔ لوگوں سے ضبط کئے نہ بن سکا، سسکیاں پھوٹ پڑیں، یہاں تک کہ نماز کے دوران بھی لوگ خود پر قابو نہ رکھ سکے۔ ہر شخص دل میں یہ تمنا لئے تھا کہ انکی جگہ اللہ نے اسے اٹھا لیا ہوتا(2)۔ اسلام اور مسلمانوں کی عزت و وقار کا یہ محافظ کبھی اپنی آنکھیں نہ بند کرتا۔

صلیبی جنگوں کا یورپ اور عالم اسلامی پر اثر

صلیبی حملوں کی تاریخ میں سب خطرناک تیسرے صلیبی حملہ کے نتائج پر اگر ایک سرسری نگاہ ڈالی جائے تو یہ امر ایک حقیقت بن کر سامنے آتا ہے کہ یہ حملہ اپنے بنیادی مقصد یعنی مدینۃ المقدس پر عیسائیوں کے قبضہ میں ناکام رہا۔ لیکن مسلمانوں پر یورپ کی طرف سے ان حملوں کا تسلسل جاری رہا جو آج تک جاری ہے (جسکا ذکر دلائل کے ساتھ آگے سیریا میں جاری انقلاب کے ذیل میں آئے گا)۔ صلیبی حملوں کی تاریخ میں ایسے سات حملوں کا شمار ہوتا ہے۔ گرچہ یورپ ان حملوں کے ذریعہ براہ راست عالم اسلامی کے مقدس خطوں پر قبضہ بر قرار نہیں رکھ سکا البتہ وہ ان حملوں کے ذریعہ بہت سارے دیگر مقاصد کے حصول میں کامیاب رہا جس نے یورپ کی تقدیر بدل دی۔ ان میں چند اھم مندرجہ ذیل ہیں :

---

1 - کتاب الروضتین، ج - 4، ص 334

2 -النوادر السلطانیہ، والمحاسن الیوسفیہ، قاضی بہاء الدین بن شداد، ص - 455

- عالم اسلامی سے علم وثقافت اور سائنس یورپ منتقل ہوا، جسے آگے چل کر یورپ نے مزید ترقی دی (1)۔
- مسلمانوں سے بہت سارے ہنر یورپ منتقل ہوئے، انمیں کپڑوں کی صنعت، رنگائی، میناکاری، معدنیات، کانچ اور فن عمارت قابل ذکر ہیں۔

فرنچ مفکر ومؤرخ گستاف لی بون "Gustave Le Bon" لکھتاہے:

صنعت وحرفت پر صلیبی جنگوں کا اثر دیگر پہلوؤں سے کم نہیں تھا، یورپ نے کپڑے کی صنعت اور فنکارانہ رنگ سازی کا ہنر مسلمانوں سے سیکھا۔ فن تعمیر میں تو ایک انقلاب برپاہوا (2)۔

ایک دوسرے مقام پر گستاف جامع انداز میں یوں رقم طراز ہے:

اگر ہم صلیبی جنگوں کے دور رس نتائج پر نظر ڈالیں، تو اسکی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ صلیبی جنگوں کی وجہ سے دو صدیوں تک مشرق و مغرب کے اختلاط نے یورپ کی تہذیبی ترقی میں سب سے زیادہ مدد کی۔ اس وقت مشرق مسلمانوں کی وجہ سے ایک ترقی یافتہ تہذیب کا علمبردار تھا جبکہ مغرب حیوانیت کے سمندر میں غوطہ کھارہاتھا (3)۔

- صلیبی جنگوں سے یورپ نے عالم اسلامی کے خلاف اپنی نفرت وعداوت کی آگ ٹھنڈی کی۔
- ان جنگوں نے عالم اسلامی کی علمی اور معاشی ترقی ٹھپ کردی۔
- ان جنگوں کے ذریعہ یورپ نے مسلمانوں کو ناقابل تلافی جانی ومالی خساروں سے دوچار کیا۔
- مسلمانوں کو ترقی کے راستہ سے ہٹاکر مستقل جنگوں میں مشغول کردیا۔
- ان حملوں کے ذریعہ یورپ نے مسلمانوں میں اخلاقی بے راہ روی کو بھی رواج دیاجسکا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

1214ء میں عکا شہر کا ہیڈ پادری چنے جانے والے "جیکس دی وتری Jacques de Vitry " اور "مقدس سرزمین کی تاریخ A history of the Holy Land کا مصنف صلیبی جنگوں میں شامل یورپ کے وحشیوں کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتاہے:

ارض موعود پر صلیبیوں کا انبوہ زندیقوں، ملحدوں، چوروں، زانیوں، قاتلوں، خائنوں، جوکروں، بدکردار راہبوں اور عصمت فروش راہباؤں پر مشتمل تھا (1)۔

1 - اسباب الضعف فی الامۃ الاسلامیۃ، مؤلف ڈاکٹر محمد سید الوکیل، ص۲۱۸۔

2 - عربوں کی تہذیب Civilization of the Arabs، ص – 336-337 (ترجمہ عادل زعیتر)

3 - سابق حوالہ Civilization of the Arabs ص – 223 – 224 ۔

ایسے کردار کی حامل قوم کا سیلاب جب عالم اسلام کی طرف امڈا تو بہت سارے کمزور مسلمانوں کی اخلاقی گراوٹ کا سبب بنا۔ ڈاکٹر محمد سید الوکیل ابن کثیر کی روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فرنگیوں کو سمندری راستے ہر وقت امداد ملتی رہی، یہاں تک کہ فرنگی عورتیں بھی جنگ کی نیت سے نکل پڑیں، انمیں ایسی بھی تھیں جو اجنبی سرزمین پر اپنے فوجیوں کی شہوانی خواہشات پوری کرنے کیلئے آئی تھیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں میں بہت سارے فاسق ان عورتوں کی وجہ سے ان کی طرف مائل ہو گئے اور یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہ گئی (2)۔

1 - اسباب ضعف امت اسلامیہ (اسباب الضعف فی الامۃ الاسلامیۃ) ص-۲۲۲۔

2 - سابق حوالہ
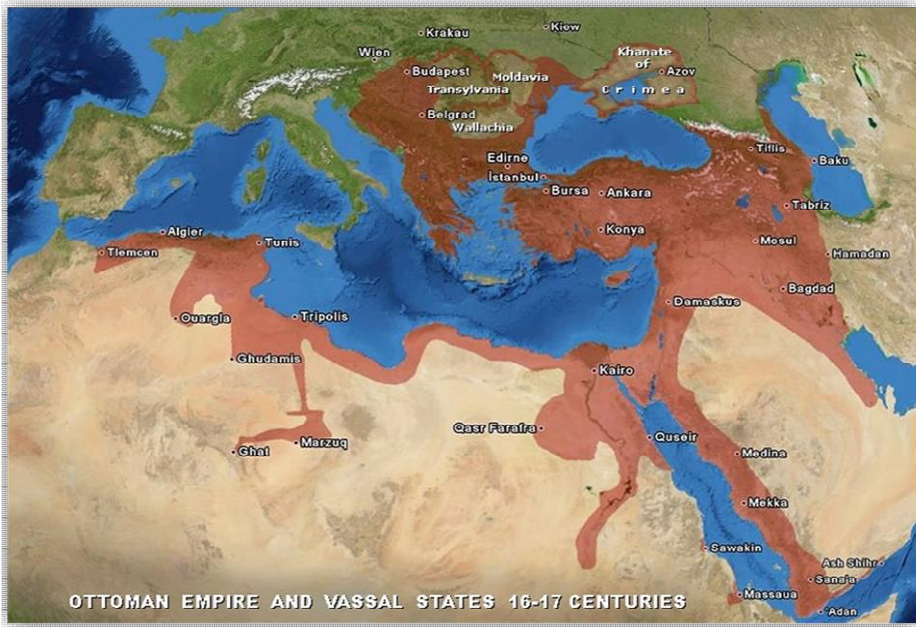
صلیبیوں کے سامنے عثمانی ترکوں کی دیوار

یورپ کے سرحد پر اسلام کے سپاہی

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا صلیبی حملوں کی تاریخ میں سات حملوں کا ذکر آتا ہے۔ انمیں تیسرا حملہ سب سے خطرناک اور شدید تھا جسے صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بنیادی مقصد کے حصول میں ناکامی سے دوچار کر دیا۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد میں وہ جوہر نہیں تھا، البتہ ممالیک کی ابھرتی ہوئی طاقت نے بلاد شام کو سنبھالا۔ وقت گذرنے کے ساتھ دنیا ساتویں صدی ہجری کی دہلیز پر پہونچی۔ اس وقت عالم اسلام اور یورپ دونوں کی طاقت کمزور پڑگئی ایسے میں ایک نئی طاقت کا ظہور ہوا۔

یہ طوفان بلاخیز تاتاریوں کی شکل میں دنیائے اسلام کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک روندتا چلا گیا۔ خلافت عباسیہ کی راجدھانی بغداد بھی 1258ء میں تاراج کر دی گئی۔ یہاںتک کہ اللہ نے عالم اسلامی پر نظر کرم فرمایااور اسکے دو بندوں حاکم مصر قطزاور ممالیک کے امیر بحریہ ظاہر بیبرس نے تاتاریوں کو 1360ء میں سرزمین شام پر معرکۂ عین جالوت میں شکست فاش دی۔ اسلامی دنیانے تاتاریوں کی تباہیوں کے ملبہ کو صاف کیااور ایک بار پھر سے نئی صف بندی کی۔ اس نئی صف بندی میں سب سے اہم یورپ کے بارڈر پر ترکی میں سلطنت عثمانیہ کا ظہور تھا۔ جو یورپ اور امت مسلمہ کے مابین ایک دیوار بن کر حائل ہوگئی۔

ترکوں کا قبیلہ دراصل سنٹرل ایشیا سے تاتاریوں کے قہر سے بھاگ کر ترکی میں سکونت پذیر ہوا تھا۔ اسکے دوسرے باعزم سردار عثمان اول نے اسلام کے پرچم تلے اپنے باپ کے عمل کو آگے بڑھایا۔ اس نے یکم محرم 699ہجری، 28 ستمبر 1299ء کو ایک ایسی سلطنت کی بنیاد رکھی جسے اسکے جانشینوں نے ایک کے بعد ایک یورپین ملکوں کو فتح کرتے ہوئے روم کے دروازوں تک پہونچادیا۔

ترکوں کی داستان جہاد میں محمد الفاتح (857ہجری 1453ء) کا نام اسلامی تاریخ میں بڑی عظمت کا نشان بنا۔ اس عظیم مرد مجاہد نے مشرقی یورپ دوسرے لفظوں میں مشرقی عیسائیت (اور تھوڈوکس کلیسا) کی راجدھانی قسطنطنیہ (استنبول) کو فتح کیا۔ جسکے فاتح کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت (1) ہر دور میں مسلم حکمرانوں اور مجاہدین کا خواب رہی تھی۔ کون جانتا تھا کہ یہ بشارت اس ترک نوجوان محمد الفاتح کے حق میں پوری ہوگی۔ اس طرح عالم اسلام کے دروازے پر اور تھوڈوکس عیسائیت کا قلعہ مسمار ہوا۔

سلطان محمد الفاتح قسطنطنیہ کی فتح کے بعد کیتھولک عیسائیت کے مرکز روم کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ اسکی تیاری میں مصروف تھے اور قریب تھا کہ عیسائیت کا دوسرا مرکز بھی پوری طرح اسلام کے زیر نگیں ہو جاتا، کہ ایک عیسائی ڈاکٹر نے اسلام قبول کرنے کا ڈھونگ کر کے سلطان سے قربت حاصل کی اور آپ کو زہر دینے میں کامیاب ہوگیا۔ آپ اس زہر کے اثر سے جاں بر نہ ہو سکے۔

---

1 - "اول جیش من امتی یغزون مدینۃ القیصر مغفور لہم" صحیح بخاری، الجہاد والسیر، باب ما قیل فی قتال الروم۔ اسکے علاوہ دیگر متعدد صحیح احادیث ہیں جو قسطنطنیہ کو فتح کرنے والی فوج اور اسکے قائد کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔

ترکوں نے عالم اسلام پر ہر حملہ پسپا کر دیا

محمد الفاتح کے جانشینوں نے اپنے پیش رو آباء واجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صلیبیوں کی کمر توڑنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اگر اس عہد کے عالم اسلام اور یورپ کے جغرافیہ پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ سلطنت عثمانیہ بیک وقت چاروں سمتوں میں اسلام دشمن طاقتوں سے نبرد آزما تھی۔

- مغرب میں اسکا مقابلہ آسٹریا اور اسپین سے تھا۔
- تو جنوب میں وہ پرتگالیوں کے سامنے جزیرۃ العرب کی حفاظت میں ڈھال کا کام کر رہی تھی۔
- شمال میں اس نے روس کو سنبھال رکھا تھا
- تو مشرق میں صفوی شیعوں کی لعنت پر قدغن لگائے ہوئے تھی۔

اس عہد کے اہم واقعات میں صفوی شیعوں کی اسلام دشمنی کا واقعہ قابل ذکر ہے۔ جب ایران میں قائم ہونے والی صفوی شیعی حکومت (1501ء - 1722ء) نے ایران میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ ایران کے طول و عرض میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ خوف و دہشت میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے شیعیت اختیار کر لی جنہیں اپنا دین عزیز تھا ہجرت کر گئے۔ لیکن صفویوں کا وجود امت مسلمہ کیلئے اس وقت ایک عظیم خطرہ کی شکل میں سامنے آیا جب انہوں نے ایران کے اپنے کامیاب تجربہ کو عالم اسلامی کے دیگر ملکوں میں دہرانے کیلئے صلیبیوں سے اتحاد کیا۔ اللہ نے اس وقت سلطنت عثمانیہ سے اس اسلام مخالف شیعی طوفان سے حفاظت کا کام لیا۔ صلیبیوں کیلئے بھی یہ ایک سنہرا موقع تھا وہ سلطنت عثمانیہ کے ذریعہ صلیبی جنگوں کو اس کی سرزمین پر منتقل کرنے کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ اس شیعی-صلیبی اتحاد کی پلاننگ تھی کہ صلیبی جنگوں کو ایک بار پھر عالم اسلام کے علاقوں میں لڑا جائے جسے صدیوں سے سلطنت عثمانیہ کے شاہین یورپ کی سرزمین پر لڑتے چلے آرہے تھے۔

سلطنت عثمانیہ کی باگ ڈور اس وقت سلطان سلیم اول کے ہاتھوں میں تھی۔ سلطان سلیم نے فوراً ہی ان صفویوں کی خبر لی۔ مسلم فوجوں نے 920 ہجری 1415ء میں چالدران کے مقام پر صفوی شیعوں کو قرار واقعی سزا دی۔ شیعوں کی شکست کے بعد اسلام کے مرکز حجاز اور بلاد شام جیسے مقدس خط کی حفاظت کے مسئلہ نے سلطان سلیم اول کو فکر مند کیا۔

سلطنت عثمانیہ نے اپنے عہد زریں کی دو صدیوں بعد 1517ء میں بالآخر مصر و شام اور جزیرۃ العرب کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ مصر و شام

پر اقتدار قائم کرکے اسلامبول (استنبول) لوٹتے ہوئے سلطان سلیم نے اس وقت کے عباسی خلیفہ متوکل علی اللہ (1) اور اسکے دو چچازادوں ابو بکر واحمد اور مصر کے شافعی قاضی القضاۃ کو اپنے ساتھ لے لیا۔ متوکل علی اللہ سلسلۂ خلفاء کا 73 واں، خلفائے عباسیہ کا 55 واں اور قاہرہ کے عباسی خلفاء کا 17 واں خلیفہ تھا۔ وہ اسلامبول پہونچ کر سلطان سلیم کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گیا۔

یوں خلافت سلطنت عثمانیہ میں منتقل ہو گئی

حق بحقدار رسید کے مصداق خلافت کا علم اسکے حقیقی جانشینوں کے ہاتھوں میں تھما دیا گیا۔ انتقال خلافت کی اس مبارک ساعت میں ملت اسلامیہ کیلئے ایک بڑی نوید تھی۔ خلافت عباسیہ جو پانچ صدیوں سے زیادہ عرصہ تک امت کے منصب خلافت کو کسی نہ کسی شکل میں برقرار رکھنے میں کامیاب رہی۔ آج اس خلافت کو ایسے جانشیں مل گئے جنہوں نے اپنے لہو سے اسلامی فتوحات کی زریں تاریخ لکھی تھی۔ جنہوں نے عالم اسلامی کے قلب پر بارہا حملہ آور ہونے والے صلیبیوں کو انکے گھروں تک پہونچ کر قرار واقعی سزا دی تھی۔ یورپ میں جنکی کھینچی ہوئی لکیروں کو صلیبی کروس کرنے کی ہمت نہیں کر پاتے تھے۔ وہ شب و روز ان ترک شاہینوں سے اپنے بارڈر کو بچانے کی فکر میں لگے رہتے۔

انتقال خلافت کی یہ مبارک رسم مسجد ایاصوفیہ میں ادا کی گئی۔ تاریخی روایات میں آتا ہے کہ متوکل نے ایاصوفیہ میں مراسم کی ادائیگی کے بعد جامع مسجد ابو ایوب انصاری میں سلطان سلیم کے گلے میں تلوار لٹکائی اور اسے خلعت پہنایا۔ ان مراسم کی ادائیگی میں علمائے سلطنت عثمانیہ اور ازہر کے علماء نے شرکت کی جو اس غرض سے پہلے ہی اسلامبول پہونچ چکے تھے۔ یوں "خلافت" سلطنت عثمانیہ میں منتقل ہو گئی اور سلطان سلیم پہلے عثمانی خلیفہ بن گئے (2)۔

---

1 - ہلاکو کے ہاتھوں بغداد تاراج ہونے اور سقوط خلافت کے بعد ہلاکو کی فوج کو شکست دینے والے سورماؤں میں ظاہر بیبرس بھی تھے۔ ظاہر بیبرس نے 1262ء میں سرزمین مصر پر پھر سے خلافت عباسیہ قائم کی۔ خلیفہ ایک اعزازی عہدہ رہ گیا۔ چونکہ امت بغیر خلیفہ کے سیاسی زندگی کا تصور نہیں کر سکتی تھی، اس لئے ظاہر بیبرس نے علامتی ہی سہی پھر سے خلافت قائم کی۔ عباسی خاندان سے امیر احمد بن خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ظاہر نے اس سے اپنے لئے سارے حقوق حکمرانی مانگ لئے۔ اس طرح مصر میں یہ عباسی خلافت عثمانیوں کے ہاتھوں ممالیک کی حکومت کے ختم ہونے تک چلتی رہی۔

2 - اٹلس فتوحات اسلامیہ، تالیف احمد عادل کمال، مطبوعہ دارالسلام، ص - ۳۷۱

سلطنت عثمانیہ نے اپنی 6 صدیوں پر محیط حکمرانی میں 400 سالوں تک متحدہ عالم اسلامی کو خلافت کی مضبوط دیواروں سے محفوظ ومامون رکھا۔ یورپ اس پورے عرصہ پیچ وتاب کھاتا رہا، اس سے کچھ بن نہیں پاتا۔ عثمانیوں کی ناقابل تسخیر قوت نے یورپ کو سنجیدگی سے اپنے داخلی محاذ پر کام کرنے پر مجبور کر دیا۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا مسلمانوں سے اختلاط نے یورپ میں علمی و فکری انقلاب برپا کر دیا تھا۔ وہ اس محاذ پر کام کرتے ہوئے ایک نیا انقلاب لانے میں کامیاب رہے۔ یہ انقلاب زندگی کے ہر گوشہ پر محیط تھا، صنعت و حرفت، ہتھیار سازی اور جنگی طور طریقے الغرض زندگی کے ہر شعبہ میں محیر العقول انقلاب آیا۔

افسوس کا مقام تھا کہ گذرتے ہوئے وقت کے ساتھ خلافت عثمانیہ نے ان گوشوں سے غفلت برتی۔ اخیر زمانہ میں نااہل خلفاء نے سلطنت کو تنزلی کی راہ پر ڈال دیا۔ حکمراں پر تعیش زندگی میں پڑ گئے، دین سے بیزاری اور علم سے دوری بڑھتی چلی گئی۔ مرض زوال اتنا بڑھا کہ اسے یورپ کا مرد بیمار کہا جانے لگا۔

حصہ دوم

Part – 2

سقوط خلافت عثمانیہ - شام عہد جدید میں

باب اول

Chapter – 1

بالواسطہ صلیبی جنگیں

صلیبیوں کی نئی منصوبہ بندیاں اور نئے اتحادی

گزشتہ اوراق کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ماضی میں جب بھی مغرب (یورپ) نے اعلائے صلیب کے جنون کو ہوا دی اور عالم اسلام پر چڑھائی کی، مسلمانوں نے اسکا جواب اسی درجہ سختی سے دیا۔ اسی طرح یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یورپ خواہ اپنے کتنے ہی جگر گوشے کٹا ڈالے، جتنی قوت چاہے جتالے، سرزمین اسلام پر اسکی براہ راست حکومتوں کو دوام وبقا نہیں۔ صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے بلاد شام کے جن چند ساحلی علاقوں پر صلیبی حکومتوں کو تسلیم کیا تھا، اس معاہدہ کی مدت صرف تین برس تین مہینہ تھی۔ چنانچہ بعد میں مسلمانوں نے ان علاقوں سے بھی انہیں اکھاڑ پھینکا۔

اسلئے صلیبی طاقتوں نے ماضی کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عالم اسلام پر حملہ وقبضہ کی پلاننگ نئے سرے سی کی۔ اس عہد کی صلیبی جنگوں کو بالواسطہ صلیبی جنگیں کہنا زیادہ مناسب ہو گا۔ اسلئے کہ صلیبیوں نے یہ جنگیں نئے اتحادیوں کے ذریعہ پردہ کے پیچھے رہ کر لڑی، اور جیسے ہی مناسب وقت آیا وہ ایک بار پھر میدان میں کود پڑے۔ تاریخ کے اس مرحلہ میں ان کی نئی منصوبہ بندی کے تین بنیادی عناصر تھے:

1) مذہب بطور خاص صلیب کے اعلانیہ استعمال سے گریز۔ چونکہ کلیسا وصلیب مسلمانوں کے نزدیک بڑی حساسیت رکھتے تھے۔
2) عالم اسلام کے اندر ایسی طاقتوں کی شناخت جو ہوس اقتدار میں صلیبیوں کے اشاروں پر رقص کناں ہوں۔ جو عالم اسلام میں صلیبی کارندوں کے طور پر کام کر سکیں۔ سقوط خلافت کے مقصد کے حصول میں ابتک کی سب سے خطرناک صلیبی و یہودی سازش۔
3) ایک ایسے عالمی و متعدد المذاہب (multi religious) اتحاد کی تشکیل کہ مسلمان جسکے چوطرفہ حملوں کا تحمل نہ کر سکیں۔

نئے منصوبے کا پہلا شق: صلیب کے اعلانیہ استعمال سے گریز

اس پالیسی کے بموجب انہوں نے نئے صلیبی حملوں کو اقتصادی اور سیاسی رنگ دیا۔ بظاہر کلیسا اور پوپ کا نام نہیں لیا گیا اور نہ ہی انکی قیادت سامنے آئی۔ لیکن دل میں اسلام اور مسلمانوں کیلئے نفرت اور انہیں پارہ پارہ کر دینے کی تمنا ماضی کی صلیبی جنگوں سے کسی طرح کم نہ تھی۔ صلیب کی اسلام پر برتری، فلسطین پر عیسائیوں کا قبضہ اور کم از کم مسلمانوں کے قبضہ سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش۔ گویا مقاصد وہی تھے، بس حکمت عملی بدلی ہوئی تھی۔ لیکن اس بار صلیبی حملے بڑے وسیع پیمانہ پر کئے گئے۔ یورپ کی عام ترقی، اسلحہ سازی اور صنعتی ترقیات سے حاصل شدہ نئی قوت نے یورپ کے حوصلے اتنے بلند کر دیئے تھے کہ اس بار انہوں نے باہمی اتحاد کی ضرورت بھی محسوس نہ کی۔ امت مسلمہ اپنے زوال کی انتہاء کو پہونچ چکی تھی، ایسے میں جس یورپین ملک کو جدھر موقع ملا نکل پڑا۔ مسلم دنیا کا کوئی گوشہ نہ چھوڑا جہاں مسلمانوں کو لوٹا اور حکومت سے بے دخل نہ کیا ہو۔ ہمارے لئے خود اپنی مثال ہندوستان ہی کافی ہے۔ جہاں پرتگالی، فرنچ اور

برٹش سبھی ٹوٹ پڑے۔ لیکن ان حملوں میں بظاہر صلیب کا ذکر نہ تھا۔ صلیب کے نام پر جنون کا مظاہرہ نہ تھا۔ بلکہ صلیب کی سربلندی کیلئے بڑی حکمت سے کام لیا گیا۔ اپنی اقتصادی ترقی کو جاری رکھنے کیلئے مسلمانوں کی دولت کو ہتھیانا انکے حملوں کا عنوان تھا۔ اور اس میں یورپین ممالک اپنے اپنے طور پر سرگرم تھے۔ ان سبھوں کے مقاصد میں یکسانیت تھی، اسلام کی بیخ کنی، مسلمانوں سے انتقام اور انہیں حکومت سے بے دخل کرنا ہر جگہ نتیجہ ایک ہی دیکھا گیا۔ اس طرح جب انہوں نے مکمل طور پر طاقت حاصل کرلی تو ایک بار پھر مرکز خلافت اور بلاد شام، عالم اسلام کے قلب و جگر پر حملہ آور ہوئے۔ ان حملوں کے پیچھے کار فرما مقاصد اور جذبات جلد ہی زبان پر آ گئے 1917ء میں فلسطین پر قبضہ کرتے ہوئے برطانوی جنرل الینبی نے اعلان کیا "آج صلیبی جنگیں مکمل ہو گئیں"۔

نئے منصوبہ کا دوسرا شق: مسلمانوں میں صلیبی کارندوں کی تلاش

اپنے نئے منصوبہ کے دوسرے شق کے تحت انہوں نے مسلمانوں کے درمیان ایسی طاقتوں کی شناخت کی جن کے ذریعہ خلافت کی جڑیں کھودی جاسکیں۔ تاریخ کے صفحات پر اس عہد میں ایسے دو شخص کا نام خاص طور پر مسلمانوں کیلئے باعث ننگ وعار بنا جنہوں نے اپنے ہی نشیمن کو آگ لگانے اور خانمابرباد کرنے میں بہت بڑا رول ادا کیا۔

ان میں البانی نسل سے تعلق رکھنے والا مصر میں 1805ء سے 1848ء تک خلافت عثمانیہ کا والی "محمد علی پاشا" اور دوسرا 1908ء سے 1917ء تک والیٔ حجاز "شریف حسین بن علی" تھا۔

ان دونوں کے درمیان نصف صدی کا فرق ہونے کے باوجود ان دونوں کے ذاتی عروج وزوال کی تاریخ خلافت کے عروج وزوال کی کہانی بن گئی۔ عالم اسلام کو موجودہ ذلت ویاس کی حالت میں پہونچانے کیلئے ملت اسلامیہ انہیں کبھی معاف نہیں کرسکتی۔ تاریخ امت کے ان سیاہ صفحات میں جو ہمارے زوال کی راہ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان دو شخصیتوں محمد علی پاشا اور شریف حسین کا مطالعہ انتہائی اہم ہو جاتا ہے۔

دوسرے شق کا پہلا مہرہ والیٔ مصر محمد علی پاشا (1805-1848)

محمد علی پاشا البانی نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ مصر میں فرانس اور خلافت عثمانیہ کے درمیان جنگ میں حصہ لینے کیلئے عثمانی فوج کے البانی دستہ کا ڈپٹی کمانڈر بنکر ۱۸۰۱ء میں مصر پہونچا تھا۔ مصر میں اس وقت پھیلی ہوئی بدامنی اور جنگ وجدال کی صورتحال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے صرف چار سال کے اندر مصریوں کا اعتماد حاصل کرکے حکمرانی کی گدی تک پہونچا اور علماء واعیان مصر کی سفارش پر خلافت عثمانیہ سے اپنی ولایت کا پروانہ حاصل کرلیا(1)۔

---

1 - شام میں محمد علی کی جنگیں (حروب محمد علی فی الشام) ڈاکٹر عایض الروقی، ص- ۳۲

یہ عہد خلافت عثمانیہ کی کمزوری کی ابتداء کا تھا، خلافت عثمانیہ کے اندر اب وہ طاقت نہیں رہی تھی کہ وہ اپنی ہیبت قائم رکھنے کیلئے اپنی فوج کو اسی برق رفتاری سے مختلف گوشوں میں دوڑا دے۔ ان حالات میں محمد علی پاشا خاموشی سے اپنی فوجی قوت کو پروان چڑھاتا رہا۔ جلد ہی صورت حال اسکے حق میں ساز گار ہونے لگی خلافت عثمانیہ اپنی ناتوانی میں اٹھنے والی بغاتوں کو کچلنے کیلئے اسکی محتاج ہو گئی۔ محمد علی پاشا نے بھی مرکز خلافت سے ملنے والے ہر حکم کی تعمیل کی۔ یہاں تک کہ بلاد عرب میں کسی والی کیلئے اسکی سفارش خلافت کے نزدیک قابل قبول ہوتی۔ مصر میں محمد علی پاشا کی ابھرتی ہوئی طاقت اور خود خلافت کی روبہ زوال طاقت کے فرق کو بھانپ کر صلیبی یورپ نے عالم اسلام میں افتراق اور مسلمانوں کو مسلمانوں کے ذریعہ مارنے اور کمزور کرنے کی شاطرانہ چال چلی۔ فرانس نے محمد علی پاشا کو ہتھیار اور فوجی ماہرین سے مدد دی۔ اسے خلافت عثمانیہ کے اندر اتنا پاور فل بنادیا کہ خود خلافت اسکے سامنے کھڑا ہونے کی سکت نہیں پا سکی(1)۔ اس پر مستزاد مصر میں موجود یہودیوں کی ماسونی تحریک نے محمد علی کو اپنے دام میں پھنسانا شروع کیا(2)۔ تیسری سمت خلافت کی غلط پالیسیوں اور بروقت اپنی اصلاح سے غفلت نے مل جل کر وہ کام کیا کہ محمد علی کے سر میں خلافت کے انہدام اور اسکی جگہ اپنا امپائر کھڑا کرنے کا سودا سمانے لگا۔

خلافت عثمانیہ پر محمد علی کی چڑھائی

محمد علی اپنی حکومت کا دائرہ بلاد شام تک پھیلانا چاہتا تھا۔ جبکہ خلافت عثمانیہ اس بات کے خلاف تھی کہ محمد علی کو بلاد شام جیسے اسٹریٹیجک خطہ پر بالادستی دی جائے۔ برطانیہ و فرانس نے محمد علی کی پیٹھ تھپتھپائی۔ پھر کیا تھا اس نے شام پر فوج کشی کر دی، عثمانی فوجوں کو شکست ہوئی۔ اسے اتنی شہ ملی اور اسکا حوصلہ اتنا بڑھا کہ وہ شام کے حدود سے نکل کر ترکی میں داخل ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ ترکی کے قلب "قونیہ" پر قابض ہو گیا۔ اب خلافت کے انہدام میں خلافت عثمانیہ کی راجدھانی آستانہ کے سقوط کا انتظار تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ خلافت کا صفایا حتمی ہے کہ صلیبی طاقتوں نے پانسا پلٹ دیا۔ انہیں محمد علی سے جتنا کام لینا تھا وہ لے چکے تھے، انہوں نے محمد علی کو ترکی خالی کرنے کا حکم دیا۔ محمد علی یورپ کے پینترہ بدلنے سے حیران و ششدر رہ گیا۔ وہ عالم اسلامی میں اس تخریب کاری سے اپنی انگلیاں جلا چکا تھا۔

اس مقام پر حیران و پریشان اور لاچاری کی حالت میں اس نے خلافت سے مصالحت اور گفت و شنید کی کوشش کی۔ اس سے پہلے کہ یہ کوششیں بار آور ہوتیں صلیبیوں نے ایسے حالات پیدا کر دئے کہ دونوں کا اتحاد ہوتے ہوتے رہ گیا۔ صلیبیوں نے اس بات پر اصرار کیا کہ محمد علی پورے بلاد شام کو خالی کر دے اور مصر تک محدود رہے۔ محمد علی نے جب اسے ماننے سے انکار کیا تو برطانیہ اور اسکے حواریوں نے اس پر حملہ کی دھمکی دے ڈالی۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ صلیبیوں نے اس سنہرے موقع کا استعمال کرتے ہوئے محمد علی کو آستانہ تک کیوں نہیں پہونچنے دیا، انہوں نے مرکز خلافت اور ترکی کو مکمل زوال سے کیوں بچایا؟

---

1 - تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "ہماری موجودہ صورتحال" (واقعنا المعاصر۔ محمد قطب) ص – 205

2 - تاریخ عثمانی کا نیا مطالعہ (قراءة جديدة في التاريخ العثماني) ص – 170

صلیبی نہیں چاہتے تھے کہ روبہ زوال خلافت عثمانیہ کی جگہ عالم اسلام میں کوئی دوسری طاقت ابھرے جسکے پیچھے مسلمان دوبارہ متحد ہو جائیں، صرف نظر اس سے کہ وہ طاقت اسلامی ذہن رکھتی ہو یا نہیں۔ اسلئے کہ محمد علی گرچہ ماسونیت کا شکار تھا، اسکے اندر دین بیزاری، اپنی رعایا کا خون پسینہ چوسنے کی خصلت اور مغربی افکار سے وابستگی کے صفات بدرجہ اتم موجود تھے۔ لیکن دوسری طرف صلیبیوں کے سامنے یہ حقیقت بھی روز روشن کی عیاں تھی کہ محمد علی اپنے ذاتی اور خاندانی مفادات کیلیئے اگر ضرورت پڑی تو اسلام کا لبادہ اوڑھ لینے سے باز نہیں آئے گا۔ پھر اس کے بعد کیا حالات بنیں اسکی پیشن گوئی نہیں کی جاسکتی تھی۔ صلیبی اپنی اس بالواسطہ اور سرد جنگ میں کسی طرح کا کوئی رسک مول لینے کو تیار نہ تھے۔ خلافت کو پوری طرح متزلزل کرنے کے بعد اب انکی پہلی ترجیح یہ تھی کہ خود محمد علی پاشا کے پر پوری طرح کتر دئے جائیں، سوانہوں نے پہلے یہ کام کیا۔ شیطانی طاقتوں نے اس سے اپنا کام نکال کر اسے ایسی کھائی میں ڈھکیلا کہ وہ اس سے نکل نہیں پایا۔ اسے ملت سے غداری کے بدلہ ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہ ملا۔

بقائے خلافت کی آخری امید

خلافت عالم اسلامی کیلیئے دل کی حیثیت رکھتی تھی۔ سرزمین ترکی پر بیٹھتی ہوئی اسکی دھڑکنیں پورے عالم اسلام کے جسم کو بے جان کئے دے رہی تھیں۔ خلافت عالم اسلام کا دماغ تھی جو اعدائے اسلام کے پے درپے حملوں سے شل ہوا جارہا تھا۔ دشمنان اسلام اس نتیجہ پر پہونچ چکے تھے کہ اسلام و مسلمانوں کی دینی وسیاسی موت خلافت کے سقوط میں پوشیدہ ہے چنانچہ انہوں نے اپنی ساری توجہ سقوط خلافت پر مرکوز کررکھی تھی، لیکن ان صلیبی کوششوں کو اس وقت ایک زبردست جھٹکا لگا جب 11 شعبان 1293 ہجری موافق 31 اگست 1876ء کو خلیفہ عبد الحمید ثانی نے عنان خلافت سنبھالا۔

جاں بلب خلافت کو زندگی کی نئی رمق مل گئی۔ خلافت کے بے جان جسم میں زندگی کی حرارت دوڑنے لگی۔ اپنوں اور غیروں سبھوں کو لگا کہ یورپ کا مرد بیمار صحت یاب ہونے لگا ہے۔ خلیفہ عبد الحمید ثانی نے ہندوستان، چین اور افریقہ غرضیکہ پوری دنیا میں امت کو متحد ہونے کا پیغام دیا۔ آپ نے حکومت میں ایسی وسیع اصلاحات کیں جو ہر گوشہ پر محیط تھیں :

- آپ نے امت مسلمہ کو آواز دی "اے دنیا کے مسلمانوں متحد ہو جاؤ"۔
- داعیان اسلام کا مدرسہ قائم کر کے ایسے فضلاء تیار کیے جو دنیائے اسلام کے گوشوں گوشوں میں جا کر حمیت اسلامی کو بیدار کرنے لگے۔
- اسلامی دنیا کے مختلف گوشوں سے علماء اور سیاسی قائدین کو جمع کر کے اصلاح امت کیلیئے ان سے مشورے لئے اور انہیں عزت واحترام سے نوازا۔
- حکومت اور قضاء کو شریعت اسلامی کے مطابق استوار کیا۔

- رشوت، کرپشن اور بد نظمی دور کی۔
- اقلیتوں کے حقوق بحال کئے۔
- صلیبی طاقتوں کی سر گرمیوں پر نظر رکھنے کیلئے طاقتور انٹیلیجنس سروس بحال کی۔
- فوجی اور جنگی میدان میں جد وجہد کرتے ہوئے عثمانی فوج کو جدید طرز پر ڈھالا اور نئے ہتھیاروں سے مسلح کرکے اسے طاقتور بنانے کی کوشش کی۔
- قرض میں ڈوبی ہوئی سلطنت کے بوجھ کو اتارنے کیلئے حکومت کے اخراجات کم کئے۔
- عالم اسلامی کے مختلف علاقوں کو باہم مربوط کرنے کیلئے دمشق - حجاز ریلوے لائن بنوائی۔ اس ریلوے لائن کے بنانے میں پوری دنیا کے مسلمانوں نے جس جوش و جذبہ اور اخوت اسلامی کا مظاہرہ کیا اس نے صلیبیوں کیلئے خطرہ کی گھنٹی بجادی(1)۔

ہندوستان کے مسلمانوں نے سب سے زیادہ جوش و جذبہ کا مظاہرہ کیا۔ حجاز ریلوے لائن کی اہمیت کے بارے میں اس وقت قسطنطنیہ میں برطانیہ کے سفیر نے 1907ء میں اپنی سالانہ رپورٹ میں اپنی حکومت کو خبر دار کرتے ہوئے لکھا:

"سلطان کی گذشتہ دس سالوں کے سیاسی رجحان میں حجاز ریلوے لائن سب سے اہم اقدام ہے۔ سلطان نے اس حکیمانہ پلان سے تین سو ملین مسلمانوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے سچے خلیفہ ہیں۔ انہوں نے اس پروجیکٹ کو اپنی دینی غیرت و حمیت کی بڑی دلیل بنالی ہے۔ یہ لائن مستقبل قریب میں مسلمانوں کے سفر حج کو بہت آسان بنادیگی(2)"

خلافت کے اندر اس نئی زندگی نے صلیبی یورپ کو بے چین کر دیا۔ انہیں اپنی پلاننگ فیل ہوتی نظر آنے لگی۔ ٹھیک اسی وقت صہیونیت کے بانی "تھیوڈور ہرزل Theodor Herzl " نے بڑی جتن کے بعد خلیفہ سے ملاقات کا موقع حاصل کرکے فلسطین میں یہودیوں کیلئے ایک وطن کے قیام کی درخواست کی۔ اسکے عوض اس نے خلافت کا قرض چکانے، سلطان کو ہدیہ میں پانچ ملین سونے کا لیرہ دینے اور یورپ کے میڈیا میں سلطنت کے خلاف پروپیگنڈہ روکنے کی پیش کش کے ساتھ یہود و مسلم اتحاد کی تجویز رکھی۔ سلطان نے ہرزل کی اس پیش کش کو حقارت سے ٹھکراتے ہوئے کہا:

"تم اگر اس دنیا کے برابر سونا میرے قدموں میں ڈال دو پھر بھی مجھے قبول نہیں۔ فلسطین میری نہیں پوری امت کی ملکیت ہے۔ جسے مسلمانوں نے اپنا خون بہاکر حاصل کیا ہے اسے بیچا نہیں جاسکتا۔ جاؤ اگر کسی دن خلافت عثمانیہ پارہ پارہ ہوگئی تو تم مفت میں اسے حاصل کرلینا"(3)۔

---

1 - تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "السلطان عبدالحمید الثانی" محمد حرب ص – 33 – 183

2 - مرد بیمار کی صحتیابی "صحوۃ الرجل المریض" ڈاکٹر موفق بنی المرجہ، ص – 114

3 - سلطنت عثمانیہ اور یہودی "الدولۃ العثمانیۃ والیہود" ص – 120 احمد نوری النعیمی

اس مضمون کا خط آپ نے ہرزل کے دوست کو بھی لکھ کر اپنے سخت موقف کا اظہار کیا۔ پھر آپ نے فلسطین کی طرف روس اور دنیا کے مختلف گوشوں سے یہودیوں کی ہجرت پر پابندی لگادی۔

السلطان عبد الحميد الثاني

(انصحوا الدكتور "هرتسل" بألا يتخذ خطوات جدية في هذا الموضوع، فإني لا أستطيع أن أتخلى عن شبر واحد من أرض فلسطين ... فهي ليست ملك يميني ... بل ملك الأمة الإسلامية .. لقد جاهد شعبي في سبيل هذه الأرض ورواها بدمه .. فليحتفظ اليهود بملايينهم ... وإذا مزقت دولة الخلافة يوماً فإنهم يستطيعون آنذاك أن يأخذوا فلسطين بلا ثمن ..

أما وأنا حي فإن عمل المبضع في بدني لأهون علي من أن أرى فلسطين قد بترت من دولة الخلافة وهذا أمر لا يكون. إني لا أستطيع الموافقة على تشريح أجسادنا ونحن على قيد الحياة).

السلطان عبد الحميد الثاني

أستانبول ١٩٠١م

خلیفہ عبدالحمید ثانی کی طرف سے ہرزل کے دوست کو لکھے گئے خط کا نسخہ جسمیں آپ نے یہودیوں کو فلسطین کی ایک بالشت زمین بھی دینے سے انکار کردیا

دمشق ریلوے اسٹیشن کی پر شکوہ عمارت جو آج دمشق کے مقامات سیاحت میں شمار ہوتی ہے

مدینہ منورہ میں حجاز ریلوے میوزیم کی سحر انگیز عمارت
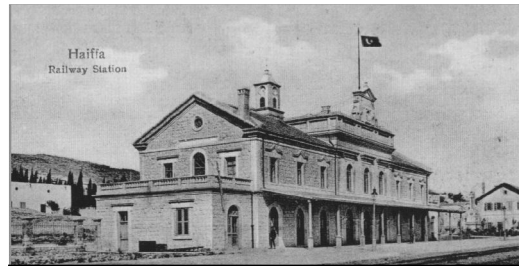
بیت المقدس سے ۱۵۸ کیلومیٹر کی دوری پر حیفا اسٹیشن

صلیبیوں کا دوسرا مہرہ شریف حسین بن علی

خلیفہ عبد الحمید ثانی کی حرارت ایمانی اور عالم اسلام کو دوبارہ صلیبیوں کے سامنے ایک طاقت بنا کر کھڑا کرنے کی کوششیں چراغ سحری ثابت ہوئیں۔ صلیبی اس وقت تک ترکی اور عالم اسلام کے طول و عرض میں پوری طرح سرایت کر چکے تھے۔ ترکی کے اندر ترکوں کی حمیت ماضی کی داستان بن چکی تھی۔ صلیبیوں اور یہودیوں نے ترک قوم کو مال و دولت اور فکری انحراف میں ایسا جکڑ دیا تھا کہ خلیفہ کیلئے اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا اور وہ بالآخر معزول کر دئے گئے۔

اس اندرونی انارکی (chaos) اور بیرونی انتشار (disorder) میں سب سے بڑا صدمہ عالم اسلام کیلئے بلاد حرمین سے صلیبیوں کا مہلک وار شریف حسین بن علی کی بغاوت کی شکل میں سامنے آیا۔ "شریف حسین" اشراف مکہ میں سے تھا۔ اشراف کا لقب اس وقت آل نبی کیلئے استعمال ہوتا تھا، جنکی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ خلافت عباسیہ کے دوسرے عہد سے اشراف منطقہ حجاز (مکہ ومدینہ) پر حکومت کرتے چلے آرہے تھے۔ ایوبیوں اور ممالیک سبھوں نے اپنے اپنے دور میں انہیں اس مقام پر فائز رکھا۔ خلافت عثمانیہ نے بھی انہیں اس منصب پر بحال رکھا۔ لیکن شریف حسین اشراف کی ایک ناخلف اولاد ثابت ہوا۔

وہ ایک احمق اور سیاست سے نابلد انسان تھا جو اسلام کے دشمنوں کی مدد سے عربوں کا تاجدار بنکر عالم اسلام میں خلیفہ کے مقام تک پہونچنا چاہتا تھا۔ اسکی ذاتی امنگیں حقیقت کی زمین پر ایک دیوانے کے خواب سے کم نہ تھیں۔ اسکی ذات سے اسلام کیلئے خطرہ کی بو آتی تھی۔ جب وہ خلیفہ عبد الحمید ثانی کے دور میں خلافت عثمانیہ کی پارلیمنٹ کا ممبر تھا تو خلیفہ عبد الحمید ثانی نے اس سے خطرہ کی بو محسوس کرتے ہوئے کہا تھا: "شریف حسین ہم سے محبت نہیں کرتا۔ وہ آج خاموش ہے، کل کیا کرے گا اللہ ہی بہتر جانتا ہے" ۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اسے استنبول میں حکومت کی مجلس شوری میں گھیرے رہتے اور اسے مکہ نہیں جانے دیتے تھے (1)۔

جب ترکی کے اندر یہودیوں کی سازش سے ابھرنے والی اعدائے اسلام کی تحریک "اتحاد و ترقی" نے خلیفہ عبد الحمید ثانی کو معزول کر دیا تو اس نے صلیبیوں کی تجویز پر شریف حسین کو شریف مکہ کے منصب پر بحال کر دیا۔ خلیفہ عبد الحمید کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا "اب حجاز ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا، کاش کے حسین "مکہ" کی حکومت پر قانع ہو جائے اور چاہے تو خود کو آزاد قرار دے دے۔ اسکے امیر مکہ بننے سے خلافت کے وجود کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے"۔

آنے والے وقت میں خلیفہ عبد الحمید کا اندیشہ سچ ثابت ہوا۔ حسین "شریف مکہ" بننے پر ہی قانع نہ ہوا بلکہ اس نے خلافت عثمانیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

1-الشریف حسین امیر المغفلین، قصۃ الاسلام سائٹ۔ مؤرخ ڈاکٹر راغب السرجانی۔

پہلی جنگ عظیم (1914-1918) کے دوران 1915 سے 1916 تک صلیبی برطانیہ اور شریف علی بن حسین کے درمیان باہمی تعاون کے خط وکتابت کا جو سلسلہ جاری ہوا اسے تاریخ میں "مراسلات حسین میک میہون Hussein-McMahon Correspondence" کے نام سے جانا جاتا ہے۔"ہنری میک میہون Henry McMahon" اس وقت مصر میں صلیبی برطانیہ کا ہائی کمشنر تھا، جو عرب علاقوں میں خلافت عثمانیہ کے خلاف صلیبی برطانیہ کے مشن کو نافذ کرنے کا انچارج تھا(1)۔

اس سے بڑی ستم ظریفی اور کیا ہو سکتی تھی کہ برطانیہ جیسا اسلام کا ازلی دشمن شریف کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے حدیث رسول سے استدلال کرتا ہے "الائمۃ من قریش" امام قریش سے ہی ہونا چاہئے۔ چونکہ شریف رسالت مآب کے خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں اسلئے خلیفہ بننا انکا حق ہے۔

خلافت کے خلاف شریف کی بغاوت اور عالم عرب میں خلافت کا زوال

شریف کی حماقت کی انتہا نہ رہی کہ وہ برطانیہ اور صلیبیوں کے اس جھانسہ میں آکر انکے ساتھ خلافت عثمانیہ کے خلاف جنگ میں کود پڑا۔ اس نے ۹ شعبان۱۳۰۸ ہجری (10-06-1916) کو عرب انقلاب کے نام پر خلافت عثمانیہ کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا (2)۔ شریف حسین نے اپنے بیٹے فیصل کو برطانوی ایجنٹ "لارنس" **Thomas Edward Lawrence** international fame as Lawrence of Arabia کی سرپرستی میں حجازیوں، عرب دیہاتیوں اور بدوؤں پر مشتمل ایک بڑی فوج لیکر بلاد شام کی طرف روانہ کیا۔ اس وقت عثمانی فوجوں کی سربراہی کمال اتاترک (3) جیسے منافق کے ہاتھوں میں تھی۔ وہ جان بوجھ کر فیصل کی فوجوں کے

1- ان خطوط کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: کتاب "عربوں کی بیداری Arab awakening: History of the Arab nationalist movement " جورج انطونیوس George Habib Antonius۔

2- شریف حسین کی تاریخ پر "الجزیرہ" چینل کا ایک تفصیلی پروگرام 2008-04-04 کو نشر ہوا۔ اور تحریری شکل میں "ارشيفهم وتاريخنا، ملف احلام الوحدة والاتحاد، ج۔۱" کے عنوان سے اسکے سائٹ پر مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ واضح ہو کہ اس پروگرام میں مختلف ملکوں کے پانچ مؤرخین نے شرکت کی تھی، پروگرام کا محور ڈاکٹر ذوقان قرقوط کی کتاب "في تاريخ الأمة العربية الحديث، المشروع القومي الذي لم يتم" بھی رہی۔ مزید دیکھئے "القومیۃ والغزو الفکری" ص302 جلال کشک

3- یہ کمال اتاترک وہی ہے جس نے خلافت کے انہدام کا باقاعدہ اعلان کیا۔ یہ ترکی کے ایک یہودی قبیلہ "دونما" سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ قبیلہ اسپین میں یہودیوں کے قتل عام سے دربدر ہوا تو مسلمانوں نے اسے ترکی میں بسنے کیلئے جگہ دی۔ ان لوگوں نے بظاہر اسلام قبول کرلیا۔ لیکن آنے والے وقتوں میں اس یہودی قبیلہ کے اسلام قبول کرنے کا دعوی جھوٹا ثابت ہوا۔ کمال اتاترک نے فوج کے سب سے اعلی عہدہ تک پہونچ کر ترکی سے اسلام کی بیخ کنی کی وہ تدابیر کیں کہ سوائے اسلام کی حقانیت کے دنیا کا کوئی عقیدہ، دین ومذہب اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ پردہ، اذان،

سامنے شکست کھا گیا۔ فیصل خلافت کے خلاف اس حد کو پہونچ گیا کہ اس نے برطانوی جنرل لارنس کے ساتھ مل کر دنیا بھر کے مسلمانوں کے خون پسینہ سے بنائی گئی "دمشق-مدینہ ریلوے لائن" جو تاریخ میں "حجاز ریلوے" کے نام سے جانی جاتی ہے کو اکھاڑ پھینکا۔ ہندوستان سے علامہ اقبال نے اس موقع پر کہا:

کیا خوب امیر فیصل کو سنوسی نے پیغام دیا

تو نام و نسب کا حجازی رہا پر دل کا حجازی بن نہ سکا

شریف حسین کی حالت یہ تھی کہ اسے جب انگریزوں کی چالوں کے بارے میں آگاہ کیا جاتا تو وہ اسکی خبر برطانیہ کو دیتا اور اس سے خبر کی تصدیق کراتا۔ برطانیہ اسے جھٹلاتا اور وہ اس پر یقین کرلیتا۔ صلیبی برطانیہ نے تڑپ کا دوسرا پتہ چلا اور اسکے بیٹے فیصل (1) کو باپ پر فوقیت دینے لگے۔ ان کا مقصد اب شریف حسین کو کنارے لگانا تھا۔ شریف اپنے دوسرے بیٹے عبد اللہ کے ساتھ مکہ میں جا ٹھہرا۔ عین اسی وقت حجاز میں ایک دوسری طاقت ابھر رہی تھی، یہ طاقت تھی حالیہ سعودی عرب کے حکمراں خاندان "آل سعود" کی جو اپنے جواں سال قائد "شاہ عبد العزیز" کی قیادت میں پورے حجاز کو روندتی چلی گئی۔

حجازی شریف سے بد ظن اسے چھوڑ اس نئی ابھرتی ہوئی طاقت سے جڑنے لگے۔ آل سعود نے حجاز میں شریف کی فوج کو پے در پے ہزیمتیں دی۔ صلیبیوں کو بھلا شریف سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ وہ خواب جو اسے صلیبیوں نے دکھایا انہوں نے موقع ملتے ہی چکنا چور کر دیا۔ برطانیہ نے اب آل سعود کی ابھرتی ہوئی طاقت کو زیادہ موزوں سمجھا اور انہیں حجاز کے مستقبل کیلئے چن لیا۔ آل سعود کے مقابلہ شریف کو حجاز سے نکل جانے کا اشارہ دے دیا گیا۔ شریف کہیں کا نہ رہا۔ انگریزوں نے اسے جزیرۂ قبرص بھیج دیا جہاں وہ رنج والم کی حالت میں مرض کا شکار ہوا اور پھر اردن کے شہر عمان میں واپس آکر مرا۔ غداروں کا انجام اسکے سوا اور کیا ہوتا ہے۔

اسکے بیٹے فیصل کو فرانس نے شام میں اس حالت میں پہونچایا کہ وہ ٹرین کے ڈبوں میں رات گذار کر سیریا سے بے دخل ہوا۔ اسکی خدمات کے عوض برطانیہ نے اسے عراق کا بادشاہ بنادیا اور جب وہ انکے کسی کام کا نہ رہا تو لندن میں دوران علاج اسے زہر دے کر مار دیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مساجد اسلامی تعلیمات غرضیکہ زندگی کا کوئی گوشہ نہ بچا جہاں سے اسلام کو نکال باہر نہ کیا گیا ہو (قصۃ الاسلام سائٹ، مؤرخ ڈاکٹر راغب السرجانی)

1 - جلال کشک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "القومیۃ والغزو الفکری" میں ولیم پولک کے حوالہ سے فیصل اور صہیونیوں کے تعلقات پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، دیکھئے ص 331۔

پاشا اور شریف جیسے کردار امت مسلمہ کا نصیب بن گئے

اس نئی صلیبی منصوبہ بندی کا یہ عنصر اتنا خطرناک تھا کہ زوال پذیر ملت اسلامیہ آج تک اس کی ہولناکی کا کامل ادراک نہیں کر سکی۔ صلیبیوں نے مسلمانوں کے درمیان سے اپنے چنندہ ایجنٹوں کو جس طرح سقوط خلافت میں استعمال کیا اسی طرح انہوں نے سقوط خلافت کے بعد امت مسلمہ کو لمبی مدت تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کیلئے اپنی اس پالیسی کو کمال عیاری سے جاری رکھا۔ انہوں نے اسلام و مسلمانوں کی بیخ کنی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ایک طرف انہوں دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی ممکن ہو سکا مسلمانوں کو اقتدار سے بے دخل کر کے انکے حریفوں کو اقتدار سونپ دیا، تو دوسری طرف خالص مسلم ممالک میں محمد علی پاشا و شریف حسین کے فارمولے پر عمل جاری رکھا۔ مسلمانوں کو خود اپنے ہی ملکوں میں اقتدار سے اتنی دور ڈھکیل دیا گیا کہ آج تک مسلمانوں کی تقدیر کے فیصلے صلیبی اشاروں کے مرہون منت ہیں۔ بظاہر مسلم ممالک آزاد ہو گئے لیکن بقول فیض:

یہ داغ داغ اجالا یہ شب گزیدہ سحر

وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں

مسلمانوں کو آزادی کی جس صبح کا انتظار تھا وہ آج تک نہ مل سکی۔ صلیبی مسلم ممالک سے جاتے ہوئے ہر جگہ اپنے مہرے بٹھاتے گئے۔ ساتھ ہی اپنے مہروں کی حمایت کیلئے انہوں نے ملت اسلامیہ پر فکری و تہذیبی یلغار کر دیا۔ ان دوطرفہ حملوں کا سامنا کرنے کیلئے جب علماء و مفکرین اسلام اٹھے تو دینی محاذ پر ایک حد تک تو اجازت دی گئی لیکن سیاسی محاذ پر انہیں سختی سے روک دیا گیا۔ اگر کسی نے ان بندشوں کو توڑنے کی کوشش کی تو اس پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے۔ مصر میں صدر ناصر کے دور سے اخوان المسلمون پر جو مظالم ڈھائے گئے وہ اسی سلسلے کی کڑی تھے۔ اور پھر دنیا بھر میں اسلام کے سیاسی عروج کی بات زبان پر لانا جرم قرار پایا۔ اسکیلئے مختلف حربے اختیار کئے گئے، ان حربوں کی نوعیت سمجھنے کیلئے ہم اپنے زمانہ میں انکے نئے ہتھکنڈے "دہشت گردی" کی تلوار دیکھ لیں جو بلا تمیز ہر مسلمان پر چلائی جا رہی ہے۔ ایسا خوف پھیلایا جا رہا ہے کہ کوئی مسلمان اپنی زبان کھولنے سے پہلے، ایک قدم بڑھانے سے قبل سو بار سوچنے پر مجبور ہو جائے۔ یہ سب اسلام کی سیاسی نشاۃ ثانیہ کو روکنے کی کوشش ہے، اسلام کے سیاسی عروج سے ان کے خوف کا عالم یہ ہے کہ خاص لوگ تو دور چھوٹی چھوٹی جماعتوں اور عام افراد تک کو نہیں بخشا جاتا۔ آج پوری دنیا میں دہشت گردی کے نام پر اسلام و مسلمانوں کے خلاف جو اتحاد ہے وہ اسی حقیقت کی عکاس ہے۔ دہشت گردی کے نام پر اکثر و بیشتر جھوٹے دھماکوں کا ڈرامہ بھی ان کی سازشوں کا حصہ ہیں۔

اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ اسلام و مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی ہر کوشش کو دہشت گردی کے نام پر کچلنے میں پاشا و شریف جیسے کردار نہ صرف مغرب کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں، بلکہ ان سے دو قدم آگے نظر آتے ہیں۔ اسکی زندہ مثال آج کل سعودی عرب -متحدہ عرب امارات کی مشترکہ اسلام مخالف مہم میں امارات کے ذریعہ جاری کی جانے والی عالمی مسلم دہشت گرد تنظیموں کی لسٹ ہے، جسمیں

عام فلاحی تنظیموں کو جانے دیں، امریکہ میں مسلمانوں کی فلاحی اور امریکن مسلمانوں کی سب سے بڑی نمائندہ تنظیم "کیر" کو بھی دہشت گردی کی لسٹ میں ڈال دیا گیا۔ یہاں تک کہ خود صلیبی عالمی مرکز وہائٹ ہاؤس کے نمائندہ نے اس سوال پر صحافیوں کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں حیرت ہے کہ "کیر" کا نام اس لسٹ میں شامل ہے، ہم امارات کی حکومت سے استفسار کرینگے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ امریکن حکومت "کیر" کو امریکن مسلمانوں کی نمائندہ اور فلاحی تنظیم مانتی ہے(1)۔ اسی پر بس نہیں امارات نے دنیا بھر کے علمائے اسلام کی واحد موقر تنظیم "عالمی اتحاد علمائے اسلام" کو بھی دہشت گردی کی لسٹ میں ڈال دیا (2)۔ یہ ہے اس طویل مدت صلیبی پلاننگ کا مظہر کہ مغرب شاید خود وہ سب نہیں کرپاتا جو انکے کارندے عالم اسلام میں مسند اقتدار سے کرتے نظر آرہے ہیں۔ ہم اپنی حالت زار کا رونا روتے رہے، اپنے زوال کے اسباب پر غور کرتے رہے ہیں پر سرا ہاتھ نہیں آتا۔ آئے بھی کیسے وہ امت جو غالب رہنے کیلئے اٹھائی گئی تھی وہ خود اپنے گھر میں مغلوب و محکوم بنادی گئی، بقول علامہ اقبال: غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں

یہ امر چنداں باعث حیرانی نہیں کہ اعدائے اسلام کو گذشتہ صدیوں میں مسلمانوں پر اتنی بڑی کامیابی کیسے ملی؟ جب چشم بینا یہ مشاہدہ کرتی اور عقل رسا اس امر کا ادراک کرلیتی ہے کہ عہد جدید میں بلا استثناء دنیا بھر میں پوری ملت ان کے حملوں سے لہولہان تھی، اس شکست خوردہ، زخموں سے چور ملت کے بارے میں اتنی بڑی سازش انکیلئے آسان ہوگئی۔ مابعد انہدام خلافت عالم اسلام کی تکا بوٹی کردی گئی، چھوٹے چھوٹے مستقل اور ایک دوسرے سے غیریت رکھنے والے ممالک بنائے گئے۔ اپنی دنیا میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک قلانچیں بھرنے والی ملت چھوٹی چھوٹی سرحدوں میں قید کردی گئی۔ وہ امت جو کل تک پوری آزادی سے اپنی دنیا میں ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک بلاروک ٹوک سفر کرتی، تجارت کے بازار گرماتی، علم کے حصول کیلئے نکلتی ، اب اس ملت کے افراد کچھ اس طرح منتشر کردئے گئے کہ ہر قدم پر اپنے ہی بھائی انہیں روکنے کیلئے کھڑے ہوگئے، ان سے قومی و وطنی نسبت کے ثبوت (پاسپورٹ) مانگے جانے لگے، سفر کا مقصد پوچھا جانے لگا اور عالم اسلام کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں پر قابض صلیبی ایجنٹوں کے ہاتھوں میں سارے فیصلے سونپ دئے گئے۔

نئی منصوبہ بندی کا تیسرا عنصر: اسلام کے خلاف عیسائی-یہودی اتحاد کا قیام

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا خلیفہ عبد الحمید ثانی کی اصلاحات اور مسلمانوں میں نئی روح پھونکنے سے صلیبی لرز اٹھے۔ یہودیوں پر بھی خلیفہ کی حرارت ایمانی سے مایوسی طاری ہوگئی۔ اب انہوں نے اپنی ساری کوششیں براہ راست انہدام خلافت پر مرکوز کردیں۔ تاریخ کے اس

1 - Report English daily "Arab News" KSA 20 November 2014

2- یہ خبر کتاب کی طباعت کے قریب آئی، اسلئے اس مضمون میں اسکا اضافہ کردیا گیا

مرحلہ پر یہود و نصاری دونوں نے اسلام کے خلاف ایک ایسا اتحاد تشکیل دیا جو عین قرآن و سنت کی تنبیہات کی تفسیر تھا۔ کفر تو کفر ہے، اسلام ان سبھوں کا مشترکہ دشمن ہے۔ ایک بار پھر اسلام دشمنی میں دو مذہبی تاریخی دشمنوں کا اتحاد۔ اس اتحاد کے بموجب یہودیوں نے بالخصوص ترکی کے اندر محاذ سنبھالا تو صلیبیوں نے بالعموم ترکی سے باہر عالم اسلام میں محاذ سنبھالا۔

سقوط خلافت کا سانحۂ عظیم

نبی اکرم ﷺ کی امت آپ کے بعد آج تک خلافت کی مرکزیت میں جیتی رہی۔ اس امت پر ایسا کوئی عہد نہ گذرا جو اس نے خلافت کے بغیر زندگی کا تصور کیا ہو۔ جیسا کہ اس سے پہلے ذکر ہوا، جسکی تفصیل اس کتاب کے اضافی باب میں دی گئی ہے کہ بغداد میں تاتاری طاقت اور شیعی سازش کے نتیجہ میں خلافت عباسیہ کے سقوط کے بعد فقط تین مہینہ کا عرصہ گذرا جو امت خلافت کے بغیر ماہی بے آب کی مانند تڑپتی رہی۔ پھر جلد ہی ظاہر بیبرس نے مصر میں عباسی خاندان کے ایک چشم و چراغ کے سر پر خلعت خلافت سجا کر پھر سے اسلامی دنیا میں مسجدوں کے منبروں سے خلیفۂ وقت کیلئے دعاؤں کی صدا بلند کرادی۔ یہ خلافت گرچہ طاقت ور اور مختار کل نہ رہی ہو لیکن یہ امت کا وہ تصور تھا جو اسے ہر عہد میں زندگی کی حرارت سے معمور رکھتا تھا۔ جو دنیا کے کسی بھی گوشہ میں جینے والے مسلمان کیلئے باعث افتخار اور حالت ضعف میں بھی اسے قوت کے احساس سے بھر دیتا تھا۔ جو غیروں کو کسی مسلمان کے ساتھ توہین آمیز سلوک سے پہلے سو بار سوچنے پر مجبور کرتا تھا۔ جسکے سایہ میں مسلمان دنیا کے کسی بھی گوشہ میں دعوت توحید ہو یا تجارت کسی بھی غرض سے تنہا بے خطر نکل پڑتا۔ کسی کی ہمت نہ ہوتی کہ اسے کوئی گزند پہونچا سکے۔ اخیر عہد میں اس خلافت کو ترکوں نے نئی بلندیوں تک پہونچایا، خلافت درحقیقت امت مسلمہ کے عالمی اتحاد و قوت کی علامت تھی۔

یہ وہ حقیقت تھی جسے اعدائے اسلام خواہ شیعہ ہوں یا صلیبی عیسائی یا پھر یہودی اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اسلئے ہر زمانہ میں انکی ایک ہی کوشش رہی کہ امت مسلمہ کی اس مرکزیت کو منہدم کرکے اسکے شیرازہ کو منتشر کر دیا جائے۔ تاریخ کے اس عہد میں یہودیوں اور عیسائیوں کی مراد پوری ہوتی نظر آرہی تھی۔ عیسائی جہاں اپنے زور بازو سے امت مسلمہ کے خلاف برسرپیکار تھے تو یہودی اپنے سرمایہ اور فکری وذہنی طاقت کو بروئے کار لاتے ہوئے پہاڑ جیسی سازشوں سے امت مسلمہ کو گھیر رہے تھے۔ یہ سازشیں اب امت کے مرکز خلافت میں اپنی جڑیں پیوست کر چکی تھیں۔ اور خود ترکی کے اندر یہودی سرپرستی میں ایک نئی تحریک "اتحاد و ترقی" کے نام سے سر اٹھانے لگی۔ یہ تحریک ترکی کے بے دین، مغرب زدہ لوگوں اور ترکی میں حساس عہدوں پر پہونچ جانے والے یہودیوں کے ساز باز سے بڑی طاقت بن کر ابھری۔ "اتحاد و ترقی" کے نام سے اٹھنے والی یہ تحریک مرکز خلافت کے اندر سے یہودیوں کا سب سے مہلک وار تھا۔ اس تحریک نے جو رفتہ رفتہ ترکی کے حل و عقد پر پوری طرح قابض ہو چکی تھی ۱۹۰۹ میں اپنا کاری وار کیا اور خلیفہ عبد الحمید ثانی کو عہدۂ خلافت سے معزول کر دیا۔ عالم اسلام کو فریب میں رکھنے کیلئے انکی جگہ انکے بھائی محمد رشاد کو وقتی طور پر کرسئ خلافت پر بٹھا دیا گیا۔ خلیفہ عبد الحمید ثانی

کی معزولی دنیا بھر کے مسلمانوں کیلئے سیاسی موت کی خبر تھی۔ پوری اسلامی دنیا صدمہ کی حالت سے دوچار ہوگئی۔ مصر کے اقبالؒ "شوقی" اپنی شاعری میں خود بھی روئے اوروں کو بھی رلایا۔ بہت سارے شعراء سلطان عبدالحمید کی عدم مزاحمت پر شکوہ سنج ہوئے تو کچھ نے انکی مجبوریوں کو تسلیم کیا۔

سلطان نے مسلمانوں کے درمیان خونریزی کو ٹالنے کیلئے مسلمانوں کو اپنی معزولی کے خلاف ہتھیار اٹھانے سے روک دیا تھا۔ اتحاد وترقی کیلئے خلافت کے انہدام کا اعلان آسان نہ تھا۔ خلافت تو عبدالحمید ثانی کے ساتھ ہی گر چکی تھی لیکن اسکے اعلان کی جرأت انکے اندر نہیں تھی۔ ادھر فوج کے زمام اقتدار پر قابض فوج کا یہودی سربراہ کمال اتاترک اب یورپ کے ساتھ ایک طے شدہ پلاننگ کے تحت فرضی دکھاوے کی فتوحات حاصل کرنے لگا۔ پبلک جلسوں میں اسلام اور خلافت کی اہمیت پر تقریریں کرتا، اور درپردہ اسکے انہدام کی تیاریاں کرتا رہا۔ یہاںتک کہ مسلمان اسکے فریب کا شکار ہوگئے۔ یورپ اور روس کے خلاف چند جنگوں میں اسکی فرضی فتوحات میں مسلمانوں کو امید کی کرنیں نظر آنے لگیں۔ کمال اتاترک کو ایک نئے مسلم ہیرو کے طور پر پیش کیا جانے لگا۔ عام مسلمان اس پروپیگنڈہ اور ظاہری حالات سے دھوکہ کھاگئے۔ پہاڑ جیسی ان سازشوں کے تاروپود، فوج پر یہودی کنٹرول، یہودیوں اور صلیبیوں کی پشت پناہی والی "اتحاد و ترقی" کی سیاسی طاقت سے شیر بن کر کمال اتاترک نے بالآخر 3 مارچ 1924ء کو دشمنان اسلام کی دیرینہ تمنا پوری کردی اور باقاعدہ سقوط خلافت کا اعلان کردیا۔ فإنا لله وإنا اليه راجعون۔

کمال اتاترک کو ترکی کے عرش پر متمکن کرنے کے بعد اس وقت برطانوی وزیر خارجہ (برٹش انڈیا کا سابق گورنر) جورج کرزن Lord George Nathaniel Curzon برطانوی پارلیمنٹ میں کہتا ہے: ہم نے ترکی کا خاتمہ کردیا، آج کے بعد ترکی کا کوئی وزن نہیں، اسلئے کہ ہم نے اس کی طاقت کی شہ رگ "اسلام اور خلافت" کاٹ دی ہے (1)۔ عیسائی تبلیغی جتھوں نے خوشی کے شادیانے بجائے: پول نیلسن Paul Nelson Islamic World میں لکھا: ترکی کے عہدۂ صدارت پر مصطفی کمال پاشا کے فائز ہونے کے ساتھ ہی عیسائی مبلغین کے سامنے آمرانہ خلافت کا خطرہ نہیں رہا (2)۔

1- القضاء على تركيا الإسلامية، المجلة التاريخية الفسطاط، (الفسطاط تاریخی میگزین)، الموسوعة الشاملہ www.islamport.com، الوحدۃ الاسلامیہ سائٹ، مقالہ "اعدائے اسلام کی باتیں"، www.alwihdah.com

2- أورخان محمد علي، قصة أشهر مجلة تنصيرية، مجلة المجتمع 2004/11/13

باب دوم

Chapter – 2

براہ راست صلیبی حملوں کا آغازِ ثانی

نیا عہد اور نئے صلیبی حملے

جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ ترکی کے اندر خلیفہ عبد الحمید ثانی کی صورت میں طلوع ہونے والی امید کی کرنوں کو بجھانے کے بعد صلیبیوں کی پلاننگ پایۂ تکمیل کو پہونچ گئی۔ اس سے چند سالوں قبل ہی انہوں نے جب ترکی کو ہر محاذ پر پسپائی پر مجبور کر دیا تو 1914ء میں پہلی عالمی جنگ کے دوران جس میں خلافت نے جرمن اتحاد میں شمولیت اختیار کر لی تھی برطانیہ و فرانس نے ایک بار پھر براہ راست صلیبی حملوں کا آغاز کر دیا۔

اسلام کے قلب میں ایک طویل بالواسطہ جنگ (Proxy war) کے بعد جسکے مہرے محمد علی پاشا اور شریف حسین جیسے لوگ بنے، صدیوں کی تیاریوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس بار صلیبیوں کا براہ راست حملہ بڑا سوچا سمجھا اور لمبی مدت تک عالم اسلام کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کا تھا۔

یورپ کے مرد بیمار (خلافت عثمانیہ) کے ترکہ کی بندر بانٹ ہونے لگی۔ پورا یورپ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ جسے جہاں موقع ملا ہاتھ صاف کرنے سے باز نہ آیا۔ اٹلی جیسا چھوٹا سا یورپین ملک بھی اٹھا اور لیبیا پر قابض ہو بیٹھا۔ چونکہ اس کتاب کا موضوع بلاد شام ہے اسلئے صلیبیوں کے ہاتھوں اس وقت عالم اسلام کے سقوط کی تفصیل یہاں ممکن نہیں۔ بلاد شام میں صلیبی حملوں کی تفصیلات ہی ہمارا موضوع ہے، جو پورے عالم اسلام کا آئینہ ہے۔ جسکے اثرات پورے عالم اسلامی پر محیط ہیں اور آج تک اسلامی دنیا اسکی قیمت چکا رہی ہے۔ اسلام کی سیاسی نشأۃ ثانیہ، دوبارہ سیاسی و اقتصادی عروج اسی علاقہ سے مربوط ہے جسے سمجھنا ملت کے ہر فرد کیلئے ضروری ہے۔

بلاد شام پر اس نئی یلغار کی پلاننگ بڑی مستحکم تھی، اسے سمجھنے کیلئے دو اہم واقعہ "وعدۂ بلفور" اور "سائکس پیکو معاہدہ" کو سمجھنا پوری گتھی کو سلجھا دیتا ہے۔ یہ وہ سنگ میل ہیں کہ جسے سمجھنے کے بعد نئے عہد میں عالم اسلام کو غلامی میں جکڑنے کی صلیبی سازشوں کے خد و خال پوری طرح واضح ہو جاتے ہیں۔

یہودی- عیسائی اتحاد کا پہلا ثمرہ، وعدۂ بلفور (Balfour Declaration)

ماضی کے تجربات کی روشنی میں صلیبیوں نے اس بار بلاد شام پر قبضہ کیلئے ایک انوکھی تدبیر کی۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران اس وقت کے برطانوی وزیر خارجہ "آرتھر بلفور Arthur James Balfour" نے یہودی لیڈروں کو ایک خط لکھ کر فلسطین کو ان کا وطن بنانے کا وعدہ کیا۔ یہ یقین دہانی "وعدہ بلفور Balfour declaration" کے نام سے جانی جاتی ہے۔

بلفور نے یہ خط ۲نومبر ۱۹۱۷ء کو لکھا، یعنی فلسطین پر قبضہ سے ایک ماہ قبل جبکہ برطانیہ فلسطین پر ۹ دسمبر ۱۹۱۷ء کو قابض ہوا۔ وعدہ بلفور دراصل برطانیہ کے نئے صلیبی حملہ کے بعد فلسطین سے مسلمانوں کو دور رکھنے کا پیشگی انتظام تھا۔ گویا اس بار صلیبی فلسطین میں ایک نئی پلاننگ کے ساتھ داخل ہوئے۔ یہ پلاننگ تھی یہودیوں کو مسلمانوں پر مسلط کرنے کی۔ یہ ایک تیر سے کئی شکار کے مترادف تھا:

- اس سے یورپ کو یہودیوں کے بوجھ سے چھٹکارا مل رہا تھا۔
- یورپ یہودیوں کی ان خدمات کا صلہ بھی دے رہا تھا جو انہوں نے مہلک ہتھیار بنا کر انکیلئے انجام دیا تھا۔
- سب سے اہم مقصد گذشتہ ۸ صدیوں کے بعد ناکام صلیبی حملوں کو ایک نیا موڑ دینا تھا۔

PALESTINE FOR THE JEWS.

OFFICIAL SYMPATHY.

Mr. Balfour has sent the following letter to Lord Rothschild in regard to the establishment of a national home in Palestine for the Jewish people :—

I have much pleasure in conveying to you, on behalf of his Majesty's Government, the following declaration of sympathy with Jewish Zionist aspirations which has been submitted to and approved by the Cabinet :—

His Majesty's Government view with favour the establishment in Palestine of a national home for the Jewish people, and will use their best endeavours to facilitate the achievement of this object, it being clearly understood that nothing shall be done which may prejudice the civil and religious rights of existing non-Jewish communities in Palestine, or the rights and political status enjoyed by Jews in any other country.

I should be grateful if you would bring this declaration to the knowledge of the Zionist Federation.

۹ نومبر ۱۹۱۷ کو انگلینڈ کے اخبار The Times میں شائع ہونے والا بلفور کا خط، بحوالہ ویکیپڈیا، فری انسائیکلوپیڈیا

معاہدہ سائکس۔پیکو Sykes-Picot Agreement

یہ تو سکہ کا ایک رخ تھا۔ مذکورہ بالا پلاننگ کا دوسرا رخ بلاد شام کو ٹکڑوں میں بانٹ کر مستقبل میں اسکے اتحاد کے سارے راستوں کو بند کرنا تھا۔ اس غرض سے برطانیہ و فرانس نے ایک خفیہ معاہدہ کیا۔ روس اس معاہدہ میں گواہ کے طور پر شامل تھا۔ دستیاب تاریخی دستاویزوں کے مطابق یہ معاہدہ "سائکس- پیکو معاہدہ " (Sykes-Picot Agreement) کے نام سے جانا جاتاہے۔ یہ معاہدہ 16 مئی 1916ء کو فرانس اور برطانیہ کے بیچ طے پایا۔ ۱۹۱۷ء میں اس معاہدہ کے گواہ روس میں کمیونسٹ انقلاب برپا ہونے کے بعد اسکی نئی

حکومت نے اس راز کو فاش کر دیا۔ برطانیہ و فرانس کیلئے عالم اسلام کے ساتھ اس بندر بانٹ کے کھیل کو چھپانے کی ہر جتن ناکام گئی۔ اس اسلام دشمن معاہدہ کے روسے جنوبی شام کے علاقے فلسطین اور اردن برطانیہ کے حصہ میں آئے، تو شمالی شام کا علاقہ لبنان اور موجودہ سیریا فرانس کے قبضہ میں(1)۔

دل کی بات زباں پر آگئی

یہ حقیقت کہ پہلی عالمی جنگ کے دوران ۱۹۱۷ء میں بلاد شام پر برطانیہ و فرانس کا حملہ و قبضہ ایک صلیبی حملہ تھا جسکا ماضی کی طرح جنگ سے قبل اعلان تو نہیں کیا گیا لیکن جنگ کے نتائج سامنے آتے ہی فرط جذبات میں حقیقت زبان پر آگئی۔ فلسطین میں داخل ہوتے ہوئے برطانوی جنرل ایڈمنڈ ایلنبی Edmund Henry Hynman Allenby نے کہا "آج صلیبی جنگیں پایۂ تکمیل کو پہونچ گئیں(2)"

1917 میں فلسطین پر برطانوی قبضہ کے بعد قدس شہر میں داخل ہوتا ہوا جنرل ایڈمنڈ ایلنبی، شہر مقدس کے احترام میں جنرل ایلنبی اپنے پاؤں پر چل کر داخل ہوا

پیٹرسن اسمتھ نے اپنی کتاب "عیسی مسیح کی عوامی زندگی" میں لکھا:

---

1 - عالم اسلام کو توڑنے، مسلمانوں کی قوت کو منتشر کرنے کی یہ کوئی پہلی کوشش نہ تھی، جس طرح اس گھناؤنی سازش کے نتیجہ میں بالآخر بلاد شام میں چار ملکوں کا ظہور ہوا، مسلمانوں کی ہوا نکل گئی، ہر جگہ اقتدار دشمنان اسلام کے ہاتھوں میں گیا۔ ٹھیک اسی طرح صلیبی برصغیر میں عالم اسلام کے کسی ایک ملک میں مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد کو منتشر کرنے میں کامیاب رہے۔ خواہ کچھ بھی توجیہ کرلیں حقیقت یہی ہے۔ اس تقسیم نے مسلمانوں کی دو تہائی تعداد (ہندوستان و بنگلادیش) کو دنیا کے سب سے پسماندہ قوموں کی صف میں لا کھڑا کیا جبکہ ایک حصہ (پاکستان) داخلی مسائل میں ایسا الجھادیا گیا کہ وہ کہیں بھی کوئی رول ادا کرنے سے قاصر دنیا کے ایک گوشہ میں شب و روز خود اپنی بقا کی جنگ لڑنے میں مصروف ہے۔

2- Baker, Chris."The Long, Long Trail: British forces involved in Egypt and Palestine". 1914-1918.

اور: سید قطب، العدالة الاجتماعية في الإسلام، دار الشروق، ص 149۔

سارے صلیبی حملے ناکام رہے، لیکن ایک عظیم حادثہ اس وقت رونما ہوا جب برطانیہ نے آٹھواں صلیبی حملہ کیا، اور یہ حملہ کامیاب رہا۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران بیت المقدس پر جنرل ایلنبی کا حملہ آٹھواں اور آخری صلیبی حملہ تھا(1)۔

اس وقت کے برطانوی وزیر خارجہ لوئڈ جورج نے برطانوی پارلیمنٹ میں جنرل ایلنبی کو مبارکباد دیتے ہوئے اسے آٹھواں صلیبی حملہ قرار دیا (2)۔

دوسری سمت ۱۹۲۰ء میں فرانس سائکس- پیکو معاہدہ کے تحت شمالی شام کے علاقہ موجودہ سیریا میں داخل ہوا۔ موجودہ سیریا کی راجدھانی دمشق میں داخل ہوتے ہی فرنچ فوج کا کمانڈر انچیف جنڑل گورو Henri Joseph Eugène Gouraud سیدھا صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر پہونچا اور انکی قبر پر للکارتے ہوئے بولا "اٹھو صلاح الدین، ہم پھر واپس آ گئے" (3)

سیریا پر قبضہ کے بعد جنڑل گورو سیریا کے مشہور شہر حلب میں مارچ کرتے ہوئے

1 - ضياء الخزرجي، الأقليات المسلمة في العالم، دراسة في أوضاعها الاجتماعية والسياسية والفكرية.

2 - طلیعہ القاہریہ میگزین، مقالہ نگار ولیم سلیمان، شمارہ دسمبر 1966ء، صفحہ 84، محمد مورو، الحرب الصليبية لم تتوقف قط وستشتد! بحوالہ، سعيد عبد الفتاح عاشور – الحروب الصليبية – مكتبة الأنجلو المصرية.

3 - ضياء الخزرجي، الأقليات المسلمة في العالم، دراسة في أوضاعها الاجتماعية والسياسية والفكرية، موقع المجمع العالمي للتقريب بين المذاهب

اس سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آج فلسطین اور سیریا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ ان نئے صلیبی جنگوں کا تسلسل ہے۔ عالم اسلام کے سارے خطوں میں (بشمول ہندوستان) مسلمانوں کی محرومی اور ذلت ورسوائی ان نئے صلیبی حملوں کا نتیجہ ہیں۔ ہم جب تک اس پورے تانے بانے کا واضح تصور اپنے سامنے نہیں رکھیں گے تب تک ہمیں اپنے مسائل کی جڑوں تک پہونچنے میں کامیابی نہیں مل سکتی۔

برطانیہ کے ذریعہ وعدہ بلفور کا نفاذ

شام کی تقسیم کے بعد برطانیہ اور فرانس دونوں اپنے اپنے مشن کو پورا کرنے میں لگ گئے۔

برطانیہ نے اپنے صلیبی حملہ کو اس نئے دور کا نیا نام دیا British Mandate for Palestine یعنی اقوام متحدہ سے جو اس وقت "لیگ آف نیشن" کہا جاتا تھا اپنے اس مشن کو نافذ کرنے کیلئے مینڈٹ (پاور) حاصل کیا۔

ٹھیک اسی دن (۲۲ ستمبر ۱۹۲۳ء) فرانس کو بھی سیریا میں اپنا کھیل کھیلنے کیلئے "لیگ آف نیشن" کے ذریعہ مینڈٹ دیا گیا۔ اس مینڈٹ کا بظاہر مقصد خلافت عثمانیہ سے ہتھیائے جانے والے ممالک کو اٹھنے میں مدد دینا بتایا گیا۔ لیکن اسکے پیچھے اصل مقصد وہی تھا جو جنرل الینبی اور گورو نے اپنے قول و عمل سے واضح کر دیا تھا، یعنی صلیبی جنگوں کی تکمیل۔

وعدہ بلفور کے مطابق برطانیہ نے اپنی نگرانی میں پوری دنیا، بطور خاص یورپ سے یہودیوں کو لا کر فلسطین میں بسانا شروع کیا۔ اس وقت کی بعض مردم شماریاں بتاتی ہیں کہ 1922ء میں اس شہر کی آبادی جہاں 52000 تھی وہ 1948ء میں بڑھکر 165000 ہو گئی(1)۔ برطانیہ کی سربراہی میں یہودیوں کی اس بڑھتی ہوئی آبادی کے خطرے کو مسلمان دیکھ رہے تھے، جو کسی سیلاب کی طرح انکے گھروں میں گھس رہا تھا۔ چنانچہ ۱۹۲۰ اور ۱۹۲۹ء میں شہر کی مسلم، عیسائی آبادی اور یہودیوں کے بیچ فساد برپا ہوا۔ اس کے بعد برطانیہ نے یہودیوں کیلئے نئی کولونیاں بنا کر ان کی آبادی کو منظم اور ان کا مستقل انتظام کیا (2)۔ ساتھ ہی برطانیہ نے جہاں ایک طرف مسلمانوں کو نہتہ کرنا شروع کیا، ان سے ہر طرح کے ہتھیار چھینے، وہیں اس نے یہودیوں کو ہتھیار سپلائی جاری رکھا، اور انہیں پوری طرح مسلح کیا۔

14 مئی 1948ء کو جب برطانیہ فلسطین کو یہودیوں کے حوالہ کر کے رخصت ہونے لگا تو اس وقت تک یہودی اتنے طاقتور ہو چکے تھے کہ انہوں نے 1948ء میں عربوں اور یہودیوں کے درمیان ہونے والی پہلی جنگ میں مسلمانوں کے سامنے اپنی عددی اور جنگی طاقت سے ایک نیا چیلنج کھڑا کر دیا۔ جسکی آڑ میں صلیبیوں نے اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم پر فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ 1948ء کی جنگ کے بعد مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان جھڑپیں مسلسل جاری رہیں۔ مسلمانوں کیلئے یہودیوں کے اس غاصبانہ وجود کو تسلیم کرنا ممکن نہ

1- Chart of the population of Jerusalem". Focusonjerusalem.com

2- "Tamari, Salim (1999). "Jerusalem 1948: The Phantom City"

تھا۔ لیکن 1949ء میں اس وقت کے عرب حکمرانوں نے جو محمد علی پاشا اور شریف حسین کا کردار ادا کرنے کیلئے مصر، سیریا اردن اور دیگر عرب ممالک میں حکومت کی گدیوں پر بٹھائے گئے تھے یہودیوں کے ساتھ ایک جنگ بندی کا معاہدہ کر کے اس حالت کو تسلیم کر لیا۔ یہ حالت اس وقت تک برقرار رہی تا اینکہ 1967ء کا صدمہ وقوع پذیر ہوا (1967ء کی جنگ کی تفصیل آگے آئے گی) اور ملت اسلامیہ پر ذلت وافلاس کی چادر تان دی گئی۔

"رانڈولف چرچل" نے کہا : مسلمانوں سے قدس کو چھیننا عیسائیوں اور یہودیوں دونوں کی تمنا تھی۔ عیسائیوں کی خوشی یہودیوں سے کسی طرح کم نہیں۔ قدس مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ اسرائیلی کنیسٹ نے تین قرار داد پاس کر کے قدس کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے۔ اب یہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان کسی بھی سمجھوتہ میں مسلمانوں کو واپس نہیں کیا جا سکتا(1).

1 - الوحدۃ الاسلامیۃ سائٹ، موقع الوحدة الإسلامية، قال أعداء الإسلام (اعدائے اسلام کی باتیں) http://www.alwihdah.com

باب سوم

Chapter – 3

سیریا میں صلیبیوں کے دست راست

سیریا میں فلسطین کا تجربہ کیسے دہرایا گیا؟

صلیبی حملوں کے مختلف مراحل کو سمجھنے کے بعد یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ امت مسلمہ پر ۱۹ویں اور ۲۰ویں صدی میں جو حملے ہوئے انمیں صلیبیوں کی منصوبہ بندی بالکل مختلف تھی۔ اس عہد میں صلیبیوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تنہا لڑنے کے بجائے عالمی پیمانہ پر نئے اتحادی تلاش کئے۔ ہندوستان میں ہندو، ایران میں شیعہ، فلسطین کیلئے یہودی اور سیریا میں باطنی شیعی فرقے وغیرہ اسکی واضح مثالیں ہیں۔

ہمارے لئے ہندوستان کے کیس کو سمجھنا آسان ہے، لیکن ہم کبھی پورے ایران اور بطور خاص تیل اور معدنیات سے مالا مال احواز کے علاقوں پر شیعوں کے تسلط کی کہانی پڑھنے کی زحمت نہیں کرتے اور نہ ہی ہم آج ایران میں مضبوط شیعی طاقت کے پیچھے شیعی- صلیبی اتحاد کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہم نے فلسطین میں یہودی- صلیبی اتحاد پر بہت کچھ پڑھا، لکھا اور ڈسکس کیا ہے لیکن سیریا میں صلیبی-نصیری شیعی اتحاد سے ہم نے پوری طرح چشم پوشی کی۔ اس پر ہمارے یہاں نہ کچھ لکھا گیا، اور نہ ہی اسے وسیع تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی گئی۔

ہم نے اپنے دشمنوں کو بہت کوسا لیکن خود عالم اسلام پر مسلمانوں کے نام سے حکومت کرنے والی طاقتوں، فوج اور حکومت میں صلیبی کارندوں کو پہچاننے کی کوشش نہیں کی۔

ہمارا محدود دائرہ بحث ایک بار پھر متقاضی ہے کہ ہم سیریا کی طرف واپس چلیں اور ۱۹۲۰ میں اس سرزمین پر صلیبی حملوں پر اپنی توجہ مرکوز رکھتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہونے والی سازشوں کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ:

- فرانس نے سیریا میں وہی گیم کھیلا جو فلسطین میں برطانیہ نے کھیلا تھا۔
- فلسطین میں برطانیہ کے آلۂ کار یہود تھے، تو
- سیریا میں فرانس کے آلۂ کار شیعہ نصیری علوی تھے۔
- اگر یہودیوں کی اسلام دشمنی کی تاریخ قدیم اور متنوع تھی، تو
- عالم اسلام میں بالعموم اور سیریا میں بالخصوص نصیری علوی شیعوں کی تاریخ اس سے کم گھناؤنی نہیں تھی۔
- جس طرح صلیبی حملوں کی کامیابی میں یہودیوں کو اپنا روشن مستقبل نظر آ رہا تھا۔
- ٹھیک اسی طرح نصیری علوی بھی نئے صلیبی حملوں سے ساری امیدیں وابستہ کئے بیٹھے تھے۔

مزید برآں ان نصیریوں کے اسلام مخالف عقائد انہیں سیریا میں یہودیوں کا کردار ادا کرنے کا اہل بناتے تھے۔

جنرل گورو Henri Joseph Eugène Gouraud جس نے صلاح الدین ایوبی کی قبر پر مسلمانوں کو چیلنج کیا تھا، وہ بھی جانتا تھا کہ صلاح الدین ایوبی صلیبیوں کو شکست دینے میں کامیاب رہے تھے لیکن وہ ان نصیری علویوں کو لاذقیہ کے پہاڑوں سے نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔

تاریخ کے مختلف مراحل میں متعدد مسلم حکمرانوں نے بلاد شام سے اس ناسور سے کو اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی تھی، لیکن اس وقت کے جنگی وسائل شمال مغربی سیریا کے ساحلی علاقوں کی ان وسیع پہاڑیوں میں بسے ہوئے نصیریوں کو پوری طرح اکھاڑ پھینکنے میں کامیابی نہیں دلا سکے تھے۔ جب بھی کوئی اسلام دشمن طاقت سامنے آتی تو یہ نصیری انکے ساتھ مسلمانوں پر ضرب لگانے سے نہیں چوکتے۔ خود جنرل گورو کی قیادت میں فرانسیسی فوج اور مسلمانوں کے بیچ ہونے والی جنگوں میں ان کا اسلام مخالف کردار ابھی ذہنوں میں تازہ تھا۔ ان کی تاریخ یہود ونصاری سے کم سیاہ نہ تھی۔

نصیریوں کی اس تاریخی اسلام دشمنی کو دیکھتے ہوئے فرانس نے سیریا میں نصیریوں کو مسلمانوں کے خلاف کھڑا کرنے میں اس وقت تک اپنی تگ ودو جاری رکھی جب تک کہ اسے اس میں بھرپور کامیابی نہ مل گئی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ برطانیہ کے برعکس فرانس کا مشن دقت اور وقت طلب تھا۔ ملک کی آبادی کے ۸ فیصد نصیریوں کو ۸۰ فیصد سنیوں پر مسلط کرنے، اور لاذقیہ کے پہاڑوں میں کنارہ کش نصیریوں کو دمشق میں لاکر بٹھانے کا کام طویل جد وجہد اور لمبی منصوبہ بندی کا متقاضی تھا۔ فرانس اپنے دیگر صلیبی حلیفوں (برطانیہ بعد ازاں امریکہ) کی مدد سے بالآخر اپنے اس مشن میں کامیاب رہا۔

- جس طرح فلسطین میں یہودیوں کی باقاعدہ حکومت برطانیہ کے جانے کے بعد ہی ایک حقیقت بن کر سامنے آئی۔
- اسی طرح سیریا میں بھی نصیریوں کی حکومت فرانس کے جانے کے بعد ہی منصہ شہود پر آئی۔
- جس طرح 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ پورے فلسطین پر یہودی قبضہ کا باعث بنی۔
- یہ محض اتفاق نہیں بلکہ ایک خطرناک سازش تھی کہ اسی جنگ نے نصیریوں کو بھی سیریا میں کامل اقتدار تک پہونچایا۔

یہاں یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ آج اگر سیریا میں نصیریوں کا کردار یہودیوں سے کچھ مختلف نہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سفاکانہ ہے تو اسکے پیچھے دونوں کے قیام کے مقاصد کی یکسانیت ہے۔ دونوں کا یکساں ہدف، مسلمانوں کو پورے شام (سیریا، اردن، فلسطین اور لبنان) سے بے دخل کرنا، اپنے اقتدار کا حصول اور صلیبی آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچانا تھا۔ اسلئے سیریا کی موڈرن تاریخ کو سمجھنے کیلئے نصیریوں کی اصلیت اور انکی حقیقت کو سمجھنا ضروری ہو جاتا ہے۔

سیریا پر قابض نصیری علوی کون ہیں؟

شام پر تقریبا نصف صدی سے قابض، اور مارچ ۲۰۱۱ء سے اٹھنے والے انقلاب میں تادم تحریر دولاکھ سے زیادہ مسلمان مرد وعورت اور بچوں کے قاتل نصیری علوی ایک باطنیہ فرقہ کے علمبردار ہیں۔ اس فرقہ نے گرچہ اسلام اور مسلمانوں کی برگزیدہ ہستیوں کا نام استعمال کیا لیکن انکی اسلام دشمنی یہود و نصاری سے بدتر تھی۔ اسکی ابتداء تیسری صدی ہجری میں ایک شخص محمد بن نصیر کے ہاتھوں ہوئی۔ اسے شیعوں کے آخری تین اماموں کی مصاحبت کا موقع ملا، اور پھر اس نے تقیہ کے پردہ میں چھپے ہوئے شیعیت کے اصلی چہرہ کو بے نقاب کردیا (1)۔

محمد بن نصیر نے شیعیت میں رنگ بھرتے ہوئے اپنی شبانہ روز کوششوں سے اسلام کے متوازی ایک نیا دین کھڑا کردیا۔ یہ نیا دین شیعیت کی ایک نئی شاخ بن کر تناور اور نصیریت کے نام سے معروف ہوا۔ ایک زمانہ تک اس ملعون فرقہ کے عقائد کی کتابیں سربستہ راز رہیں۔ اپنے شنیع عقائد کو عام مسلمانوں سے چھپانے کا مقصد اسلام کے نام پر مسلمانوں سے قربت رکھتے ہوئے عام مسلمانوں کے ایمان و عقیدہ پر شب خوں مارنا تھا۔ ایک زمانہ تک خود ان میں سے اگر کسی نے انکے عقائد کی کتابوں کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، لیکن اس فرقہ کے عقائد اب کوئی راز نہیں رہ گئے (2)۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ انکے عقائد اور مسلمانوں کے خلاف ان کے حقد وعداوت کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ اور قرامطہ باطنیہ کے سارے فرقے یہود و نصاری اور مشرکین سے بھی بڑھکر کافر ہیں۔ یہ اسلام کیلئے تاتاریوں اور انگریزوں سے بڑھکر نقصان دہ ہیں۔ یہ ہمیشہ اعدائے اسلام کے شانہ بشانہ کھڑے ہوتے ہیں۔ تاتاریوں کے خلاف مسلمانوں کی فتح ان کیلئے سب سے بڑی مصیبت تھی۔ تاتاری بلاد اسلامیہ میں انہیں کے مدد سے گھسے، اور انہیں کی مدد سے بغداد کے خلیفہ کو قتل کرنے میں کامیاب ہوئے (3)۔

---

1 - ڈاکٹر علی جریشہ اپنی کتاب "حاضر العالم الاسلامی" میں لکھتے ہیں: شیعوں کے مطابق یہ شیعوں کا ایک غلو کرنے والا فرقہ ہے اور پھر اس پر حاشیہ چڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں، بظاہر حقیقت یہی ہے، اللہ ہی انکے اندرون کو جانتا ہے، اسلئے کہ تقیہ (حقیقت کو چھپانا اور جھوٹ کا سہارا لینا) شیعوں کا عقیدہ ہے، ایران اور سیریا کی نصیری حکومت کے درمیان تعاون یہ ثابت کرتا ہے کہ نصیریت کے ان باطل عقائد میں ایران کی امامیہ اثنا عشریہ بھی اسکی شریک ہے، ص - ۲۰۲۔

2 - اب ان کے عقائد اور اصلیت کے بارے میں بہت ساری کتابیں منظر عام پر آچکی۔

3 - رسائل ابن تیمیہ، مطبوعہ دارالافتاء سعودی عرب ۔

نصیری علویوں کے عقائد

اس فرقہ کے شنیع عقائد کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ (نعوذ باللہ) خدا ہیں، جو انسان کی شکل میں اپنی مخلوق سے انسیت کیلئے ظاہر ہوئے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (نعوذ باللہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کو پیدا کیا، جنہوں نے پانچ یتیموں:

- مقداد بن اسود
- ابوذر غفاری
- عبد اللہ بن رواحہ
- عثمان بن مضعون اور
- قنبر بن قادان کو پیدا کیا۔

انمیں سے ہر ایک اس کائنات کی بڑی ذمہ داریوں کو اٹھائے ہوئے ہیں مثلا تدبیر کائنات، مرض وشفا، فقر وغنا، موت وحیات وغیرہ وغیرہ۔

نصیری عقائد میں شراب نوشی کار ثواب مانا گیا، توجح عمل حرام ٹھہرا۔ روزہ باطل قرار پایا، توساتھ ہی زکوۃ بھی منسوخ کی گئی، نماز کی شکل مسخ کردی گئی تو طہارت کہاں باقی رہتی، بغض صحابہ تقاضائے ایمان ٹھہرا(1)۔ اس نئے دین کی شناعت کو دیکھتے ہوئے علماء اسلام نے اس فرقہ سے نکاح اسکے ذبیحہ اور ان سے مراسم کو بالکلیہ حرام قرار دیا۔

سیریا میں نصیری – صلیبی اتحاد

جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ فلسطین کے مقابلہ سیریا میں صلیبیوں کا مشن بہت مشکل اور پیچیدہ تھا، اسلئے کہ فلسطین کی طرح یہاں کسی دوسری قوم کو باہر سے لاکر بسانا ممکن نہ تھا۔ فلسطین شام کا ایک چھوٹا سا حصہ تھا، جبکہ سیریا بلاد شام کے منتشر ہوتے ہوئے ٹکڑوں میں اتنا بڑا تھا کہ فلسطین جیسے کئی اسٹیٹ پر مشتمل تھا۔ اسلئے فرانس کو اسی سرزمین سے صلیبیوں کے مفاد میں کام کرنے والوں کو ڈھونڈنا تھا۔ چنانچہ فرانس کی نظر انتخاب خطہ میں موجود اسلام دشمن باطنیہ فرقوں پر پڑی۔ اس نے سیریا کو متعدد حصوں میں تقسیم کرکے ان علاقوں میں

1 – "الموسوعۃ المیسرۃ" انسائیکلوپیڈیا ادیان ومذاہب، ندوۃ الشباب العالم الاسلامی، ریاض

آزاد علاقائی حکومتیں تشکیل دی جنکا زمام کار باطنیہ فرقوں کے ہاتھوں میں تھما دیا گیا۔ ان اقدامات کا مقصد نصیری اور دروز جیسے باطنیہ فرقوں کو مسلمانوں کے مد مقابل کھڑا کر کے خطہ میں نئے صلیبی حلیفوں کو کھڑا کرنا تھا۔

ھولینڈی سفارتکار اور امور سیریا کا ماہر "نیکولس وین ڈیم" Nicholas van Dam اپنی کتاب سیریا میں اقتدار کی کشمکش Struggle for power in Syria: sectarianism, regional and tribal politics میں اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے:

فرانس نے اپنے قبضہ کے دوران سیریا میں فرقہ واریت کو بڑھاوا دیا، تاکہ عربوں کے قومی شعور کو دبایا جاسکے۔ دوسری طرف مذہبی اقلیتوں کے درمیان علاحدگی کے رجحانات کو ہوا دینے کیلئے ان کی اکثریتی آبادی والے علاقوں میں ان کی آزاد حکومتیں بنادی۔ اس پالیسی کے تحت لاذقیہ جہاں نصیری علویوں کی اکثریت تھی، علوی حکومت کا قیام عمل میں آیا، اور دروز کے پہاڑی علاقوں میں جہاں دروز اکثریت میں تھے انکی حکومت بنادی گئی۔

بانٹو اور راج کرو کی پالیسی کے تحت فرانس نے علویوں، دروز کرد سب کی الگ الگ آرمی بنائی اور اسکا نام "مشرق وسطی فورس" رکھا۔ فرقہ وارانہ بنیادوں پر بننے والی یہ فوجیں سنیوں کیلئے بڑی تشویشناک صورتحال پیدا کر رہی تھیں(1)۔

سیریا میں نصیری۔ فرانسیسی اسلام مخالف سازشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے مشہور مورخ وادیب "زرکلی" اپنی مشہور کتاب "الاعلام" میں لکھتے ہیں: سلیمان بن مرشد بن یونس، نصیری علوی تھا، جس نے الوھیت کا دعوی کیا۔ یہ مشرقی لاذقیہ کے "جوبابرغال" گاؤں سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے خود کو "رب" کا لقب دے رکھا تھا۔ وہ ۱۹۲۰ء (جس سال فرانس سیریا پر قابض ہوا) سے منظر عام پر آیا، اور علاقہ سے نکالا گیا۔ ۱۹۲۵ء تک رقہ میں جلاوطن رہا، پھر واپس آکر نصیریوں کی قیادت کی۔ نصیری ایک باطنیہ فرقہ جو حضرت علی کو خدا مانتا، اور آواگون کے عقیدہ پر یقین رکھتا ہے۔ جب وہ لوٹا تو اس وقت سیریا میں فرانسیسی استعمار کے خلاف انقلابی تحریکیں چل رہی تھیں۔

فرانس نے اسے استعمال کیا اور اسکی سربراہی میں نصیریوں کی اپنی حکومت بنادی۔ اسکے بعد وہ بہت طاقتور بن کر ابھرا، اسے علوی سربراہ کا لقب ملا۔ اس نے اپنے قاضی متعین کئے، ماتحت علاقوں میں اپنا ٹیکس نافذ کیا، اور اپنی ایک الگ فوج بناتے ہوئے اعلان کیا" قومی حکومت

1- Struggle for power in Syria: sectarianism, regional and tribal politics عربی ایڈیشن (الصراع علی السلطۃ فی سوریا) ص-۲۱

اور سنیوں کی زیادتیوں کو دیکھتے ہوئے ہم نے اپنی ایک فوج تشکیل دی ہے جو فدائی کہلائینگے، جنکا کام سنیوں کے خلاف جنگ کرنا ہوگا"
جب فرانس سیریا چھوڑ کر جانے لگا تو ان کیلئے اپنا سارا ہتھیار چھوڑ گیا(1)۔

نصیری علویوں کا مکروہ چہرہ

جب سیریا میں فرانس کے خلاف آزادی کی تحریکیں زور پکڑنے لگیں، اور مسلمانوں پر نصیریوں کو مسلط کرنے کا مشن ابھی ادھورا ہی تھا، کہ فرانس نے اپنا جانی خسارہ بڑھتا دیکھ سیریا سے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ آزادی کی تحریکوں اور مسلمانوں کے جذبہء جہاد نے فرانس کیلئے کوئی دوسرا آپشن نہیں چھوڑا تھا۔ نصیری فرانس کے اس ارادے سے گبھرا گئے۔ انہیں مسلمانوں کے خلاف طاقت بن کر اٹھنے، اور صلیبی کاز کو آگے بڑھانے کیلئے مزید وقت درکار تھا۔ چنانچہ اوپر مذکور جھوٹی خدائی کا دعویدار ملعون سلیمان بن مرشد، سیریا کے موجودہ غاصب صدر بشار الاسد کا پردادا سلیمان وحشی اور دیگر نصیری علوی قائدین نے مل کر اس وقت فرانس کے وزیر اعظم کو ایک عرضی پیش کی۔ یہ عرضی فرانسیسی وزارت خارجہ کے دستاویز نمبر 3574 مؤرخہ 15-06-1936 کے تحت عالم اسلامی کی آنکھیں کھولنے کیلئے موجود ہے اس عرضی میں ان اسلام دشمنوں نے لکھا :

عالی جاہ لیون بلم، **André Léon Blum**
وزیر اعظم فرانس (a Jew and three times Prime Minister of France)،
علوی قوم جو سالہا سال سے اپنی بیش بہا قربانیوں کے ذریعہ ایک مستقل قوم کی حیثیت سے اپنی شناخت اور آزادی برقرار رکھتی چلی آرہی ہے، وہ اپنے عقیدہ اور رسم ورواج میں مسلمانوں سے بالکل ہی الگ ہے۔ ہم کبھی بھی مسلمانوں کے زیر نگیں نہیں رہے۔
آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ دمشق کے مسلمان اپنے بیچ رہنے والے یہودیوں کو فلسطین میں اپنے مظلوم یہودی بھائیوں کی مدد نہیں کرنے دیتے۔ وہ انہیں فلسطین میں اپنے یہودی بھائیوں کو غلہ واناج کی سپلائی سے بھی روکتے ہیں۔ یہ پاک طینت یہود جو عرب مسلمانوں کے پاس تہذیب وسلامتی کا پیغام لیکر آئے ہیں۔ جو فلسطین کی سرزمین پر سونا اور رفاہیت لے کر آئے۔ کسی کو کوئی گزند پہونچایا نہ ہی کسی کا کچھ ہڑپ کیا، اسکے باوجود مسلمانوں نے انکے خلاف مقدس جنگ چھیڑ رکھی ہے۔ یہ سب کچھ فلسطین میں برطانوی اور سیریا میں فرانسیسی حکومتوں کی ناک کے نیچے ہو رہا ہے۔
سیریا کی آزادی کیلئے ہم آپ کی عظیم قوم کے جذبہ کو سلام کرتے ہیں، اور آپ کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ سیریا کی آزادی کا ٹارگٹ اب تک حاصل نہیں ہو سکا ہے، یہ اب تک مسلمانوں کے زیر نگیں ہے۔ ہم علوی قوم کے نمائندے آپ سے اپنی آزادی کی ضمانت چاہتے ہیں۔

1–الاعلام، جلد سوم، صفحہ – 170 ۔

ہمیں پوری امید ہے کہ وہ علوی قوم جس نے فرانس کیلئے گرانقدر خدمات انجام دی ہے وہ آپ کی قوت وحمایت سے محروم نہیں ہو گی(1)۔
1936 میں لکھے گئے اس خط کے بعد فرانس اگلے دس سالوں تک سیریا کی آزادی کو ٹالتا رہا۔ بالآخر جب نصیری طاقت کے حصول کے قریب پہونچ گئے تو 1946ء میں اس نے سیریا کو اپنے غاصبانہ صلیبی چنگل سے آزاد کیا۔ اس خط سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ صلیبی فرانس اور نصیریوں کے درمیان شروع دن سے یہ کوشش رہی کہ سیریا میں مسلمانوں کے خلاف ایک ایسی طاقت کھڑی کر دی جائے جو یہودیوں کی طرح مسلمانوں کو سیریا سے بے دخل کر دے۔ اس خط میں صلیبیوں کیلئے نصیریوں کی گرانقدر خدمات اور فرانس کے ذریعہ سیریا کے مسلمانوں پر یہود جیسے دشمنوں کو مسلط کرنے کی کوششیں دونوں ہی راز طشت از بام ہو جاتے ہیں۔

صلیبیوں کی جہد مسلسل

ان شواہد سے واضح ہوتا ہے کہ فرانس نے اپنے غاصبانہ وظالمانہ دور اقتدار کے روز اول سے ہی اپنی خاص پلاننگ کے تحت نصیریوں کو ایک بڑا رول ادا کرنے کیلئے تیار کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس نے ان کیلئے تعلیمی ادارے کھولے، انکی آزاد حکومت بنا کر انہیں حکومت چلانے کی ٹریننگ دی، فوجی ٹریننگ کے ذریعہ فوج کے اندر بڑی تعداد میں گھسنے کا رجحان پیدا کیا، اور ان کو اعلی تعلیم کیلئے فرانس بھیجا تا کہ وہ اسکے جانے کے بعد سیریا میں مسلمانوں پر صلیبی ارادوں کو نافذ کر سکیں۔ 1946ء میں جب فرانس سیریا کی سرزمین چھوڑنے پر مجبور ہوا تو اس نے سوائے فوج کے سیریا میں حکومت کے ہر ادارے کو تباہ وبرباد کر دیا۔ سیرین فوج کی فرقہ وارانہ بنیادوں پر تشکیل نو کر کے اس نے سیریا کے

مستقبل کو فوج کے ہاتھوں گروی رکھ دیا۔

دراصل یہ صلیبی طاقتوں کا سوچا سمجھا منصوبہ تھا کہ مسلم ممالک میں فوج کے اندر منافقوں کو گھسا کر یا پھر فوج کی غیر اسلامی ذہن سازی کر کے اسے مسلمانوں پر مسلط کر دیا جائے۔ اس طرح امت مسلمہ پر براہ راست صلیبی قبضہ کا بکھرتا ہوا خواب کچھ ملکوں میں منافقین اور کچھ دیگر ملکوں میں لادین فوجی حکمرانوں کے ذریعہ بالواسطہ صلیبی حکومتوں کی صورت میں شرمندۂ تعبیر ہو سکے۔ اس خطرناک منصوبہ کی سب سے پہلی تجربہ گاہ مصر بنا۔ صلیبی اور ماسونی طاقتوں نے محمد علی پاشا کو اپنے دام فریب میں گرفتار کر کے مصر میں ایک ایسی فوج تیار کی جس کی تعلیم وتربیت صلیبی آغوش میں ہوئی۔ فوجی جوانوں کو اسلام سے بے بہرہ رکھا گیا بلکہ اگر کسی فوجی کے اندر دینداری کا رجحان پایا

---

1 – شام کے مسلمان۔ نصیری، صلیبی اور یہودی سازشوں کے مقابلہ میں (أهل السنة في الشام في مواجهة النصيرية والصليبية واليهود)۔ ابو مصعب السوری۔ واضح رہے کے حالیہ جنگ میں فرانس نے ایک پریس کانفرنس کے دوران اس راز کو طشت از بام کر کے ان غدار شیعوں کو بے نقاب کیا ہے۔ اب یہ دستاویز ایک کھلے راز کی حیثیت رکھتی۔

جاتا تو اسے فوج سے نکال باہر کیا جاتا۔ پھر یہ تجربہ ہر مسلم ملک میں دہرایا گیا۔ یہ فوجیں جنکا فریضہ دنیائے اسلام کی پاسبانی تھا وہ اعدائے اسلام کے افکار و تعلیمات کی پاسباں بن گئیں۔ امت مسلمہ کے مفادات انکے جوتوں میں روندے جانے لگے۔ جنکے نزدیک دین ایک مذاق بن گیا ہو، ان سے دینی حمیت کی امیدیں بے سود ہیں۔ اس طرح اسلامی دنیا میں تشکیل پانے والی فوجوں کا کام صرف اپنے ذاتی مفادات کی حفاظت، پر تعیش زندگی، ملک و قوم کی دولت پر قبضہ رہ گیا، جو آج تک چلا آرہا ہے۔ گویا کہ عالم اسلام کے ان فرزندوں کا اپنی قوم سے سوائے نسلی رشتہ کے کوئی دوسرا تعلق باقی نہیں رہ گیا۔

سیریا میں صلیبیوں کی نمائندہ فوج کی تیاری

سیریا میں ایک ایسی فوج کی تیاری میں صلیبیوں کو کوئی دشواری پیش نہ آئی جو انکے معیار پر پوری اترتی ہو اور انکے ارادوں کو نافذ کرنے والی بھی ہو، جو مسلمانوں کو سر اٹھانے کی مہلت نہ دے، اور انکے ملک کو ان کیلئے قید خانہ میں تبدیل کر دے۔ یہ کام ان کیلئے اس لئے بھی آسان ہو گیا کہ اس وقت سنیوں میں فوج کی طرف سے غفلت کا رجحان تھا۔ اور نصیری بڑی تعداد میں اسکیلئے تیار کر لئے گئے تھے۔ چنانچہ نصیری علویوں کی ایک بڑی تعداد بآسانی فوج میں گھسا دی گئی۔ ابتداء میں فوج کا کمانڈر انچیف سنی کو باقی رکھا گیا، مناسب موقع ملتے ہی یہ روایت بھی پامال کر دی گئی۔ جب ملک کی آزادی کے بعد نئی حکومت بنی تو منتشر عوام، تباہ وبرباد دینی ادارے اور تنظیموں کے درمیان لٹے پٹے ماحول میں صلیبیوں کو اپنی ریموٹ کنٹرول حکومت قائم کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ فرانس کے کوچ کرنے اور مسلمانوں پر چھائے غفلت کے کالے بادلوں کی تاریکی میں صلیبیوں نے اپنے دوسرے مرحلہ کی پلاننگ پر کام شروع کر دیا۔

دوسرا مرحلہ – فوج کو مسلط کرنے کا عملی مرحلہ

اپنی پسند کی فوج تیار کرنے کے بعد اسکے تنہا سنی سربراہ اعلی کو ذاتی مفادات کا شکار بنالینا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ خاص طور پر جب اسکا ذاتی میلان دشمنوں کی منشا کے مطابق ہو۔ چنانچہ 17 اپریل 1946ء کو فرانس کے نکلنے کی تاریخ سے لیکر 30 مارچ 1949ء تک ایک نئی حکومت کو بنے ہوئے بمشکل تین سال پورے ہوئے تھے کہ صلیبی طاقتوں نے آزادی کے بعد ابھرتی ہوئی نوزائیدہ فوج کے سربراہ "حسنی زعیم" کو حکومت کا تختہ پلٹ کر ملک میں سیاسی ترقی اور قومی امنگوں کو کچلنے کیلئے بھرپور مدد کی یقین دہانی کرائی۔

حسنی زعیم کرد قوم سے تعلق رکھتا تھا جسکے والد عثمانی فوج کے مفتی تھے۔ حکومت کی ہوس اسکے ذہن و دماغ کو مفلوج کر چکی تھی۔ اسکا یہ جملہ اسکے جاننے والوں کے درمیان بہت مشہور تھا "میں ایک دن کیلئے صحیح سیریا کا حکمراں بن جاؤں، خواہ اسکے بعد مجھے قتل کر دیا جائے" ایسا ہی ہوا، حکومت پر قابض ہونے کے صرف 71 دنوں کے اندر ایک دوسرے فوجی انقلاب نے اسے معزول کر کے موت کے گھاٹ

اتار دیا۔ اپنی تمناؤں اور ذاتی مفادات کی خاطر اس شخص نے ملک و قوم سے جو غداری کی اس نے ملک کو صلیبیوں (فرانس و برطانیہ اور امریکہ) کی ڈیزائن کردہ انقلابات کے ایسے بھنور میں ڈال دیا کہ سیریا اگلے 20 سالوں تک پے در پے 10 فوجی انقلابات کا شکار ہوا۔

ان انقلابات کے آدھے راستہ میں ہی نصیریوں کا راستہ صاف ہو گیا۔ 10 سال کے عرصہ میں فوج کے اندر نصیری اتنے طاقتور ہو گئے کہ پانچ انقلابوں کے بعد چھٹا انقلاب نصیریوں کا اپنا انقلاب تھا۔ اسکے بعد رونما ہونے والے سارے انقلابات سیریا کے سینہ پر انکی آپسی اکھاڑ پچھاڑ کا نتیجہ تھے۔ انہوں نے سیریا کی متزلزل سیاسی صورتحال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے صرف 10 سال کے عرصہ میں اپنے بعثی نصیری انقلاب کے ذریعہ عالم اسلام کی اس حسین وادی پر ایسا شب خون مارا کہ آج تک ایمان و جہاد کی اس افسانوی سرزمین سے اسکا دھواں اٹھ رہا ہے۔

فوجی انقلابات کے دوش پر صلیبیوں کا سفر

مسلم ممالک میں ڈکٹیٹر شپ یا فوجی حکومت اسلام دشمن طاقتوں کا کامیاب حربہ بن گیا۔ سعد جمعہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "سازش اور فیصلہ کن معرکہ" میں امریکی مستشرق اور امور پاکستان کے ماہر "کے اسمتھ" کا بیان نقل کرتے ہیں: اگر عالم اسلامی میں مسلمانوں کو آزادی دی گئی، اور وہ جمہوری نظام میں جینے لگے تو ان ملکوں میں اسلام کو پھر سے فتح حاصل ہو جائے گی۔ صرف ڈکٹیٹر شپ ہی ایک ایسا راستہ ہے جسکے ذریعہ ہم عرب قوموں اور دین اسلام کے بیچ دوری بنائے رکھنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ٹائم میگزین کا ایڈیٹر اپنی کتاب "ایشیا کا سفر" میں امریکی حکومت کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتا ہے: امریکہ اسلامی ممالک میں فوجی ڈکٹیٹر شپ کے ذریعہ ہی اسلام کی واپسی کو روک سکتا ہے، صرف یہی ایک ذریعہ ہے جس سے وہ مغرب، اسکی تہذیب اور کولونیوں کو اسلام کے حملہ سے بچائے رکھ سکتا ہے(1)۔

ماضی میں برطانیہ و فرانس صلیبی حملوں کی قیادت کرتے آرہے تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد ایک نئی اور تاریخ کی سب سے خطرناک صلیبی قوت امریکہ کی شکل میں دنیا کے نقشہ پر ظاہر ہوئی، جسکی باگ ڈور یہودیوں کے ہاتھوں میں تھی۔ اپنے بڑھتے ہوئے دائرہ اثر کے ساتھ اس نئی طاقت نے بلاد شام کے صلیبی-یہودی حملوں کا زمام اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

امریکی صدر جونسن کے عہد میں اسکا صلاح کار اور نائب وزیر خارجہ "ایو جین روسٹو Eugene V. Rostow" کہتا ہے: قرون وسطی (medieval age) سے ہی اسلام اور عیسائیت کے درمیان معرکے گرم رہے ہیں جو آج تک مختلف شکلوں میں جاری ہیں۔ گذشتہ ڈیڑھ صدی سے مغرب اسلام پر غالب ہے۔ اسلام کا ثقافتی ورثہ مسیحیت کے زیر نگیں ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ امریکا اپنے فلسفہ، عقیدہ

1 - سازش اور فیصلہ کن معرکہ، صفحہ 25 (المؤامرة ومعركة المصير) سعد جمعہ۔

اور نظام سے مغرب کا تکملہ complement ہے۔ یہی وجہ ہے امریکہ اسلام کے فلسفہ وعقیدہ کے خلاف مغرب وصہیونیت کے ساتھ کھڑا ہے۔ یہ ایک فطری امر ہے اگر اس نے ایسانہ کیا تو وہ اپنی زبان، اپنے فلسفہ، ثقافت اور اپنی بنیادوں کا انکار کرے گا (1)۔

اس نئے صلیبی سربراہ نے جہاں فلسطین میں سارے انسانی واخلاقی حدود تجاوز کرتے ہوئے ناجائز یہودی سلطنت کی سرپرستی کا اعلان کیا وہیں اس نے سیریا میں فرانس کی مہم کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کی ذمہ داری بھی اپنے سر لے لی۔ اردنی فوج کے سربراہ علی نوار اپنی ڈائری "آزادی کا زمانہ" میں لکھتے ہیں:

حسنی زعیم اور اسکی جماعت کو انقلاب کیلئے کھڑا کرکے امریکا نے مشرق وسطی میں فوجی ڈکٹیٹر شپ کا پہلا تجربہ کیا۔ مسلمانوں کے سیاسی حقوق کو فوجی ڈکٹیٹر شپ کے ذریعہ کچل دینا اسکیلئے ایک قابل قبول حل تھا(2)۔

ان فوجی انقلابات کو اسلام دشمن بعث پارٹی اوراسکے نصیری کارندوں نے اپنے اقتدار کا زینہ بنالیا۔ میشل عفلق نے اس کو بعث پارٹی کیلئے بشارت سے تعبیر کیا، بعث پارٹی کے ہائی کمانڈ کا ممبر سامی الجندی کہتا ہے:

میشل عفلق نے بعث کے کارندوں سے کہا، بھائیو!

یہ انقلاب ہمارے انقلاب کی سمت ایک قدم ہے، اس انقلاب نے ہمارے لئے راستہ ہموار کردیا ہے، ہمیں اپنی صفوں کو درست کرتے ہوئے آگے نظر رکھنا ہوگا، اس انقلاب کو اپنا زینہ بناتے ہوئے ہمیں اپنے انقلاب کیلئے تیار رہنا ہوگا (3)۔

---

1 - موقع الوحدة الإسلامية، (اعدائے اسلام کی باتیں) قال أعداء الإسلام www.alwihdah.com

2 - سازش اور فیصلہ کن معرکہ، (المؤامرة ومعركة المصير) سعد جمعہ، صفحہ 170 ۔

3 - ویکیپیڈیا اخوان المسلمون، مقالہ نگار استاذ جابر رزق، الاخوان المسلمون والمؤامرة على سوريا

باب چہارم

Chapter – 4

البعث تحریک - سیریا کے اقتدار پر نصیریوں کا شب خون

البعث پارٹی کی حقیقت اور اسکا ظہور

صلیبی اور نصیری اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ انکی فوجی ڈکٹیٹر شپ کیلئے سیاسی گراؤنڈ کی اشد ضرورت ہے۔ سیریا میں ان کی کوئی عوامی بنیاد نہیں تھی اور نہ ہی کوئی سیاسی پارٹی۔ اس لئے انہیں ایک ایسی سیاسی پارٹی کی ضرورت تھی جو تحریک کے طور پر کام کرسکے۔ جو سیریا میں مسلمانوں کے عوامی بنیادوں کو متزلزل کردے، انہیں ذہنی و فکری طور پر کنفیوز اور منتشر کردے، اور جب تک مسلمان اس سازش کو سمجھ پائیں تب تک ان پر فوجی شکنجہ پوری طرح کسا جا چکا ہو۔ ان مقاصد کے پیش نظر ایک ایسی خطرناک اسلام مخالف تحریک کا قیام عمل میں آیا جو "البعث" پارٹی کے نام سے مشہور ہوئی۔ جو اسلام مخالف طاقتوں کی خطرناک سازشوں میں شیعیت کے بعد اب تک کی سب سے کامیاب سازش شمار کی جاسکتی ہے۔ جس نے آگے چل کر پورے عالم عرب کو متأثر کیا۔

البعث کی قیادت

"البعث" مقامی سطح پر یعنی سیریا کے اندر ایک بڑے شیعہ نصیری مفکر "زکی ارسوزی" اور صلیبی عیسائی "میشل عفلق" کی قیادت میں اٹھی۔ ابتداء میں یہ تحریک دو گروپ پر مشتمل تھی:

- ایک نصیری شیعی گروپ جسکی قیادت زکی ارسوزی کر رہا تھا۔
- دوسرا عیسائی اور نصیریوں کے حریف دیگر باطنیہ فرقوں کا گروپ جسکی سربراہی صلیبی عیسائی "میشل عفلق" کر رہا تھا۔

میشل کو فرانس میں دوارانِ تعلیم ایک برگشتہ دین سنی "صلاح البیطار" مل گیا جسے اس نے اپنی پارٹی کے سنی چہرہ کے طور پر پیش کیا۔ مجموعی طور پر اس تحریک کے منشأ و مقاصد نے سیریا کے سارے باطل فرقوں کو ایک فکری و سیاسی میدان فراہم کیا۔ اسلام مخالف عقائد کی ترویج واشاعت نے ان فرقوں کو اس کے زیر سایہ پوری طرح سرگرم عمل کر دیا۔ اسلام کی بیخ کنی کے متمنی سیریا کے باطنیہ فرقے دروز، اسماعیلی، عیسائی سبھی اسکے ہراول دستوں میں شامل ہوگئے، جبکہ اس تحریک کی علمبرداری اسلام و مسلمانوں کے ازلی دشمن نصیریوں کے ہاتھوں میں رہی۔

اس تحریک کے بانیوں نے سنیوں کو بھی اپنے دام میں پھنسانے کی کوشش کی لیکن "صلاح البیطار" کے سوا کوئی تعلیم یافتہ سنی انکے جھانسے میں نہ آیا۔ میشل نے صلاح البیطار کے ساتھ اپنی مہم تعلیمی اداروں سے شروع کی۔ انہوں نے تدریس کا پیشہ اختیار کرکے نونہالان اسلام کے ذہن ودماغ میں اسلام کے خلاف زہر گھولنا شروع کیا۔ دوران تدریس ان دونوں کی اسلام مخالف ہرزہ سرائیوں نے طلباء کے اندر بے چینی کی کیفیت پیدا کر دی۔ انہیں میں سے ایک طالبعلم نے جو آگے چل کر شیخ عبد الرحمن الباني کے نام سے مشہور ہوئے جامع اموی میں صدائے احتجاج بلند کیا۔ شیخ علی طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نوجوان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور خود منبر پر کھڑے ہو کر میشل عفلق کے خلاف ولولہ انگیز تقریر کی۔ اس وقت سیریا کے وزیر تعلیم جمعہ کی نماز کیلئے جامع اموی میں موجود تھے (اس وقت تک سیریا میں نصیریوں

کی حکومت نہیں بن پائی تھی) انہون نے اس شکایت پر فوری نوٹس لیتے ہوئے اس مفسد کو منصب تدریس سے برخواست کر دیا۔ پھر صلاح البیطار بھی مستعفی ہوا، اب دونوں تعلیمی اداروں سے باہر طلباء کے اندر اپنے مسموم افکار اتارنے لگے۔

البعث کی سرپرستی اور مرحلہ وار ترقی

اس تحریک کی فکری مہم اور کیڈر سازی کا عمل فرانس کی سرپرستی میں شروع ہوا۔ 1934ء میں "طلیعہ" نامی میگزین سے اس نے عوام الناس پر اپنے باقاعدہ فکری یلغار کا آغاز کیا۔ ایک دہائی کی مسلسل محنت کے بعد فرانس کی سرپرستی میں 1945ء میں دمشق میں اسکی باقاعدہ بنیاد رکھی گئی۔ اسکے ساتھ ہی ایک سیاسی پارٹی کے طور پر ابھرتے ہوئے اس نے علویوں، دروز، اسماعیلی اور دیگر ہمنواؤں کی اپنی فوج تشکیل دی۔ 1946ء میں اسکا آرگن روزنامہ "البعث" نکلنے لگا۔ یہاں تک کہ فرانس کے رخصت ہوتے ہی صرف ایک سال کے اندر 1947ء میں اسکے وجود کا سایہ دراز ہوا اور یہ تحریک بڑے پیمانہ پر "بعث عرب پارٹی" کے نام سے لانچ کی گئی۔

البعث ایک ایسی تحریک کے طور پر اٹھی جو بظاہر عربوں کو اسکا کھویا ہوا مقام دلانا چاہتی تھی۔ اس سے بڑی ستم ظریفی اور کیا ہو سکتی تھی کہ صلیبی اس تحریک میں عربوں کو ان کی عظمت رفتہ کی واپسی کا راستہ دکھا رہے تھے۔ انہوں نے کمال عیاری سے عرب قومیت کا پر فریب نعرہ دیا۔ البعث کا نعرہ تھا "ابدی پیغام کی علمبردار ایک متحد عرب قوم" جسکا مطلب عربوں، عیسائیوں اور یہود کا ایک ایسا اتحاد تھا جسمیں اسلام کیلئے کوئی جگہ نہ تھی۔ وہ اسلام کو لپیٹ کر میوزیم میں رکھنے کا مطالبہ کرنے لگے۔ عربوں کا پیغام اسلام تھا، رہتی دنیا تک اسکی ابدیت پر انکا ایمان تھا اور ہے، لیکن بعث کا ابدی پیغام اسلام کو ہمیشہ کیلئے جڑ سے اکھاڑ پھینکنا تھا۔ بعث کا یہ مکروہ چہرہ دھیرے دھیرے کھل کر سامنے آنے لگا۔

اسلام کو اکھاڑ پھینکنے کی باقاعدہ دعوت

اس پارٹی کے باقاعدہ منظر عام پر آنے کے 15 سالوں کے بعد 1967ء میں "سیرین عوام کی فوج" نامی میگزین کے صفحات پر بعث پارٹی کا فلسفی ابراھیم خلاص لکھتا ہے:

عرب تہذیب اور سوسائٹی کی تعمیر کا واحد راستہ ایسے اشتراکی عرب انسان کو پیدا کرنا ہے، جو اس بات پر ایمان رکھتا ہو کہ اللہ، دین، سرمایہ اور اقدار و روایات سب کو لپیٹ کر میوزیم میں رکھ دیا جائے(1)۔

ایک بعثی شاعر کہتا ہے: بعث میرا رب ہے جسکا کوئی شریک نہیں عرب قومیت میرا دین ہے جسکا کوئی ثانی نہیں(1)۔

1- تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو مقدمہ کتاب "عرب اور اسلام" شیخ ابوالحسن علی ندوی

۱۹۸۰ء میں نصیری حافظ الاسد کی علوی بعثی حکومت کے ہورڈنگ اور پارٹی کے بینرز دریدہ دہنی سے یہ نعرے بلند کرتے تھے: "اللہ کا خاتمہ ہو گیا۔ اسد ہمارا رب ہے"، یا یہ نعرہ کہ "وطن ہمارا رب ہے ۔ بعث ہمارا رسول"(2)

سیریا میں مسلمانوں کے خلاف اس سیاسی و فکری یلغار کے پہلو کو اجاگر کرنے کیلئے ایک کتاب درکار ہے۔ اس نئے صلیبی حملہ نے سیریا میں بالخصوص اور عالم عرب میں بالعموم جو تباہی مچائی اس کا اثر ڈائرکٹ صلیبی فوجی حملوں سے زیادہ خطرناک اور دورس تھا۔ اس نے نہ صرف سیریا بلکہ عالم اسلام کے قلب و جگر کو چھلنی کر دیا۔

البعث کا انقلاب اور حکومت پر قبضہ

نصیریوں نے سڑکوں سے لیکر فوج تک ہر جگہ خود کو بعث پارٹی کے جھنڈے تلے متحد کیا۔ انہوں نے فوج کو اپنا پہلا ہدف بنایا ہوا تھا، وہ بہت جلد ہی فوج کے کلیدی عہدوں تک پہونچنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور پھر انہوں فوج کے اندر بعثی گروپ بنا کر **8 مارچ 1963** کے فوجی انقلاب کے ذریعہ اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ یوں بعث پارٹی اقتدار تک پہونچی، اسکی حکومت میں وہ ساری اسلام مخالف جماعتیں شامل تھیں جو اس پارٹی کو پروان چڑھانے میں سرگرداں رہیں ۔ لیکن قیادت نصیریوں کے ہاتھوں میں تھی ، نصیری ان فرقوں کو مصلحتاً ساتھ لیکر چل رہے تھے ورنہ ان کی نظر بلا شرکت غیر خالص نصیری حکومت پر تھی، جسکیلئے وہ مناسب وقت کے انتظار میں رہے۔ اقتدار کے اس مرحلہ میں انہوں نے فوج پر ہی اپنی توجہ مرکوز رکھی۔ انہوں سب سے پہلا کام یہ کیا کہ سنیوں کو بڑی تعداد میں فوج سے نکالا اور مستقبل میں ان کیلئے فوج کا دروازہ بند کر دیا۔

میشل عفلق اور فوجی لباس میں صلاح جدید 1963ء کے بعثی انقلاب کے بعد

جسکی لاٹھی اسکی بھینس کے مصداق سیریا اسی کا ہو گا جسکی فوج پر بالا دستی ہو گی، "ڈاکٹر نیکولس وین ڈیم" اپنی کتاب "سیریا میں اقتدار کی کشمکش" میں لکھتا ہے:

1- "الموسوعۃ المیسرۃ انسائیکلوپیڈیا ادیان و مذاہب" ندوۃ الشباب العالم الاسلامی، ریاض

2 - النذیر میگزین سیریا۔ شمارہ 17 ، مؤرخہ 15-05-1980ء، بحوالہ ویکیپیڈیا اخوان المسلمون

8 مارچ 1963ء کے انقلاب کے بعد سنیوں کو بڑی تعداد میں فوج سے نکالا گیا۔ جب سنی فوجی کالج یا دوسرے فوجی ٹریننگ سنٹرس میں داخلہ کیلئے جاتے تو ان کے ساتھ حقارت آمیز رویہ اختیار کیا جاتا۔ سروس میں بحال سنی فوجیوں کو بعث پارٹی کی عسکری ونگ یا بعث پارٹی کے شعبۂ سیاست یا جاسوسی اداروں کو جوائن کرنے کیلئے کہا جاتا (تاکہ انہیں خود انکے سنی بھائیوں کے خلاف جاسوسی پر مجبور کیا جاسکے، یا وہ سنیوں کے درمیان بعث پارٹی کے ورکر کی حیثیت سے کام کریں) جبکہ علوی، دروز، اسماعیلی اور عیسائیوں کا فوج میں استقبال کیا جاتا، اور انکی پذیرائی ہوتی (1)۔

اس وقت تین نصیری جو فوج کے اعلی عہدوں تک پہونچنے میں کامیاب رہے ان میں محمد عمران، صلاح جدید اور حافظ الاسد کے نام سر فہرست ہیں۔ ان نصیریوں نے ایک خالص نصیری انقلاب کی تیاری کرتے ہوئے صرف سنیوں کو ہی نہیں بلکہ اپنے حریف دیگر باطنیہ فرقوں دروز اور اسماعیلوں کو بھی کنارے لگانا شروع کیا جو کل تک بعث پارٹی کو کھڑا کرنے اور اسے اقتدار تک پہونچانے میں انکے شانہ بشانہ کام کررہے تھے۔ رہے سنی تو ملک کی آبادی کا ۸۰ فیصد حصہ ہونے کے باوجود فوج میں انکی تعداد گھٹا کر ۱۲ فیصد تک پہونچادی گئی۔

بعث پارٹی پر نصیریوں کا قبضہ اور نصیری فوجی انقلاب

بعث پارٹی اور فوج صلیبیوں کے دو ایسے ٹارگٹ تھے جنکے ذریعہ اسلام مخالف طاقتوں کیلئے اقتدار تک پہونچنے کی پلاننگ کی گئی تھی۔ جہاں تک بعث پارٹی کا تعلق ہے تو اسے سینچنے میں گرچہ سیریا کے سارے اسلام مخالف باطنیہ فرقوں نے حصہ لیا تھا، سیریا کے عیسائی فطری طور پر انکے شانہ بشانہ چل رہے تھے۔ لیکن اپنی عددی برتری سے نصیریوں نے اس پارٹی پر بھی اپنی بالادستی قائم کرلی۔

بعث پارٹی کی اصل قوت فوج تھی۔ سماج میں اسکا اثر باطنیہ فرقوں تک محدود تھا۔ اسلئے اس پارٹی کے وجود کیلئے فوج کی پشت پناہی لازمی تھی۔ نصیریوں نے فوج پر پہلے ہی اپنا تسلط قائم کرلیا تھا اب انکیلئے بعث پارٹی پر قبضہ بھی آسان ہوگیا۔ انہوں نے پارٹی پر نصیری گرفت مضبوط کرنے کیلئے جو کاروائیاں کیں اس نے پارٹی کے دوسرے گروپ (میشل عفلق اور صلاح البیطار گروپ) کو بے سروپا کردیا۔ جب دوسرے گروپ نے سیریا پر گہراتے نصیری سایہ میں اپنا وجود مٹتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے اسکے خلاف زبان کھولی۔ نصیریوں نے وقت ضائع کئے بغیر اپنا فائنل وار کیا۔ **یہ وار 23 فروری 1966ء کا نصیری فوجی انقلاب تھا** جسکے بعد میشل عفلق کے گروپ کا سرے سے خاتمہ کردیا گیا۔

---

1 - Struggle for power in Syria: sectarianism, regional and tribal politics عربی ایڈیشن (الصراع علی السلطة فی سوریا)، ص - 65

میشل عفلق اور اسکا طائفہ اپنی جان بچا کر عراق میں اپنے افکار کا زہر گھولنے کیلئے پناہ گزین ہوا۔ صلاح البیطار کو صلیبی شیطان فرانس نے پناہ دی۔ فرانس نے اسے اسی طرح جائے پناہ دی جس طرح شریف حسین کو برطانیہ نے دی تھی۔ وہ فرانس میں نصیریوں کے ذریعہ اسی طرح مروا دیا گیا جس طرح شریف حسین کے بیٹے فیصل کو پروان چڑھانے اور خود اسکے باپ سے بھی اوپر اٹھانے کے بعد برطانیہ میں دوران علاج ڈاکٹروں کے ذریعہ زہر دے کر مروایا گیا۔ صلیبی ہر غدار کو کام نکالنے کے بعد اسی طرح ٹھکانے لگا دیتے ہیں۔

سیریا میں دور ظلمت کی ابتداء

23 فروری 1966ء کے نصیری انقلاب کے ساتھ ہی سیریا پر نصیریوں کی پہلی باقاعدہ حکومت کا آغاز ہوا۔ صلاح جدید نے بعث پارٹی کی کمان سنبھالی۔ اس نے ایک سنی نور الدین اتاسی کو کٹھ پتلی صدر بنا کر حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ دوسرا متعصب نصیری حافظ الاسد فوج کا سربراہ اعلی اور وزیر دفاع بنا دیا گیا۔ یہ وہی شخص تھا جسکے دادا سلیمان وحشی(1) نے فرانس کو عرضداشت پیش کر کے سیریا پر اپنا قبضہ برقرار رکھنے کی درخواست کی تھی، اور جس نے فلسطین پر یہود کے قبضہ کو سلامتی اور امن کا پیغام کہا تھا۔

تخت اقتدار پر متمکن ہونے کے بعد ان دونوں نصیریوں صلاح جدید اور حافظ الاسد (وحشی) کے تعلقات میں بھی تلخی پیدا ہونے لگی۔ دونوں دو مختلف علوی نصیری خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ سیریا کو یہ دن بھی دیکھنا پڑا کہ اقتدار کے گلیاروں میں دو علوی خاندانوں کی بالادستی کی رسہ کشی ہونے لگی۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ملک میں سنیوں کی کیا درگت بنائی گئی۔

۸۰ فیصد سنی، ان کی سیاسی و مذہبی قیادت کس طرح بے بسی سے سب کچھ دیکھتی رہی۔ اس بے بسی سے نکلنے کیلئے جب سنیوں نے ہاتھ پاؤں مارے تو حافظ الاسد نے فوج کی طاقت استعمال کرتے ہوئے سنیوں پر ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑے۔ جس طرح آج اسکا بیٹا بشار الاسد سیریا کے انقلاب میں صلیبیوں کی مدد سے کر رہا ہے۔ اقتدار پر بالادستی کی جنگ میں حافظ الاسد کا پلڑا بھاری رہا۔ سیریا اس وقت پوری طرح فوج کے ہاتھوں میں کھلونا بن چکا تھا۔ اتنی کم مدت میں اتنے سارے فوجی انقلابات دنیا کی تاریخ میں بہت کم دیکھنے کو ملتے ہیں۔ وزیر دفاع اور آرمی سربراہ ہونے کی حیثیت سے حافظ الاسد کی پوزیشن مضبوط ہوتی گئی۔ اس نے دیہاتوں سے علویوں کو لا کر فوج میں بھرتی کرنا شروع کیا۔ فوج کے حساس عہدوں پر اپنے ہمنوا نصیریوں کو بحال کیا۔ دیہاتی علوی شہروں میں آکر بسنے لگے تو سیریا کے بڑے شہروں میں سنیوں کے لئے ایک ڈیموغرافیک (آبادی کے تناسب کا) چیلنج بھی کھڑا ہونے لگا۔

1 – سیریا کے موجودہ حکمراں خاندان کا نام "وحشی" تھا، کہا جاتا ہے کہ مصری صدر ناصر نے حافظ الاسد کو "وحشی" کے بجائے "الاسد" کا ٹائٹل دیا اسکے بعد سے ہی یہ لقب انہوں نے اختیار کیا اور اسی سے مشہور ہو گئے۔

حافظ اور جدید دونوں کا مطمح نظر اور منزل ایک تھی، لیکن طریقۂ کار میں فرق تھا۔ صلاح جدید نصیری اقتدار کے حصول میں ایک حد تک سنیوں کے ساتھ مروت کا قائل تھا۔ جبکہ حافظ الاسد اقتدار پر اپنی گرفت مضبوط کرنے میں کسی مصلحت اندیشی کو روا نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ وہ صلیبیوں کے طے کردہ راستوں پر چلتے ہوئے بہر قیمت اپنا اور خالص نصیری اقتدار چاہتا تھا۔

1967ء کا صدمہ اور سیریا کا سودا

حافظ الاسد نے تنہا اور بلا شرکت غیر اقتدار کی کرسی تک پہونچنے کیلئے ایک خطرناک سودا کیا۔ یہ سودا گرچہ سیریا میں نصیریوں کی تاریخ کا پہلا سیاہ باب نہیں تھا۔ لیکن اسے سیریا کی تاریخ کا سب سے اندوہناک تاریخی موڑ ضرور کہا جاسکتا ہے۔ نصیریوں نے ماضی میں بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تاتاریوں کے ساتھ تعاون کیا تھا۔ وہ صلیبیوں کے اتحادی بھی بنے، لیکن نصیری اس سے قبل مسلمانوں پر ایسی کاری ضرب لگانے میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکے تھے۔ اس بار نصیری وار سیریا کو دولخت کرگیا۔ ایک ٹکڑا یہودیوں کے قدموں پر گرا تو دوسرا نصیریوں کی جھولی میں۔ پورے سیریا پر غم واندوہ کے بادل خون کے قطرے برسانے لگے۔ اس اجمال کی دلخراش تفصیل ہی آج کے سیریا کی کہانی ہے۔

عرب اتحاد اور ترقی کا وہ پر فریب نعرہ جو البعث پارٹی نے سیریا کے طول وعرض میں دیا تھا وقت کے ساتھ تاریخ کے صفحات پر صلیبی سکہ کا دوسرا رخ ثابت ہوا۔ یہ شرمناک حقیقت بھی بعثیوں کے پیشانی پر نمایاں حروفوں میں لکھی گئی کہ سیریا کے ریڈیو سے بعث پارٹی کے پہلے فوجی انقلاب کا اعلان کرنے والا کوئی اور نہیں ایک اسرائیلی جاسوس "ایلی کوهین" تھا، جو تین سالوں تک نام بدل کر البعث کی اعلی قیادت کے ایک رکن کے طور پر کام کرتا رہا۔ البعث کی تحریک روز اول سے اسلام دشمنی کی بنیاد پر پڑی تھی۔ اس کا پہلا اور اولین مقصد سیریا سے اسلام کو مٹانا اور مسلمانوں کو بے دست وپا کرنا تھا۔ اس مہم کی آخری منزل سیریا کو پارہ پارہ کرکے صلیبیوں کے خوابوں کو حقیقت کا جامہ پہنانا تھا، سو وہ 1967ء کی جنگ میں نصیریوں کے ہاتھوں پورا ہوا۔

1967ء کی عرب–اسرائیل جنگ عربوں کی ادبیات میں **"1967ء کا صدمہ"** سے تعبیر کی جاتی ہے۔ یہ جنگ گرچہ یہودیوں کے ساتھ فلسطین کے قضیہ پر مسلمانوں کی چوتھی جنگ تھی، لیکن اپنے وسیع دائرہ و اثرات کے اعتبار سے یہ پہلی سب سے بڑی جنگ تھی۔ اس جنگ میں اسرائیل کے خلاف تین عرب ملکوں سیریا، مصر، اردن براہ راست لڑے، جبکہ عراق نے اپنے جنگی طیاروں اور فوجیوں کے ساتھ فعال تعاون کیا۔ اسکے علاوہ دیگر عرب ممالک بھی کسی نہ کسی شکل میں تعاون کیلئے کھڑے ہوئے۔ وہ جنگ جو مسلمانوں اور عربوں کی تاریخ میں ایک عظیم سانحہ بن گئی اسکا پس منظر اور اسکے نتائج ہر مسلمان کیلئے باعث تجسس وعبرت ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ ایک خاص طبقہ کے علاوہ دنیائے اسلام میں عام طور پر لوگ اس تاریخی جنگ کے حقائق سے نابلد ہیں۔ اس جنگ کے پیچھے خطرناک سازشوں کو اس مہارت سے نافذ کیا گیا تھا کہ اس وقت عالم اسلام تو کجا خود ان ملکوں کے عوام کو بھی اسکی خبر نہ تھی۔

در حقیقت یہ جنگ صلیبی ویہودی اتحاد اور نصیریوں کے باہمی تعاون کے نتیجہ میں واقع ہوئی۔ اس جنگ کے بعد اسرائیل پورے فلسطین پر قابض ہوگیا۔ سیریا کی قیمتی زرخیز زمینیں، پانی کے چشمے اور نہریں بھی اسکے قبضۂ تصرف میں آگئیں، جو ہنوز برقرار ہے۔ دوسری طرف اس "یہودی – نصیری" تعاون کے نتیجہ میں نصیریوں کو سیریا پر مکمل اقتدار حاصل ہوگیا جو آج تک جاری ہے اور اپنی راہ میں اٹھنے والی ہر کوشش کو اسلام دشمن صلیبی طاقتوں اور یہودیوں کی مدد سے پوری بے رحمی سے کچلتا چلا آرہا ہے۔

حافظ الاسد اور نصیریوں کا خطرناک کھیل

اب تک نصیریوں کے رول اور ان کی تاریخ کو جس تسلسل سے بیان کیا گیا ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ نصیریوں نے سیریا کی موڈرن تاریخ میں جس تیزی سے عروج کی منزلیں طے کیں، سیریا اسی تیزی سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑتا چلا گیا۔ نصیری اور صلیبی طاقتیں اس حقیقت سے اچھی طرح واقف تھیں کہ چاروں طرف سنی ممالک اور عوام سے گھرے ہونے کی صورت میں ان کیلئے سیریا کے مسلمانوں پر لمبے عرصہ تک گرفت بنائے رکھنا ممکن نہیں ہوگا۔ ادھر اسرائیل 1948ء کی جنگ کے بعد انتہائی غیر یقینی صورتحال سے دوچار تھا، اسلئے ایک ایسی جنگ نصیریوں اور یہودی و صلیبی اتحاد دونوں کی ضرورت تھی جسکے ذریعہ پڑوسی عرب ممالک میں مسلمانوں کے دلوں میں فلسطین کی واپسی کی امنگوں اور سیریا میں انکے سنہرے دنوں کے خوابوں کو مایوسی میں بدل دے۔ جو مسلمانوں کو ذلت ویاس کے ایسے عمیق غار میں ڈھکیل دے جہاں سے وہ اپنی حکومتوں سے کبھی انکے خلاف اٹھنے کا مطالبہ نہ کرسکیں۔ جو پورے بلاد شام اور بالخصوص سیریا میں مسلمانوں کو نصیریوں کے رحم وکرم کی حالت پر پہونچا دے۔

یہ جنگ کب اور کیسے برپا ہوئی؟

تب سے لیکر آج تک ماہرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ 1967ء کی جنگ اسرائیل کے طے کردہ وقت اور اسکے مفاد کی خاطر لڑی جانے والی جنگ تھی۔ اسکا بگل بجانے والا اس وقت سیریا کا نصیری وزیر دفاع حافظ الاسد ہی تھا۔ اسکے پیچھے اسکے مستقبل کے خطرناک عزائم کار فرما تھے۔ اسکے نتیجہ میں اسے سیریا پر نصیریوں کی مکمل حکومت قائم کرنے کا موقع ہاتھ آگیا۔ یہ جنگ مصری فرعون صدر جمال عبد الناصر کو بھی لے ڈوبی اور اسد پوری بے حیائی سے خود کو عالم عرب کا تنہا انقلابی قائد کہنے لگا۔ اسکے بعد اسد کے مکر وفریب کی ہر چال کامیاب ہوتی چلی گئی۔ اس کے بین شواہد خود اسکے اپنے لوگوں کی گواہی سے ملتے ہیں۔ البعث پارٹی کا لیڈر، حافظ الاسد کا انقلابی رفیق کار، سیریا کی حکومت میں 1963ء سے 1967ء تک وزیر اور سفیر کے عہدہ پر فائز ڈاکٹر سامی الجندی اپنی کتاب "روٹی کا ایک ٹکڑا" میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

میں ہمیشہ اسرائیل کے ساتھ جنگ کا مخالف تھا، اسلئے کہ مجھے معلوم تھا کہ اس وقت ایسی کسی بھی جنگ کا انجام شکست کے سوا کچھ اور نہیں۔ 1964ء میں قائم کی گئی مختلف فولواپ کمیٹیوں کی رپورٹیں میرے پاس تھیں۔ یہ ساری رپورٹیں بتاتی تھی کہ اسرائیل کے مقابلہ ہم اسکی

آدھی قوت کو بھی نہیں پہونچ سکے ہیں۔ میں نے اس حقیقت کو کبھی نہیں چھپایا کہ سیریا کی حکومت فلسطین کی بازیابی نہیں بلکہ شکست کی تیاری کر رہی تھی۔ جنگ جیتنے کے کوئی آثار نہ تھے۔ یہ اپنے ساتھ پورے عالم عرب کو شکست سے دوچار کرنے کی سازش تھی، تاکہ کوئی باقی نہ رہے اور وہ (حافظ الاسد) عالم عرب کا تنہا انقلابی لیڈر بن کر ابھر سکے(1)۔

یہی سامی الجندی 1965ء میں دار البیضاء میں عرب حکمرانوں کی ایک کانفرنس میں اس مسئلہ پر ہوئی بحث پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتا ہے:
عرب لیڈران نے اس زمانہ میں فلسطین کے مسئلہ پر متحدہ موقف اختیار کرنے کیلئے کئی کانفرنسیں کیں۔ ان کانفرنسوں میں ایک دار البیضاء میں منعقد ہونے والی کانفرنس بھی تھی۔ اس کانفرنس میں انھوں نے نہر اردن کے بہاؤ کا رخ موڑنے کی باتیں کیں، اور اسرائیلی جنگی عزائم زیر بحث آئے۔ سبھوں نے بڑے جوش و جذبہ کا مظاہرہ کیا، پھر جنرلوں کی باری آئی کہ وہ اپنا نقطۂ نظر پیش کریں، تو جنرل علی علی عامر (اس وقت مصری فوج کا کمانڈر انچیف) نے اپنی رپورٹ پیش کی۔ اسکے بعد سبھوں کو مایوسی ہوئی کہ ہم اسرائیل سے جنگ کی پوزیشن میں نہیں۔

جنرل علی علی عامر نے اپنا جنگی تجزیہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر سارے عرب ممالک نے اپنی ذمہ داری بھرپور طریقہ سے نبھائی تو ہمیں اسرائیلی فوج کی تعداد کے مساوی پہونچنے کیلئے تین سال کی مدت درکار ہوگی۔ اور اگر ہم اسرائیل پر فوجی برتری چاہتے ہیں تو ہمیں مزید ۳ سال چاہئے۔ اسلئے کہ اسرائیلی فوج جنگی مہارت، ٹریننگ اور کمیونیکیشن میں ہم سے بہت فائق ہے۔ اس پر مستزاد انکی زمین اور مرکزی فوجی قیادت، انہیں نقل و حرکت میں آسانی ہے، جبکہ ہمیں ہزاروں کیلو میٹر (یعنی مختلف عرب ملکوں) سے اپنی فوجیں لانی پڑینگی۔ جنگی قیادت بھی مختلف اور نقل و حرکت دقت طلب ہوگی۔ اس رپورٹ کی سارے عرب لیڈروں نے تائید کی اور اسکے مطابق 6 مہینہ تک تیاری چلتی رہی، پھر عربوں میں اختلاف در آیا، اور اس پلاننگ پر کام بند ہو گیا(2)۔

اس پلاننگ کو ناکام کرنے کے پیچھے سرفہرست اسلام دشمن نصیری حافظ الاسد تھا۔ اس پلاننگ کے برعکس اس نصیری نے خود اپنی پلاننگ کے تحت جنگ کا بگل بجانا شروع کر دیا۔ سیریا کے ثورہ (انقلاب) اخبار میں اپنے ایک سرکاری بیان میں اس نے کہا: "فلسطین کی آزادی کی جنگ شروع کرنے کا وقت آن پہونچا ہے، سیریا کی مسلح افواج اسرائیل کی اینٹ سے اینٹ بجانے کیلئے پوری طرح تیار ہے(3)۔

اس وقت سیریا میں سپید و سیاہ کی مالک نصیری حکومت اور اسکے مختلف نصیری لیڈران شب و روز جنگ بھڑکانے کیلئے بیان بازی میں مصروف ہوگئے، تاکہ یہ تاثر دیا جائے کہ فلسطین کی آزادی کیلئے اگر کوئی سب سے زیادہ بے تاب ہے تو وہ سیریا کی حکومت ہے (ان

1 -کتاب: روٹی کا ایک ٹکڑا "كسرة من الخبز"، صفحہ 16 ۔
2 - کتاب: سیریا کے مجرموں کی فائل(ملفات طواغيت ومجرمی سوريا)صفحہ – 19 ۔
3 - سیریا کا سرکاری اخبار ثورہ 20 مئی 1967ء بحوالہ جولان کا سقوط(سقوط الجولان)

اشتعال انگیز اور پے در پے بیانات کی تفصیل تاریخون اور مکمل حوالوں کے ساتھ خلیل مصطفی نے اس موضوع پر اب تک کی سب سے معتبر اور مشہور کتاب "سقوط الجولان" کے باب اول۔ مکروہ چہرہ میں تفصیل کے ساتھ کیاہے، دیکھئے صفحہ - ۹۵)۔

مسلمانوں کو شکست سے دوچار کرنے کی سازش

حافظ الاسد نے جہاں عالم عرب کو اس جنگ میں بغیر کسی تیاری کے گھسیٹنے کی کامیاب کوشش کی تا کہ وہ گھات میں بیٹھے اور اس لمحہ کا انتظار کر رہے یہودیوں کا نوالۂ تر بن جائے۔ وہیں اس نے خود سیریا کی شکست کی تیاری میں کوئی کسر نہ چھوڑی، تا کہ شکست خوردہ قوم کی لاش پر وہ اپنی مضبوط اسلام دشمن سفاکانہ حکومت قائم کر سکے۔ اس تیاری کی جو نوعیت تھی وہ اب کوئی راز نہیں 1967ء کی جنگ سے پہلے تک جولان کی انٹیلیجنس ایجنسی کے سربراہ خلیل مصطفی اس پورے راز سے پردہ اٹھانے پر اپنی جان گنوا کر وہ دستاویز چھوڑ گئے جو اس مجرم کو پوری طرح بے نقاب کرتی ہے۔

وہ اپنی کتاب "سقوط جولان" میں تحریر کرتے ہیں کہ اسرائیل کی خدمت کیلئے ان مجرموں نے جو تدابیر اختیار کیں ان میں سر فہرست لوگوں کے مال قومیانہ اور ہتھیانہ تھا، اسکے نتیجہ میں ملک کا سرمایہ یورپ بھاگا اور یہودی بینکوں میں اسرائیل کے کام آیا۔ ملک کی ترقی ٹھپ ہو کر رہ گئی، کارخانے بند ہوگئے۔ اس مقصد کی خاطر بڑی تعداد میں تجربہ کار، فوجی ماہرین و قائدین کو برخواست کیا گیا۔ عام سنی فوجیوں کو لاکھوں کی تعداد میں سروس سے نکالا گیا۔ انکی جگہ علوی فوج میں بھرتی کئے گئے۔ سنیوں کی طرف سے اٹھنے والی ہر آواز کچل دی گئی، ہزاروں کی تعداد میں علماء، اعلی تعلیم یافتہ سنی جوانوں اور فوجیوں کو جیل میں بند کر کے موت کے گھاٹ اتار اجانے لگا، یا پھر وہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے(1)۔

اس پلان کا دوسرا پارٹ مصری صدر جمال عبد الناصر نے ادا کیا۔ ان دونوں کے مقاصد میں مکمل یکسانیت تھی۔ وہ بھی مصر کو اسرائیل کے ہاتھوں تباہ و برباد کرانا چاہتا تھا، سو اس نے سیریا کے نصیریوں کی پلاننگ کے مطابق ایسی حرکتیں شروع کر دی جو بالآخر جنگ تک لے جائے۔ اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس وقت کے اردنی وزیر اعظم، مفکر و ادیب سعد جمعہ لکھتے ہیں: مئی 1967ء میں جمال عبد الناصر نے سینا سے عالمی فوج کو نکال دیا جنگ کی تیاری کرتے ہوئے اسکی جگہ سینا میں مصری فوج بھیج دی، جبکہ اس سے چند مہینوں قبل ہی سیریا کی جنگی ہرزہ سرائیوں کے جواب میں اس نے کہا تھا کہ اس وقت جنگ کے بارے میں سوچنا خودکشی کے مترادف ہوگا(2)۔

---

1 - سقوط الجولان ، باب اول۔ توضیحات۔ صفحہ 14

2 - سعد جمعہ کی کتاب "نفرت کا سماج" (مجتمع الكراهية) صفحہ – 128

اسرائیل نے عربوں کو خواب غفلت میں جالیا

اسرائیل نے مصر کی ان حرکتوں کو جنگ کا بہانہ بناتے ہوئے 5 جون 1967ء کی صبح، جب پورا عالم عرب خواب غفلت میں محو تھا، خاموشی سے وار کر کے انکی کمر ایسی توڑی کہ انمیں اٹھنے کی سکت نہ رہی۔ اسرائیل نے اس دن فجر علی الصباح اپنی پوری فضائی قوت کا استعمال کرتے ہوئے مصر کے ایر بیس پر کھڑے ہوئے 420 مصری جنگی طیاروں کو نیست و نابود کر دیا اور مصر کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔ مصر کی مکمل فضائی قوت کی اس طرح تباہی، اسرائیل کیلئے فتح کا نوید تھی۔

اس ناگہانی جنگ کے سائرن نے غزہ و اردن، عراق و جزائر ہر جگہ مسلمان سر فروشوں کو اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کیلئے جگا دیا۔ مسلمان مجاہدین اس بات سے بے خبر کہ وہ ایک ہاری ہوئی جنگ لڑنے جارہے ہیں اسرائیل کے خلاف اس جنگ میں کود پڑے۔ انکی حالت قابل رحم تھی کہ انہوں نے اسلام دشمن نصیریوں کی تاریخ بھلا کر انکے اسرائیل مخالف جھوٹے بیانات پر بھروسہ کر لیا تھا۔

جب مختلف محاذوں پر مسلمان اسرائیل پر سیریا کی طرف سے بمباری اور فوجی پیش قدمی کا انتظار کر رہے تھے تو سیریا کے محاذ پر حافظ الاسد نے اپنے فوجیوں کے ہاتھ باندھ رکھے تھے۔ وہ جو جنگ سے چند روز قبل تک قاہرہ کے چکر لگا کر مصری صدر جمال عبد الناصر کے ساتھ فلسطین کیلئے مرنے جینے کی قسم کھا رہے تھے انکے خاموش توپ کے دہانے اسرائیل کو امن کا پیغام دینے لگے۔ یہ وہ حقائق ہیں جسکا بیان اس موضوع پر لکھی گئی متعدد کتابوں میں مدلل طور پر موجود ہے، جو جنگی ماہرین اور اس وقت کے کئی صاحب حل وعقد کے ذریعہ پیش کی گئی ہیں۔ باطنی فرقوں کی اصلیت یہی ہے کہ وہ باطن میں کچھ ہوتے ہیں اور ظاہر میں کچھ اور، اسی لئے علمائے اسلام نے ایسے فرقوں کو باطنیہ کا نام دیا۔

سیریا کے ان نصیریوں نے جنگ سے پہلے آسمان سر پر اٹھار کھا تھا، ہر سبھا، ہر منچ پر وہ اسرائیل کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کیلئے بیتاب نظر آتے تھے۔ لیکن یہ نصیری حاقد دشمن مسلمانوں کی تباہی میں یہود سے کچھ کم سازشی نہ تھے۔ ان کا مقصد اسرائیل کی تباہی نہیں بلکہ اسرائیل کو فتح سے ہمکنار کرانا اور اسکے بارڈر پر خود سیریا میں ایک ایسی حکومت کا قیام تھا جو صہیونی حکومت کیلئے گارڈ کا کام کر سکے۔ اور اس کام کیلئے وہ صلیبیوں اور یہودیوں کے سامنے خود کو سب سے موزوں ثابت کر چکے تھے۔

حافظ الاسد نے اسرائیل کی جیت کو کیسے یقینی بنایا؟

۵ جون کی صبح جب اسرائیل نے مصر پر فضائی حملہ کیا، اس وقت اگر حافظ الاسد نے سیریا کی ایر فورس کا استعمال کیا ہوتا تو جنگ کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ اس سے بڑی ستم ظریفی اور کیا ہو سکتی تھی کہ وہ فائٹر جو مسلمانوں کے پیسوں سے خریدے گئے تھے اس پر نصیری قابض تھے۔ اسرائیل نے فجر علی الصباح مصر پر حملہ کیا، اور اپنے اڈوں پر صرف ۱۲ فائٹر چھوڑے تھے۔ بقیہ اسکے سارے فائٹر مصر پر حملہ کیلئے روانہ ہو چکے تھے۔ اس صورت حال کا فائدہ اٹھانے کیلئے اردن نے سیریا سے درخواست کی کہ وہ اپنے مگ طیاروں کے ساتھ اردن اور عراق کا

ساتھ دے اور مصر سے لوٹ رہے اسرائیلی طیاروں کو جنکے پاس واپسی میں بہت کم ایندھن بچا ہو گا نشانہ بنایا جائے۔ اتنی لمبی مسافت طے کر کے واپس لوٹ رہے اسرائیلی طیاروں کو فضا میں نشانہ بنانا آسان تھا۔ انکے لئے لینڈنگ میں دشواری پیدا کر کے اگر تھوڑی دیر بھی الجھا دیا جاتا تو انکی تباہی یقینی تھی۔ اسرائیلی فضائی دفاعی طاقت کی عدم موجودگی میں اسرائیلی ایربیس پر حملہ کر کے انہیں تباہ کرنے کا سنہرا موقع سامنے تھا۔ لیکن سیریا کا وزیر دفاع حافظ الاسد اس درخواست کو ٹالتا رہا، یہاں تک کہ اسرائیلی جہاز سلامتی سے اپنے اڈوں پر اتر کر دوبارہ ایندھن بھرنے میں کامیاب رہے۔

اس صبح کی اس خطرناک صورتحال کو بیان کرتے ہوئے اردن کا شاہ حسین جو اس جنگ کو لیکر بہت پریشان اور تذبذب کا شکار تھا۔ جسے اس جنگ میں خود اپنی حکومت خطرہ میں نظر آرہی تھی، وہ بالآخر اس وقت کے غاصب مصری صدر بدنام زمانہ ڈکٹیٹر جمال عبدالناصر کے ساتھ اسرائیل کے خلاف لڑنے کیلئے مشترکہ دفاع کے سمجھوتہ میں شامل ہوا تھا اپنی کتاب "اسرائیل کے ساتھ ہماری جنگ" میں کہتا ہے: ہم سیریا کی طرف سے جواب کا انتظار کرتے رہے، اسلئے کہ سیریا کے مگ طیاروں کے بغیر اسرائیل کے فوجی ہوائی اڈوں پر حملہ ممکن نہیں تھا۔ ساڑھے نو بجے ہم نے ان سے درخواست کی تو جواب ملا کہ ہمارے فائٹر ریڈی نہیں ہیں، انہیں آدھ گھنٹہ کا وقت دیا جائے۔ پھر جب آدھے گھنٹے کے بعد ان سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے ٹالتے ہوئے مزید ایک گھنٹے کی مہلت مانگی۔ 10 بجکر 45 منٹ پر انہوں نے پھر حیلہ کیا۔ ۱۱ بجے (جب اسرائیلی حملہ کو 6 گھنٹے گذر چکے تھے) ہمارے پاس وقت نہیں رہا۔ مجبوراً عراقی طیاروں کے ساتھ ہم نے اپنا حملہ شروع کیا۔ اگر سیریا نے اتنا وقت ضائع کر کے ہمیں نامراد نہ کیا ہوتا اور ہم وقت پر اپنا آپریشن شروع کر پاتے تو اس دن جنگ کا نقشہ بدل چکا ہوتا(1)۔

نصیریوں نے اسرائیل کو گولان کی پٹی تحفہ میں پیش کی

گولان (جولان) دنیا کی ان چند مضبوط ترین قدرتی قلعوں میں شمار ہوتا تھا جو ناقابل تسخیر مانے جاتے تھے۔ سیریا اور اسرائیل کے درمیان ایک ایسا محاذ جسے سیریا میں مسلمانوں نے اپنی حکومت میں ایک ناقابل تسخیر فوجی محاذ بنانے کیلئے ۳۰۰ ملین ڈالر خرچ کئے تھے۔ جس کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ اسرائیل اس پر کبھی قبضہ نہیں کر سکتا، وہ صرف 48 گھنٹوں میں اسرائیل کے قبضہ میں کیسے چلا گیا؟(2)

---

1 - اردن کے شاہ حسین کی دو فرنچ صحافیوں کے ساتھ طویل انٹرویو کا اقتباس جو ایک کتاب کی شکل میں بعنوان "اسرائیل کے ساتھ ہماری جنگ حربنا مع اسرائیل" دارالنہار پبلیکیشن بیروت سے شائع ہوئی، صفحہ 15 -52

2- کتاب "مسلمان اور چوتھی جنگ" زہدی فاتح، ص- 171، بحوالہ جولان کا ضیاع (سقوط الجولان)

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر پہلی ستمبر 1967 کے ٹائم میگزین کا وہ اقتباس بھی مذکور ہے جس میں گولان کی پٹی کی تصویر کشی کچھ اس طرح کی گئی ہے: سیریا اسرائیل کے ساتھ چالیس کیلو میٹر تک ایسی شدید ڈھلانوں والے پتھریلے ٹیلوں کی پٹی رکھتا ہے کہ جسکے پرے کھلے میدان ہیں۔ ان کھلے میدانوں کی طرف سے اسرائیل کی پیش قدمی خود کو آگ میں جھونکنے کے مترادف ہے، جبکہ ٹیلے کے اس طرف سیریا نے ایک کے پیچھے ایک مستقل دفاعی لائنیں بنا رکھی ہیں۔ ہر دفاعی لائن تین بارودی سرنگوں سے مستحکم کی گئی ہے۔ اس پر مستزاد خاردار تاروں کی باڑھ۔ اس طرح اسرائیل کا سیریا میں گھسنے کیلئے ان بلندیوں کو عبور کرنے کے ساتھ اس طرح کے ۹ دفاعی لائنوں کو کروس کرنا جنھیں ہم چھوٹے میجینو دفاعی لائن (Maginot Line) کہہ سکتے ہیں تقریباناممکنات میں سے ہے۔

بائیں سے باپ (حافظ الاسد) جس نے اسرائیل کو گولان بیچا، درمیان میں بیٹا (بشار الاسد) جس نے سیریا کو ایران کی ایک کولونی بنادیا، جبکہ اس سے قبل دادا (سلیمان وحشی) جس نے فرانس کے ہاتھوں سیریا کا سودا کیا تھا۔

یہاں ہم گولان (جولان) کا ذکر تفصیل کے ساتھ اسلئے کر رہے ہیں کہ یہ علاقہ سیریا کے ماتھے کا جھمکا اور دفاعی نقطہ نظر سے اسکے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا تھا۔ ایسا علاقہ جس شرمناک طریقہ سے اسرائیل کو ہدیہ میں پیش کیا گیا وہ دراصل پورے سیریا کے سودے کی قیمت تھا۔ اسکے عوض اسرائیل اور مغرب نے نصیریوں کو سیریا پر آج تک حکومت اور سنیوں کی غلامی ضمانت دے رکھی ہے۔ حالیہ جاری انقلاب میں لاکھوں لوگوں کی جانیں ابھی تک اس ضمانت کو چاک کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہیں۔

1967ء کی جنگ سے قبل مصر، اردن اور سیریا کے مابین جنگی معاہدہ کے بموجب سیریا کو جولان کی سمت سے اسرائیل پر زمینی حملہ کرنا تھا، لیکن یہ جنگ جو 6 روز تک چلی اس کا پہلا دن گذر گیا، سیریا نے اسرائیل پر ایک گولہ بھی نہ پھینکا۔ خلیل مصطفی اپنی کتاب "سقوط الجولان" میں لکھتے ہیں:

اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ جنگ شروع ہونے کے ۲۲ گھنٹے بعد سیریا جنگ میں شامل ہوا، یہ ۲۲ گھنٹے اس امت کی تاریخ میں فیصلہ کن تھے۔ سیرین آرمی نے شمالی اسرائیل پر ابتداء ہی میں ایک بھرپور حملہ کیوں نہیں کیا، جو مصر کے سینا اور اردن کے محاذ

پر اسرائیلی حملہ کو متزلزل کر سکتا تھا، کیا سیریا ہی اس جنگ کا داعی نہیں تھا(1)؟

اور جب سیریا نے دکھاوے کیلئے اسرائیل پر حملہ کیا تو وہ اتنا مضحکہ خیز تھا کہ اسکے پیچھے اسرائیل اور صلیبیوں کے ساتھ سازش کی بو ہر طرف پھیل گئی۔ اس نے اسرائیلی فوج کو نشانہ بنانے کے بجائے قریب کی تین اسرائیلی کولونیوں پر شدید بمباری کی۔ یہ بات سمجھ سے بالاتر تھی کہ وہ نو آباد اسرائیلی کولونیاں جو خالی اور سنسان پڑی تھیں ان پر گولہ باری سے حاصل کیا تھا؟

روڈولف چرچل اپنی کتاب "چھ روز کی جنگ" میں اس خیانت کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے: اس وقت جب سیرین ٹینک جولان کے قریب واقع اسرائیلی کولونیوں کی جھاڑیوں اور سوکھے گھاسوں پر ہزاروں ٹن گولہ بارود برسا رہے تھے، اسرائیلی بلڈوزر اور ٹینک بغیر کسی جھڑپ کے جولان میں گھسنے کیلئے اپنا راستہ بنا رہے تھے۔ لبنان کا اخبار "النہار" اس جنگ کے بارے میں اپنی رپورٹ میں کہتا ہے: سیریا پورا ایک دن ضائع کرنے کے بعد 6 جون کی صبح جنگ میں شامل ہوا، جبکہ سیریا ہی اس جنگ کا داعی تھا۔ سیریا اسرائیل کی تین نو آباد کولونیوں پر گولے برساتا رہا، اسرائیل نے اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں سمجھی، اسلئے کہ وہ دوسرے جنگی محاذوں پر مصروف تھا(2)۔

وہ سیرین ایر فورس جو اردن کے متحدہ دفاعی کمانڈ کی بارہا درخواست پر بھی ۵ جون کو حرکت میں نہ آئی جسکا بیان اوپر گذر چکا ہے، وہ کچھ اس طرح اپنی گھن گرج سنا گئے کہ ان ذہین نصیریوں کی سازش کو یہ سادہ لوح امت سمجھنے نہ پائے۔ چنانچہ اس وقت جب اسرائیلی طیارے سیرین محاذ پر بمباری کر رہے تھے سیرین ایر فورس حملہ آوروں کو نشانہ بنانے کے بجائے قریب کی انہیں اسرائیلی کولونیوں پر چند بم گرا کر اپنے دور دراز ایر بیس پر خاموشی سے دبک گئے تا کہ وہ محفوظ و سالم کل اپنے نصیری حکمرانوں کے کام آسکیں جنکا استعمال انہیں سیریا کے نہتے سنیوں کے خلاف کرنا تھا۔

گولان اسرائیل کا خواب جسے نصیریوں نے شرمندۂ تعبیر کر دیا

گولان یہودیوں کیلئے ایک مقدس سرزمین تھی انہوں نے اپنی مذہبی کتابوں میں اس علاقہ کا ذکر خاص طور پر کیا ہوا تھا۔
پانی کی اہمیت کے پیش نظر اسرائیل کی نظریں اس پر ٹکی ہوئی تھیں، اسلئے کہ یہاں سے پھوٹنے والی کئی اہم ندیاں سیریا و اردن کو سیراب کرتی تھیں۔ دفاعی نقطہ نظر سے یہ سیریا کی راجدھانی دمشق کیلئے ایک سنتری کا کام کرتا تھا۔ یہاں فطرت اپنے ہر رنگ میں جلوہ نما تھی، یہ

1 - سقوط جولان (سقوط الجولان) صفحہ ۱۲۲

2 - کتاب جولان کا سقوط (سقوط الجولان)، صفحہ - 114

خطہ زراعت، مویشی اور فطری زندگی کا ہر رنگ لئے سیریا کا ایک بیش بہا نگینہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان قدرت کے اس حسین تحفہ کی حفاظت کیلئے ہر زمانہ میں خاص توجہ دیتے آئے تھے۔ اسکا مضبوط دفاعی نظام، قدرت کے عطاء کردہ فصیل نما ٹیلے اور پہاڑیاں، اپنے وطن کے لئے مر مٹنے کا جذبہ رکھنے والے جوان ان سب کو نصیریوں نے بڑی بے رحمی اور ناپاک سازش کے تحت دیکھتے ہی دیکھتے تباہ و برباد کرکے اسرائیل کے حوالہ کر دیا۔

گولان (Golan) میں جھرنوں، جھیلوں، زراعت اور پہاڑیوں کی قدرتی دیوار کے مختلف مناظر افسوس کہ یہ جنت ارضی ابھی یہودیوں کے قبضہ میں ہے
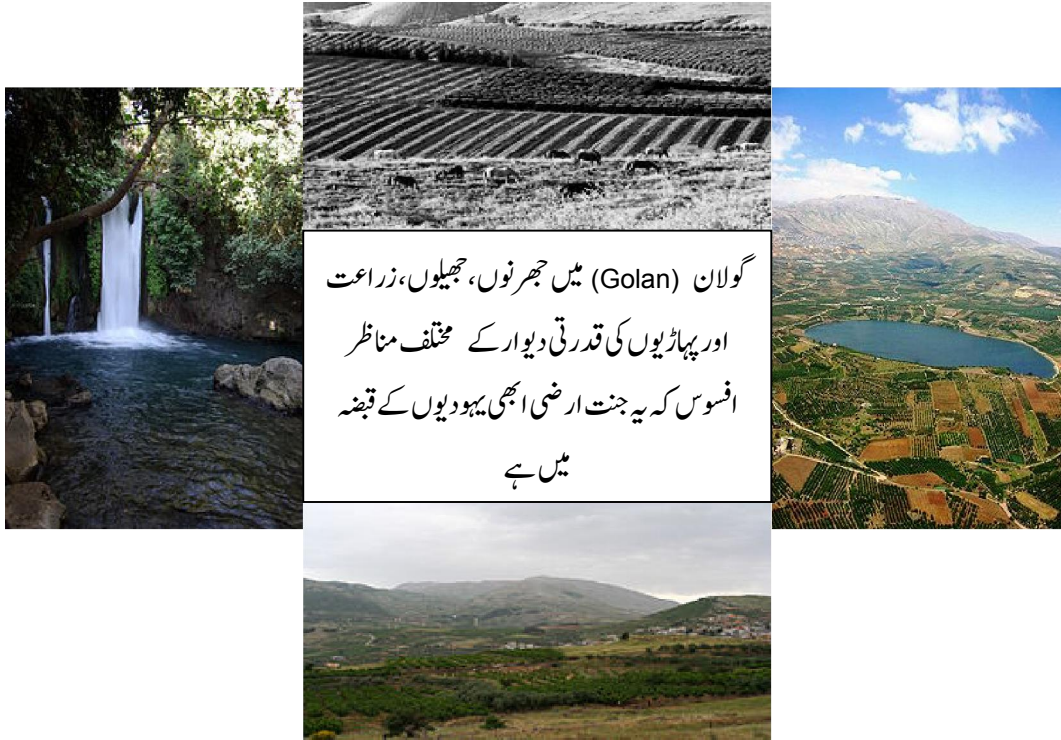
یوں تو اس کی تیاری البعث پارٹی کے حکومت پر قبضہ کے دن سے ہی شروع ہو گئی تھی، لیکن جنگ سے قبل اسمیں بڑی تیزی آگئی۔ گولان کے محاذ پر تجربہ کار مخلص فوجی کمانڈروں کی جگہ اسلام دشمن نصیری علوی کمانڈروں کو کو تعینات کیا گیا۔ سرفروشی اور جہاد کے جذبہ میں سرشار فوجیوں کو ایسے اناڑی نصیری علویوں سے بدل دیا گیا جو ٹینک چلانا بھی نہیں جانتے تھے۔ فوجی پوسٹوں پر وطن کے محافظوں کے بجائے اسرائیلی فوج کی رہنمائی کرنے والے علوی غداروں کو بیٹھا یا گیا۔

جنگ سے قبل ہی علوی عہدیداروں کے اہل خانہ سازوسامان کے ساتھ منتقل ہونے لگے۔ عام علویوں کو پہلے ہی علاقہ چھوڑ کر جانے کا اشارہ دے دیا گیا، لیکن سنیوں کو سختی کے ساتھ روکا گیا تا کہ اسرائیلی حملے میں جتنے مر سکیں مر جائیں اور جو بچیں وہ لٹے پٹے بھاگتے ہوئے حقیقی حالت جنگ کا منظر پیش کر سکیں۔

پھر وہی ہوا جسکی تیاری کی جا چکی تھی۔ اسرائیلی بلڈوزر پورے اطمئنان کے ساتھ پتھروں کو کاٹ کر اپنے ٹینکوں کیلئے راستہ بناتے رہے اور سیرین توپ کے دہانے انہیں پیغام امن دیتے رہے، بلکہ انہیں پیچھے ہٹنے کا حکم دیا گیا۔ بغیر کسی مقابلہ، اپنی سونا اگلتی اس سرزمین کی حفاظت کیلئے قربانی کا نذرانہ پیش کئے بغیر اسے خالی کرنے کا حکم چہ معنی دارد؟ علوی تو سب کچھ سمجھتے تھے لیکن گولان کو اسرئیل کے حوالہ کرنے کی گھناؤنی نصیری سازش سے بچے کھچے سنی فوجی بے خبر تھے۔ خلیل مصطفی لکھتے ہیں: جب فوجیوں کو محاذ چھوڑنے کا حکم دیا گیا تو بغیر کسی مزاحمت کے پیچھے ہٹتے ہوئے ٹینکوں میں آخری صف کے ایک ٹنیک کی زنجیر اتفاقا خراب ہوگئی، اس پر ایک سنی فوجی متعین تھا، اس نے اپنے ٹینک کا رخ موڑا اور اسرائیلی ٹینکوں پر اپنے توپ کا دہانہ کھول دیا دیکھتے دیکھتے 6 اسرائیلی ٹینک تباہ ہوگئے۔ بزدل اسرائیلی ۸ گھنٹے تک کوئی پیش رفت نہ کرسکے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی مزاحمت ہوتی تو جولان اسرائیل کیلئے قبرستان بن سکتا تھا(1)۔

قنیطرہ پر اسرائیلی قبضہ سے قبل ہی قبضہ کا اعلان

ادھر گولان (جولان) کی راجدھانی قنیطرہ پر قبضہ کیلئے اسرائیل نے پیش قدمی بھی نہیں کی تھی کہ فوج میں افراتفری کی حالت پیدا کردی گئی۔ نصیری وزیر دفاع حافظ الاسد نے ریڈیو سے فوجی نشریہ میں اعلان کردیا کہ قنیطرہ پر اسرائیل کا قبضہ ہوچکا ہے۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا، فوج کو محاذ خالی کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ یہ حکم کہاں سے اور کیسے صادر ہوا کسی کو کچھ پتہ نہ چلا۔ فوجیوں کیلئے سامان خورد و نوش پہلے ہی بند کردیا گیا تھا، اور اب اس بدنظمی سے محاذ خالی کرنے کا مقصد پوری فوج کو بے یار و مددگار مرنے کیلئے مجبور کرنا تھا۔

جب فوج کا یہ حال ہو تو عوام کا کیا پوچھئے؟ فوج اور عوام سبھی دمشق کی سمت بھاگے۔ اوپر سے اسرائیلی طیاروں کا نشانہ اور نیچے ناہموار کھیت اور پگڈنڈیاں، ان بھاگتے ہوئے فوجیوں کے ساتھ، شیر خوار بچوں کو اٹھائے ہوئے مائیں، بچے اور بوڑھے کھیتوں اور پگڈنڈیوں پر گرتے پڑتے موت کا شکار ہوئے۔ جولان میں سیرین فوج کا علوی کمانڈر اس منظر میں رنگ بھرتے ہوئے گدھے پر سوار بھاگ کر دمشق پہونچا جسے بعد میں نصیری حکومت میں بڑے عہدہ سے نوازا گیا۔ سوائے علویوں کے کسی کیلئے بھی اس عجیب و غریب صورتحال کو سمجھنا ممکن نہیں تھا۔ اسرائیل کے پہونچنے سے قبل ہی قنیطرہ پر اسرائیل کے قبضہ کا اعلان پہلے سے طے شدہ پلاننگ کا حصہ تھا۔ ڈاکٹر عبد الرحمن الا کتع جو اس وقت وزیر صحت تھے، اپنی منسٹری کے دورے پر قنیطرہ میں موجود تھے کہتے ہیں:

مجھے وزیر دفاع حافظ الاسد کی طرف سے قنیطرہ پر اسرائیل کے قبضہ کے فوجی نشریہ کو سن کر ایسا لگا کہ شاید کوئی غلط فہمی یا بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ میں نے حافظ الاسد سے رابطہ کیا، اور کہا کہ اس وقت میں قنیطرہ میں موجود ہوں، اور یہاں اسرئیل کا کہیں پتہ نہیں شاید

1- 9 جون 1967ء کو معرکہ میں شریک ایک لبنانی افسر کی گواہی، جسے لبنان کے میگزین "حوادث" نے اپنے شمارہ 604 مؤرخہ 07-06-1968ء کو شائع کیا (سقوط الجولان، ص- 201)۔

یہ بدخواہوں کی کوئی سازش ہے۔ لیکن میں وزیر دفاع کا جواب سن کر حیران وششدر رہ گیا۔ اس نے مجھے گندی گالیاں دیتے ہوئے دھمکی دی کہ میں اپنے کام سے کام رکھوں اور آئندہ اس طرح کی مداخلت سے باز رہوں۔ میں نے معذرت کی اور سمجھ گیا کہ یہ ایک سازش ہے، دوسرے دن میں دمشق پہونچا اور اپنا استعفی پیش کر دیا(1)۔

جولان کس طرح بلا مزاحمت اسرائیل کو پیش کیا گیا اس کی شہادت خود انہیں کے گھر سے، بعث پارٹی کے برگشتہ اسماعیلی لیڈر اور انکی حکومت کے سابق منسٹر سامی الجندی کی تحریر میں دیکھئے:

اگر ہم معرکہ جولان کے مختلف مراحل پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتاہے کہ وہ فوجی جنہوں نے محاذ پر سرفروشی کی داستانیں رقم کیں وہ ان کا ذاتی فیصلہ تھا، نہ کہ فوجی قیادت کا حکم۔ فوجی قیادت کی طرف سے جو حکم صادر ہوا وہ محاذ خالی کرنے کا حکم تھا، چنانچہ پلاننگ کے تحت محاذ خالی کرایا گیا۔ وہ پلاننگ کیا تھی؟ جولان کے باشندوں کو 5 جون (جس دن اسرائیل نے مصر پر حملہ کی شروعات کی، جبکہ جولان پر اسرائیل نے پانچ دن کے بعد 9 جون کو حملہ کیا تھا) سے ہی علاقہ سے نکالا جانے لگا، آخر کیوں؟

مجھے یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ (جولان کی راجدھانی) قنیطرہ تک دشمن کے پہونچنے سے پہلے ہی اس پر دشمن کے قبضہ کا اعلان ایک ایسی حقیقت ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ چھ دن کی جنگ میں مکمل پانچ دن تک اسرائیل نے سیریا کا رخ نہیں کیا، اس وقت اگر سیریا اسرائیل سے لڑنے کی پوزیشن میں نہیں تھا تو اس نے اقوام متحدہ سے جنگ بندی کی درخواست کیوں نہیں کی؟ جبکہ اس وقت تک سرحد محفوظ تھا، اور جولان ہمارے قبضہ میں۔ جولان پر اسرائیل کا قبضہ ہوتے ہی سیریا اقوام متحدہ میں جنگ بندی کیلئے کیوں گڑگڑانے لگا؟ (یعنی جولان پر اسرائیلی قبضہ کا مشن جیسے ہی پورا ہوا، جنگ بندی کی درخواست کی جانے لگی) آپ کچھ بھی توجیہ کرلیں، اس کے پیچھے سازش سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

پیرس میں ٹیلیویزن پر جب میں نے اقوام متحدہ میں اس وقت سیریا کے نمائندہ ڈاکٹر جورج طعمہ کو قنیطرہ پر اسرائیلی قبضہ کا اعلان کرتے اور یہ کہتے ہوئے سنا کہ اسرائیلی فوج دمشق کے اطراف تک پہونچ چکی ہے، تو میں حیران رہ گیا۔ جبکہ اقوام متحدہ میں اسرائیل کا سفیر اس سے انکار کر رہا تھا(2)۔

یہ ہے آج سیریا پر قابض مجرموں کی حقیقت جو اسرائیل کو فرات سے نیل تک یہودی سلطنت کے قیام کی پہلی منزل تک پہونچانے میں کامیاب رہے۔ اس وقت اسرائیل کو سیریا کا گولان ہی چاہئے تھا، جبکہ بقیہ سیریا پر اسے کسی ایسے حلیف کی ضرورت تھی جو اسلام اور

---

1 - کتاب: سیریا کے مجرموں کی فائل (ملفات طواغیت ومجرمی سوریا)، صفحہ – ۹

2 - روٹی کا ایک ٹکڑا (کسرۃ خبز)۔ صفحہ – 17

مسلمانوں سے حقد وعداوت میں ان کے ہم خیال اور بھروسہ مند ہوں، اور سیریا کے بارڈر پر اسرائیل کے محافظ کا کام کر سکیں وہ انہیں نصیریوں کی شکل میں مل گیا۔

امریکی میگزین "ٹائم" کی گواہی:

"جون کی چھ روزہ جنگ میں سیریا پر اسرائیلی حملہ کا مقصد بعث پارٹی کی حکومت کو بچانا اور مستحکم کرنا تھا"(1)

اس جنگ کے حقائق منظر عام پر آنے کے بعد سیریا کی حکومت عالم عرب کے اندر بڑے دباؤ میں آگئی۔ نصیری حافظ الاسد کو بھلا اسکی کیا پرواہ ہوتی۔ کٹھ پتلی صدر نور الدین اتاسی اور کچھ حیا کا پاس رکھنے والوں نے حافظ الاسد کو برخواست کرنے کا مطالبہ کیا۔

حکومت میں حل وعقد پر قابض دوسرا نصیری لیڈر "صلاح جدید" نے اپنے حریف نصیری حافظ الاسد کو عظیم نصیری مفاد میں یہ کہہ کر بچالیا کہ جنگ کے نتائج کی ذمہ داری صرف وزیر دفاع پر نہیں بلکہ ہم سب پر عائد ہوتی ہے۔ اس طرح حافظ الاسد کے سارے جرائم کی پردہ پوشی کر دی گئی اور نصیری فیصلہ کن مرحلہ کیلئے تیار ہو گئے۔

1 - ٹائم میگزین، شمارہ 23، جون 1967ء بحوالہ "مسلمان اور چوتھی جنگ" (المسلمون والحرب الرابعة) زہدی فاتح، صفحہ 165 (بحوالہ سقوط الجولان)

Chapter – 5

سیریا پر نصیریوں کا مکمل قبضہ

حافظ الاسد سیریا کا حکمراں بن بیٹھا

حافظ الاسد کی بر طرفی کا مطالبہ کرنے والوں کی سادگی اور خود صلاح جدید کی اپنے حریف کی طرفداری کی صورت میں خیر سگالی کا پیغام کسی کے کام کچھ نہ آیا۔ اس جنگ کے صرف ڈیڑھ سال بعد جب حافظ الاسد نے فوج پر اپنا قبضہ پوری طرح مستحکم کر لیا، ہر حساس اور اہم عہدوں پر اپنے ہم نوا نصیریوں کی بحالی کا ٹاسک پورا کر لیا تو **16 نومبر 1970**ء کو اس نے آخری نصیری انقلاب کے ذریعہ پورے سیریا کو حیران و ششدر کر دیا۔

اس نے اپنے اس انقلاب کو "صلاح جدید اور نورالدین اتاسی کی غلطیوں کے ازالہ" کا نام دیا۔

لیکن دراصل یہ سنیوں کی ان غلطیوں کی سزا تھی جو انہوں نے اتنے دنوں تک یہ سب تماشا دیکھا اور بر وقت نہ اٹھ سکے۔ حافظ الاسد نے بلا تاخیر اپنی راہ کے ہر کانٹے کو ہٹایا۔ اس نے اپنے حریف نصیری صلاح جدید اور اسکے ڈمی صدر نور الدین اتاسی دونوں کو جیل میں ڈال دیا، جہاں وہ اپنی موت تک قید رہے۔

حافظ الاسد 06-10-1930ء کو نصیریوں کے گڑھ لاذقیہ کے قرداحہ گاؤں میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا۔ اسکا خاندانی لقب "وحشی" تھا جسے مصری صدر ناصر نے بدل کر "اسد" کر دیا۔ یہ تب کی بات ہے جب صدر ناصر کے دور میں مصر و شام کے اتحاد کے بعد حافظ الاسد شام کے فوجی دستہ میں مصر بھیجا گیا۔ جیسا کہ اس سے قبل ذکر ہوا کہ اسکا دادا سلیمان وحشی ان نصیریوں میں تھا جنہوں نے فرانس کو خط لکھ کر سیریا میں اسکے ظلم و استبداد کو بر قرار رکھنے اور سیریا کو اس وقت تک آزاد نہ کرنے کی درخواست کی تھی جب تک نصیری مسلمانوں کے مقابلہ طاقتور ہو کر اقتدار پر قابض نہ ہو جائیں۔

حافظ وحشی زمانۂ طالبعلمی سے ہی اسلام دشمن "البعث" پارٹی سے وابستہ ہوا۔ اس نے نصیریوں کیلئے فرانس کے قائم کردہ اسکول سے اپنی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اسکول کی تعلیم پوری کر کے وہ فوجی اکیڈمی سے منسلک ہو گیا اور پھر فضائیہ کے کالج میں داخلہ لیا۔ فضائیہ کی سروس کے دوران مصر ٹریننگ کیلئے بھیجا گیا۔ فوج میں عمران اور صلاح جدید کے ساتھ نصیری تسلط کا مثلث (Triangle) بناتے ہوئے 1963ء میں "بعث" پارٹی کے انقلاب کے بعد وزیر دفاع کے عہدہ پر قابض ہوا۔ وزارت دفاع کے منصب پر فائز ہو کر نصیری تسلط کا تانہ بانہ بنتے ہوئے اسرائیلی جاسوسوں بطور خاص "ایلی کوھین" سے رابطہ میں آیا اور یہیں سے 1967ء کی جنگ کی خطرناک پلاننگ کی۔ اس جنگ کے بعد جس طرح وہ اقتدار تک پہونچا اسکی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔ 1971ء میں حکومت پر قابض ہو کر اس نے انتخاب کا ڈرامہ رچا اور ۹۹ فیصد فرضی ووٹوں سے جیت کا اعلان کر کے ملک کا صدر بن بیٹھا۔

اس نے فوج کے سارے شعبوں پر نصیری قبضہ مستحکم کرتے ہوئے یوں تو متعدد فوجی دستے بنائے، لیکن اس نے نصیریوں کی ایک خاص فوج تشکیل دی جسکا نام "سرایا دفاع" دفاعی دستے رکھا جس کا سربراہ اپنے سفاک بھائی رفعت الاسد کو بنایا۔ اس وقت سے آج تک یہ دفاعی دستے نصیریوں کے دفاع میں سنیوں کو کچلنے کیلئے رونگٹے کھڑے کر دینے والے جرائم کا ارتکاب کرتے چلے آرہے ہیں۔

اسلام اور مسلمانوں کی بیخ کنی

اس وحشی نے روز اول سے اسلام کی بیخ کنی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اقتدار حاصل ہوتے ہی اس نے ملکی دستور کی تبدیلی کیلئے ایک کمیٹی بنائی جسکے ذریعہ اس نے دستور سے اسلام وشریعت کے ایک ایک شق کو مٹادیا۔ بات یہیں تک نہ رہی مسلمانوں سے پرسنل لاء پر عمل کا حق بھی چھین لیا گیا۔ نکاح وطلاق جیسے مسائل کا حل بھی اسلام میں نہیں بلکہ اس نصیری کے شیطانی دماغ کے خلیوں سے بنایا گیا۔ یہ سب دیکھ جب مسلمانوں کے صبر وضبط کا بندھن ٹوٹا تو اس شیطان نے پرسنل لاء جیسے مسائل کو وقتی طور پر ٹال دیا۔
دستور سے فارغ ہو کر اس نے تعلیم پر توجہ دی، یہاں بھی اس نے نصاب تعلیم میں اسلام کے ذکر کو ممنوع قرار دے دیا۔ رائج اصطلاحات اور ٹرمنالوجی بدل دی گئیں۔ اسلامی فتوحات کو جنگ آزادی کا نام دیا گیا۔ صلیبی جنگوں کو استعماری حملے کہا جانے لگا۔ اسلامی ذہن ومزاج رکھنے والے، دیندار قابل وباصلاحیت اساتذہ کو تعلیم سے نکال کر بے اثر اداروں اور پوسٹوں پر ٹرانسفر کر دیا گیا۔ نصیری بعث پارٹی کے طلبہ ونگ کے ذریعہ دمشق یونیورسیٹی میں "شریعہ کالج" کو بند کرنے یا کم از کم اسکی عمارت یونیورسیٹی کے احاطہ سے باہر نکالنے کا مطالبہ کروایا گیا۔
البعث پارٹی کے افسران باپردہ طالبات کے خلاف کھلے عام کاروائی کرنے لگے۔ کبھی ان کے سروں سے پردہ نوچ دیا جاتا تو کبھی انہیں تعلیم گاہوں سے نکال دیا جاتا۔ انکی اسلام دشمنی صلیبیوں اور یہودیوں سے بدتر تھی۔ وہ اسلامی تعلیمات کے زیور سے آراستہ لڑکیوں کو اغواء کرکے ان کی عصمت دری کے بعد موت کے گھاٹ اتارنے لگے(1)۔

نئی نسل میں اسلام مخالف ذہن سازی اور ان میں جنسی فساد وبگاڑ پھیلانے کی غرض سے طلباء کیمپ کا نظام قائم کیا گیا جس میں بعثی افکار کی آبیاری اور جنسی بے راہ روی کی تعلیم دی جانے لگی۔ ان کیمپوں سے گذرے بغیر کسی بھی طالب علم کیلئے ابتدائی تعلیم کے بعد اگلے مرحلہ کی تعلیم ممکن نہیں رہی۔ فوج میں نماز پڑھنے کی سختی سے ممانعت کر دی گئی۔ نماز پڑھنے والوں کو بلیک لسٹ کیا جانے لگا۔ اگر کوئی نماز پڑھتے ہوئے پایا جاتا تو اس پر شراب انڈیلی جاتی، حالت نماز میں کپڑے پھاڑ دئے جاتے اور اسے فوج سے نکال دیا جاتا(2)۔

---

1 - ملاحظہ ہو ویکیپیڈیا اخوان المسلمون، سیریا (الاخوان المسلمون والمؤامرة على سوريا) مقالہ نگار- جابر رزق

2 - حاضر العالم الاسلامی۔ ڈاکٹر علی جریشہ، ص- 206

مسلمانوں کے خلاف اقتصادی جنگ

نصیریوں کے غلبہ سے قبل ملک کی تجارت سنیوں کے ہاتھوں میں تھی، لیکن ان نصیریوں نے نیشنلائزیشن کے نام پر سنیوں کے مال وکار وبار ہتھیانے شروع کئے۔ کاشت کاری کی زمینوں کی حد ملکیت گھٹا کر لوگوں سے انکی زمینیں چھین لی گئیں۔ کارخانوں اور صنعتوں پر قبضہ کرکے انہیں حکومت کی تحویل میں لے لیا گیا۔

سیریا (شام) کے نئے قانون کے مطابق صدر کی ذات کسی بھی تنقید و نکتہ چینی سے بالاتر قرار دی گئی۔ ملکی معیشت پر حافظ وحشی کے خاندان کی اجارہ داری قائم ہوگئی۔ وحشی کا بھائی رفعت ڈرگس کے کاروبار میں ملین بلین پیسے بنانے لگا تو خود وحشی نے ملک میں تیل کے ذخائر کو اپنی ذاتی ملکیت قرار دے دیا۔ ابو مصعب السوری سیریا میں تیل کے ذخائر کے بارے میں لکھتے ہیں: امریکہ اور نصیریوں کے درمیان سیریا کے پٹرول کے ذخائر کے سلسلے میں ایک منفرد معاہدہ طے پایا کہ امریکہ سیریا میں تیل کے ذخائر میں سرمایہ کاری کے عوض 60 فیصدی حصہ کا حقدار ہوگا جبکہ وحشی نصیری 40 فیصد کا۔ سیریا پٹرول پیدا کرنے والے ممالک کی تنظیم اوپک میں شامل نہیں ہوگا اور اسکے تیل کے ذخائر صیغۂ راز میں رکھے جائینگے۔ بعض اسٹریٹیجک اقتصادی سنٹرس سے افشاء ہونے والی معلومات کے مطابق سیریا کے پاس تیل کے ذخائر سعودی عرب کے برابر ہیں(1)۔

وحشی اور اسکے خاندان سے بچ جانے والے اقتصاد کے وسائل پر نصیری فوج اور اسکی انٹیلیجنس کا قبضہ قائم ہوگیا۔ یہاں تک کہ کھانے پینے کی اشیاء کی قیمتیں آسمان کو چھونے لگیں۔ بنیادی ضرورت کی چیزیں اور ادویات مارکٹ سے غائب ہوگئیں۔ نصیری مافیا اور اسمگلرز کا دور دورہ ہوگیا۔ اس ملعون کے حکومت میں آتے ہی لوگوں پر غربت وافلاس کا جو سایہ دراز ہوا وہ اسکے مرنے کے بعد اسکے بیٹے اور نصیری مافیا کی سربراہی میں آج تک جاری ہے(2)۔

مسلمانوں کے خلاف سیاسی بندشیں

حافظ الاسد (وحشی) نے اقتدار میں آتے ہی ملک میں ہر طرح کی سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کردی۔ صرف بعث پارٹی جو اب نصیری بعث پارٹی تھی اسے سارے سیاسی حقوق دیئے گئے۔ مسلمانوں کی طرف سے اٹھنے والی ہر کوشش کو شرپسندی اور ملک کے خلاف بغاوت کے نام پر کچل دیا گیا۔ اخوان المسلمون کو دیش دروہی قرار دیکر اسکے خلاف ملک بھر میں کریک ڈاؤن کیا گیا۔ ملک میں ایمرجنسی قوانین نافذ کردئے گئے جو حالیہ انقلاب تک جاری ہے۔ اس قانون کے تحت حاکم وقت کو یہ حق دیا گیا کہ وہ سیریا میں کسی بھی شہری، اس سرزمین

1- اهل السنة فی الشام فی مواجهة النصيرية والصليبية واليهود، الباب الرابع، فقره - ۳

2 -تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: الفساد فی سوريا حقائق وارقام، تاليف: ڈاکٹر بشیر زین العابدین

پر رہنے والے یا گذرنے والے کی آزادی سلب کر کے اسے زنداں کے حوالہ کر دے، جس کی مدت ۳۰سال تک ہو سکتی تھی۔ اسے یہ حق دیا گیا کہ وہ کسی بھی شخص کے مال و جائداد کو قرق کر کے اسے نیشنالیٹی سے محروم کر دے۔ بعث پارٹی کی جوان لڑکیاں سڑکوں پر باپردہ مسلم لڑکیوں کے پردے نوچنے لگیں۔ دمشق میں خود ساختہ دھماکے کروا کر اسکی آڑ میں مسلمانوں کو گرفتار کیا جانے لگا۔ خود حافظ وحشی کے قتل کا ڈرامہ رچا گیا اور سنیوں کے پڑھے لکھے طبقہ کی ایک بڑی تعداد یا تو قتل کی گئی یا پھر زنداں میں ڈال دی گئی۔ انہیں جیلوں میں نت نئی اذیتیں دی گئیں۔ ان اذیتوں کی داستانوں پر مشتمل بہت ساری کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان کی جیلوں سے بچکر نکلنے والوں کی آپ بیتی اتنی ہولناک ہے کہ عام آدمی اسے پڑھنے کی تاب نہیں لا سکتا۔ سیریا میں ظلم و بربریت کی ان تاریک راتوں میں مزاحمت کی ہر کوشش کو اس بے دردی سے کچلا گیا کہ تاریخ انسانی میں اسکی مثالیں خال خال ہی پائی جاتی ہیں۔

1978ء سے 1982ء کے درمیان سیریا میں اس طاغوت کے خلاف جہاد کا علم اٹھانے والوں میں سب سے پہلا نام شیخ مروان حدید کا آتا ہے، جنہوں نے 1975ء میں شہر حماۃ سے جہاد کا اعلان کیا اور نصیری جیلوں میں اذیت جھیل کر 1976ء میں نصیریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ شیخ مروان کا جہاد ان کا اپنا فیصلہ تھا، لیکن انکی تحریک کی سزا ملک کی پوری سنی آبادی کو دی گئی۔ اس مدت میں اس مجرم نظام نے حلب، حماۃ، جسر الشغور اور دمشق جیسے بڑے شہروں سے چن چن کر تعلیم یافتہ سنی جوانوں، ملک کی سربر آوردہ سیاسی و سماجی شخصیات کا قتل کیا یا پھر انہیں گرفتار کر لیا گیا۔

جرائم کے چند نمونے

یوں تو اس مجرم انسانیت اور دشمن اسلام نظام کا ہر دن انسانیت کے دامن کو تار تار کرتا رہا، البتہ یہاں چند شخصی اور اجتماعی حادثات کا ذکر ڈاکٹر علی جریشہ کی کتاب "حاضر العالم الاسلامی" اور امیہ ریسرچ سنٹر سے شائع کتاب "سیریا تاریخ وثورہ" سے کرنا جرائم اور حیوانیت کی عکاسی کیلئے موزوں ہو گا:

1) شہید مصطفی عبود :

ایک جوان ڈاکٹر، جو مغربی جرمنی سے میڈیکل کر کے سیریا کے مشہور شہر "حلب" میں پریکٹس کرنے لگے۔ پولیس ایک دن انہیں مریضوں کا علاج کرتے ہوئے گرفتار کرنے پہونچی۔ انہوں نے مزاحمت کی تو وہ ان پر ٹوٹ پڑے۔ انہیں اس حال میں انکے مریضوں کے سامنے اوپر کی منزل سے پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لائے کہ سیڑھیوں پر انکا سر پٹکا تا رہا۔ جیل میں اذیت کے دوران سینہ کی تین پسلیاں داہنی سائڈ سے توڑی گئیں، پھر بایاں پاؤں توڑا اور داہنا ہاتھ مفلوج کر دیا گیا۔ ایک مضحکہ خیز مقدمہ چلا کر پھانسی کا فیصلہ سنایا گیا۔ سزاؤں کی تاب نہ لا کر وہ پہلے ہی دم توڑ چکے تھے، انکی لاش کو پھانسی سے لٹکا دیا گیا۔

2) حسن محمد حسین

اٹومیک سائنٹسٹ ملکی بلکہ عالمی سطح پر ایسی شخصیات کو چراغ لیکر ڈھونڈا جائے تو نایاب ہوں۔ ان مجرموں نے ایسے لوگوں کو بھی نہ بخشا۔ تعلیم یافتہ سنی طبقہ ان مجرموں کے خاص نشانہ پر تھا، حلب یونیورسیٹی کے اساتذہ وطلباء احتجاج کرتے رہ گئے، کسی کی ایک نہ سنی گئی۔ جیل میں دردناک سزائیں دیکر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

3) غفران انیس اور مسلمان لڑکیاں

غفران انیس ایک داعیہ جس نے دعوت اسلامی کے میدان کو چنا، اپنے اس جرم میں نصیریوں کے ہاتھوں اغوا ہوئی۔ عصمت دری کے بعد اسکی لاش دمشق ایرپورٹ روڈ پر پڑی ہوئی ملی۔ اسکی بہن جو ایک اسکول میں اسٹوڈنٹ تھی اسکے ساتھ بھی انہوں وہی عمل کیا۔ مسلمان لڑکیوں کے ساتھ انکے مظالم کی نوعیت کو سمجھنے کیلیئے ایک مسلم قیدی لڑکی کی داستان کافی ہوگی جو کویت کے اخبار "انباء" 20-08-1980ء کے شمارے میں چھپا۔ اس قیدی لڑکی نے اپنی ماں کو خط میں اپنے اوپر بیتنے والے مظالم کو بیان کرتے ہوئے لکھا:

اسے قید میں دو لوگوں نے بھیر بکریوں کی طرح پکڑا اور تیسرے نے اسے لاتوں سے اتنا مارا کہ وہ لہولہان ہوگئی۔ آج مارکٹ میں ایسی بہت ساری کتابیں موجود ہیں جو انکی جیلوں میں مسلمانوں پر ہورہے مظالم کو بے نقاب کرتی ہیں۔ ان میں ۱۱ سال بعد نصیری جیلوں سے رہا ہونے والے سلیم حماد، ۹ سال بعد رہا ہونے والی یونیورسیٹی اسٹوڈنٹ ھبہ دباغ، مصطفی خلیفہ کے نام سے کتاب لکھنے والا سیرین عیسائی شہری جو غلطی سے اخوان سے تعلق کے شبہ میں گرفتار کیا گیا، اردنی شہری انجنیر سلیمان ابو الخیر، ان سبھوں کی کتابیں حافظ وحشی نصیری کی جیلوں میں مسلمانوں پر ہونے والی اذیتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے بتاتی ہیں کہ کس طرح ان جیلوں میں بلاتمیز مرد وزن سبھوں کو الکٹرک جھٹکے، پاؤں سے الٹا لٹکا کر پلاسٹک سے چہرہ بند کرکے بے رحمی کے ساتھ پٹائی اور نت نئی جسمانی اذیتیں دی جاتی جس سے نجات کا راستہ موت کی آغوش ہی ہوتی۔ انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اسلام اور ایمان کی حفاظت کی پاداش میں بے شمار لوگوں کو ان جیلوں میں موت کے گھاٹ اترتے دیکھا(1)۔

1- مذکورہ بالا سارے واقعات کی تفصیل کیلیئے ملاحظہ ہو "حاضر العالم الاسلامی" ص- 194 – 211 اور "سوریا تاریخ وثورۃ" باب- فترۃ حکم الاسد، پیراگراف- ب

مسلم قیادت کا صفایا

سیریا میں مسلمانوں کو کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ نقصان پہونچانے کیلئے انہوں نے مسلم قیادت کو ایک ایک کے بجائے گروپ میں قتل کرنا شروع کیا اور یوں وہ ملک کی سنی آبادی کا سیاسی و معاشی اور سماجی طور پر گلا گھونٹنے میں بہت جلد کامیاب ہو گئے، "تدمر" جیل کا قتل عام اسکی بین مثال ہے۔

"تدمر" جیل میں علماء، مسلمانوں کے تعلیم یافتہ اور دانش ور طبقہ کے قتل عام کا واقعہ 26-06-1980ء کو حافظ وحشی پر خود ساختہ قاتلانہ حملہ کا ڈرامہ اسٹیج کرنے کے بعد انجام دیا گیا۔ اس جھوٹے ڈرامہ کے دوسرے دن حافظ وحشی کا بھائی "رفعت الاسد" جو اس وقت مسلمانوں کی خونریزی میں سفاکی کی نئی تاریخ رقم کر رہا تھا اپنے بدنام زمانہ "سرایا دفاع" اور اسپیشل فورس کے دستوں کے ساتھ ۱۲ ہیلی کوپٹر میں تدمر کے صحراء میں قائم جیل پہونچا۔ اس جیل میں سیریا کے ہزاروں چنندہ تعلیم یافتہ ملت کے مستقبل کی امید اور فعال قیادت کے ارکان قید میں رکھے گئے تھے۔ ان مجرموں نے ان سبھوں کو جمع کر کے ایک ساتھ ان پر گولیوں کی بوچھار کر دی۔ یوں دیکھتے دیکھتے 1850 قیمتی جانیں خاک وخون میں لت پت ہو گئیں۔ پورے سیریا میں سنیوں کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ ان شہداء کی لاش ایک گڑھے میں اس طرح پھینکی گئی کہ شہیدوں کی لاشوں کے ساتھ زندگی کی رمق رکھنے والے زخمیوں کو بھی زندہ درگور کر دیا گیا۔

مسلم لیڈر شپ اور تعلیم یافتہ طبقہ کو اپنی درندگی کا نشانہ بنانے کے بعد ان کیلئے عام مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانا اور بھی آسان ہو گیا۔ ان نصیریوں کے سینوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف حقد وعداوت کی آگ مسلمانوں کو تعلیمی وسیاسی سطح پر برباد کرنے پر بھی نہ ٹھنڈی ہو سکی۔ نہ معلوم کیسی پیاس تھی جو بجھائے نہ بجھتی تھی۔ شہروں شہروں، قریہ قریہ شیطنت رقص کناں تھی۔ معصوم بچوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی اور کلیوں کی مانند کمسن بچیوں کو درندگی کا نشانہ بنایا گیا۔ اگر کسی شہر میں کوئی آواز اٹھی تو اسکے مقدر میں تاراجی لکھ دی گئی۔ اسی عالم اضطراب میں ۱۰ مارچ ۱۹۸۰ء کو سیریا کے ایک شہر "جسر الشغور" نے اٹھنے کی کوشش کی۔ باشندگان نے بربریت کی علمبردار حکومت کے خلاف مظاہرہ کی جسارت کی تو اسکے سامنے جنگ کا سماں پیدا کر دیا گیا۔ شہر کی پہاڑیوں پر توپیں نصب کر دی گئیں۔ جنگی ہیلی کوپٹروں نے اوپر سے آگ برسائے، نیچے ٹینکوں نے گولہ باری شروع کر دی، چہار جانب سے شہر پر میزائلوں کی بارش ہو گئی۔ سینکڑوں شہید ہوئے، لاتعداد زخمی تڑپتے ہوئے گرفتار کئے گئے۔ بے شمار مکانات و دکانیں جلا دی گئیں۔ ڈاکٹر علی جریشہ اس شہر میں وحشی کی فوجوں کی حیوانیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک بچہ جسکی عمر 6 مہینہ تھی اپنی ماں کی آنکھوں کے سامنے دو ٹکڑے کر دیا گیا۔ ایک دوسرا بچہ جسے بچانے کیلئے اسکی ماں نے دوڑ کر اسے ڈھانپ لیا تو ان وحشیوں کی گولیاں اس ماں کو چھلنی کر گئیں(1)۔

ان کے جرائم کی داستان کو بیان کرنے کیلئے ایک کتاب درکار ہے۔ یہاں ہم اختصار کے ساتھ اور بطور نمونہ وسط سریا میں واقع شہر "حماۃ" کے قتل عام کا ذکر کرنے پر اکتفا کرینگے جو مسلمانوں کے سروں پر ٹوٹنے والی مصیبتوں کو سمجھنے کیلئے کافی ہو گا۔ دور جدید میں اس قتل عام کو چھپانے کی کوشش امریکہ و یورپ اور انکے اشاروں پر عرب ممالک نے بھی کی، اسلام دشمن طاقتوں کی لاکھ جتن کے باوجود حماۃ کا قتل عام سیریا کی موڈرن تاریخ میں ظلم و بربریت کی بدترین مثال بن گیا۔

شہر حماۃ کا قتل عام

حافظ وحشی کی فوج کشی کے بعد حماۃ میں تباہی کا ایک منظر

2 فروری 1982ء کو یہ قتل عام اس وقت 7 لاکھ کی آبادی والے شہر میں ناقابل بیان انداز میں شروع ہوا۔ جیسے کسی دشمن ملک پر حملہ ہو۔ فوج کے ہر دستے نے حصہ لیا۔ 27 روز تک اس شہر میں مسلمان مرد و عورت، بوڑھے، بچوں کا قتل عام جاری رہا۔ یہ شہر اپنی حمیت دینی اور غیرت ایمانی کیلئے سیریا کا مشہور شہر تھا۔ اپنے اسی جرم کی سزا میں اسے نصیری فوج نے خطرناک ہتھیاروں اور بھاری جنگی آلات کے ساتھ گھیر لیا۔ ٹینکوں، میزائلوں، فضائی و بری حملوں میں زندگی کی حرارت سے لبریز یہ شہر قبرستان کا سماں پیش کرنے لگا۔

نصیریوں نے پورے شہر کو روند ڈالا۔ 40 ہزار افراد بے رحمی اور قساوت قلبی سے موت کے گھاٹ اتار دئے گئے۔ جانی و مالی نقصان کا انوکھا طریقہ اختیار کیا گیا، لوگوں کو انکی دکانوں میں شٹر بند کر کے آگ کی نذر کر دیا گیا اس طرح جان و مال دونوں ایک ساتھ جلا دئے گئے۔

گھروں میں مردوں کے سامنے عورتوں کی عصمت دری کی گئی اور عورتوں کے سامنے مردوں کو بے بسی کی حالت میں موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ بچیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرنے کے بعد انہیں موت کی نیند سلا دیا جاتا۔ وسط سیریا میں اس بڑے اور تاریخی شہر میں مہینہ بھر قتل عام کا مقصد سیریا کے مسلمانوں کے اندر زندگی کی ہر امید کو کچل دینا تھا۔

---

1 - حاضر العالم الاسلامی، ص - ۲۰۹

اس فوجی درندگی میں جس طرح عورتوں اور بچیوں کی عفت وعصمت کو تار تار کیا گیا وہ انسانوں کی حیوانی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ پوری دنیا خاموش تھی، امت مسلمہ کو سیریا میں مسلمانوں پر گذرنے والے ان مصائب کی خبر بھی نہ ہوئی۔ جب سب کچھ لٹ گیا تو اس بربادی پر کوئی ماتم کرنے والا بھی نہ تھا۔

عالمی میڈیا کے سنسر شپ کے باوجود قتل عام کی کچھ تصویریں جو منظر عام پر آ گئیں

بات سیریا تک ہی نہ رہی

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ لبنان، اردن اور فلسطین سیریا کے ساتھ مل کر بلاد شام کہلاتے تھے۔ اوپر یہ بیان بھی گذر چکا ہے کہ کس طرح صلیبی طاقتوں نے بلاد شام کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے چار الگ ملکوں میں تقسیم کر دیا۔ اردن غدار ملت شریف حسین کی اولادوں کے حصہ میں آیا۔ فلسطین یہودیوں کو دیا گیا، تو سیریا نصیری شیعوں کو اور لبنان صلیبی حملوں میں آکر بسنے والے عیسائی "موارنہ" کو شیعی شراکت میں سونپ دیا گیا۔

1967ء کی جنگ کے بعد فلسطین کے لٹے پٹے مسلمان کچھ اردن تو کچھ لبنان میں پناہ گزیں ہوئے۔ ان فلسطینیوں کے پاس کھونے کیلئے کچھ نہ بچا تھا۔ ان کے سامنے ان کی زمین پر یہودی قابض تھے، تو ان کی عظیم وراثت مسجد اقصی یہودیوں کے ناپاک قبضہ سے آزادی کیلئے انہیں آواز دے رہی تھی۔ فلسطینی لبنان میں کچھ مسلم ممالک سے ملنے والی چھوٹی چھوٹی امدادوں کو واجبی ہتھیار اور ٹریننگ پر خرچ کر کے اسرائیل کیلئے ایک چیلنج کھڑا کرنے میں مصروف ہو گئے۔ فلسطینیوں کے یہ عزائم جہاں اسرائیل کو بے چین کر رہے تھے وہیں لبنان کے اندر عیسائی اور شیعی طاقتوں کیلئے یہ سب کچھ ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔ ایسے میں صلیبی دنیا کا نیا سربراہ امریکہ اور صہیونی ریاست اسرائیل نے حافظ وحشی کو اس مہم کیلئے منتخب کیا کہ وہ فلسطینیوں کی ابھرتی ہوئی طاقت کو تناور ہونے سے پہلے ہی کچل ڈالے۔ شیعیت کے تقیہ کا پروردہ حافظ وحشی جو عوام اور میڈیا میں اسرائیل اور امریکہ کے خلاف بیان بازی کرتے نہیں تھکتا تھا، درپردہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہود و صلیب کی مشترکہ جنگ میں نصیریت اور شیعیت کا ہیرو بن کر سامنے آیا۔

لبنان میں مسلمانوں کے خلاف یہودی، صلیبی اور شیعی اتحاد

لبنان کے صلیبی عیسائیوں (جنہیں "موارنہ" کہا جاتا ہے) کو فلسطینیوں کی ابھرتی ہوئی طاقت ایک آنکھ نہ بھائی۔ لبنان میں موجود دوسرا باطنی فرقہ دروز بھی تھا جو عیسائیوں کے مقابلہ لبنان میں اپنی بالادستی کیلئے کوشاں تھا، چنانچہ فلسطینی، موارنہ اور دروز اختلافات خانہ جنگی میں

بدل گئے۔ فلسطینیوں نے دروز کے ساتھ اتحاد بنا کر عیسائیوں کو سخت ٹکر دی۔ عیسائی اپنے علاقوں میں محصور ہوگئے۔ ان گروہوں کی باہمی خانہ جنگی اس حد تک پہونچی کہ لبنان دھماکوں، جنگ وجدال میں پوری دنیا میں ضرب المثل بن گیا۔

فلسطینی اور بائیں بازو کی قوتیں عیسائیوں کی چیرہ دستیوں کا منہ توڑ جواب دے رہی تھیں۔ انہوں نے صلیبیوں کی اولاد موارنہ کو انکے علاقوں میں حصار میں لیا ہوا تھا۔ عیسائی کمزور دفاعی پوزیشن میں پہونچ چکے تھے۔ امریکہ و اسرائیل کیلئے یہ صورتحال ناقابل قبول تھی۔ لیکن وہ اس وقت عیسائیوں کی مدد کیلئے لبنان میں گھسنے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتے تھے۔ سو انہوں نے فلسطینیوں کی کمر توڑنے کیلئے اپنے مشترکہ دوست حافظ وحشی کو گرین سگنل دیا جسکے پاس سیریا میں مسلمانوں کو تباہ کرنے کا کامیاب تجربہ تھا۔ وحشی کا انگریز دوست "پیٹرک سیل Patrick Seale" اسکی سیرت پر اپنی کتاب میں لکھتا ہے :

1 جون 1976ء کو سیرین فوج اور ٹینکوں کے قافلے سیریا میں داخل ہوگئے۔ انہوں نے پہونچتے ہی عیسائی علاقوں پر فلسطینوں اور بائیں بازو (دروز) کے حصار کو توڑا۔ جون کے اخیر تک حافظ کی فوجوں نے میدان عیسائیوں کے حق میں کر دیا۔ سیرین فوج نے فلسطینوں کو بری وبحری ہر چہار جانب سے گھیر لیا۔ فلسطینوں کے دو تہائی علاقے سیریا کے کنٹرول میں آگئے۔ جنگ کا پانسہ پلٹ چکا تھا۔ فلسطینوں کے گڑھ "تل الزعتر" میں 52 دنوں کے بے رحم حصار کے بعد عیسائی ملیشیا کو کھلی چھوٹ دے دی گئی۔ عیسائیوں نے فلسطینیوں کو بھیر بکریوں کی طرح ذبح کیا۔ تل الزعتر کا قتل عام آنے والے دنوں (۱۹۸۲ء) میں لبنان پر اسرائیلی حملہ اور فلسطینیوں کے قتل عام کا ٹریلر تھا(1)۔

جون 1976ء کو لبنان میں گھس پیٹھ کرنے والا مسلمانوں کے خون کا پیاسا درندہ تین دہائیوں تک لبنان میں سنیوں کے سینوں پر مسلط رہا۔ اسی دوران ۱۹۸۲ء میں اسرائیل اسکی موجودگی میں لبنان میں گھس آیا۔ اسرائیل نے لبنان میں فلسطینوں اور سنیوں کے خلاف وہی طریقہ اختیار کیا جسکی نظیر اس وحشی نے قائم کی تھی۔ یہودیوں کی سرپرستی میں صلیبی عیسائیوں (موارنہ) کے ذریعہ تاریخ بشری کا وہ بھیانک قتل عام ہوا کہ انسانیت روسیاہ ہوگئی۔

عورتوں کی چھاتیاں کاٹ ڈالی گئیں۔ چھوٹی چھوٹی بچیوں کے ساتھ عصمت دری کی گئی۔ بچے دودھ تو کیا پانی کی بوند بوند کو تڑپ کر دم توڑ گئے۔ انسانی لاشوں کا بکھرا ہوا منظر، عورتوں کی برہنہ لاشیں، ٹرکوں میں بھر کر جوانوں کا قتل عام، بوڑھوں کے ساتھ شیر خوار بچوں کے کچلے ہوئے سر، یہ وہ مناظر تھے کہ مغرب کے صحافیوں کی زندگی کا ڈراؤنا خواب بن گئے، مشہور برطانوی صحافی ومصنف روبرٹ فیسک جو ان مناظر کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتا ہے، ہفتوں ابکائیاں کرتا رہا۔ سڑی ہوئی لاشوں کا تعفن اسکے کپڑوں میں ایسا بسا کہ اسکا ملازم اس کے لباس کو دھو نہیں پایا۔ اسکی ناک سے بدبو جاتے نہیں جاتی تھی ۔ ان حادثات نے اسے بہت دنوں تک بے خوابی کا شکار

1 - بحوالہ "المخیمات الفلسطینیہ" محمد سرور زین العابدین، ص ۲۰۰ سے ۲۰۰۳

بنادیا(1)۔ روبرٹ فیسک اور اسکے ساتھ دوسرے ممالک کے دو اور صحافیوں نے حیوانیت کی جو تصویر کھینچی ہے اسے کمزور دل لوگ پڑھنے کی تاب نہیں لاسکتے۔ اس ارض مقدس پر جو خوشحال مسلمانوں اور انکے خود ساختہ حکمرانوں سے چہار جانب سے گھری ہوئی تھی امت مسلمہ پر ایسی مصیبتیں گذریں کہ اس پر عام حالات میں یقین نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہ تو غیروں کی شہادتیں ہیں جنکا انکار اپنوں اور غیروں کسی کیلئے ممکن نہیں۔

سارے اتحادیوں نے اپنی اپنی پاری کھیلی

بلاد شام میں اعدائے اسلام نے مسلمانوں کے قتل عام، اقتدار سے بے دخلی، بلکہ انہیں انکے گھر بار سے نکالنے کی جو منصوبہ بندی کی تھی اس میں 1917ء سے شروع ہونے والا دور صلیبی برطانیہ اور فرانس کا تھا اور انکے قدم بہ قدم یہود انکے ساتھ تھے۔ صلیبیوں کے پردہ میں جانے کے بعد عملی طور پر پورے میدان کو سنبھالنا اکیلے یہودیوں کے بس کی بات نہ تھی۔ اسی لئے صلیبیوں نے اپنے تاریخی پارٹنر شیعوں کو ان کی مدد کیلئے ایک بڑا رول دیا۔ یہ عمل گرچہ تیل کی دولت سے مالا مال عربوں کے علاقے "احواز" (جو آج ایران کے قبضہ میں ہے) پر برطانوی تعاون کی بدولت 1925ء میں ایران کے قبضہ سے شروع ہوتا ہے اور سیریا پر دوسرے شیعی فرقہ نصیریوں کو اقتدار تک پہونچا کر اپنے عروج کو پہونچتا ہے۔

لیکن لبنان میں نئے یہودی اور صلیبی بیس پر بھی شیعوں کو بڑا حصہ دیا گیا۔ ایران کے رضا شاہ پہلوی نے اس مقصد کیلئے ایک بڑے ایرانی پیشوا خاندان کے شیعی عالم "موسی الصدر" کو لبنان کے اندر شیعوں کو متحد اور مسلح کرنے کیلئے بھیجا۔ موسی الصدر نے شیعوں کی اپنی ایک فوج "امل" کے نام سے بنائی۔ فلسطینیوں نے شیعہ سنی بھائی بھائی کے پر فریب نعروں کا شکار ہو کر انہیں حالت مسکنت سے نکلنے میں مدد دی، انہیں طاقتور بنا کر ایک فوجی قوت میں بدل دیا۔ جب بھی مسلمانوں نے اپنی تاریخ کو فراموش کیا ہے، اپنے اسلاف کی نصیحتوں کی سنی ان سنی کی ہے تو ان کا انجام وہی ہوا ہے جو فلسطینیوں کا شیعوں کے ہاتھوں لبنان میں ہوا۔

---

1 - محمد سرور زین العابدین نے برطانوی صحافی روبرٹ فیسک Robert Fisk کی کتاب "ویلات وطن" The scourge of the nation Middle East conflict and the war in Lebanon .. سے پوری حکایت اپنی کتاب "المخیمات الفلسطینیہ" میں صفحہ 130–165 تک تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے۔ روبرٹ فیسک، برٹش صحافی جو British newspaper The Independent کیلئے میڈل ایسٹ کے نمائندہ طور پر آج بھی بیروت میں مقیم ہے اور میڈل ایسٹ کے ہر ایشو پر کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا ہے۔ کبھی کبھی انصاف کرتے ہوئے جرأت کے ساتھ اظہار خیال کرتا ہے۔ واضح رہے کہ اسکی یہ کتاب The scourge of the nation انٹرنٹ سے بآسانی ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہے۔

شیعوں نے مسلمانوں کے قتل عام کی پاری کس طرح کھیلی؟

جب موسی الصدر نے لبنان میں زمین پوری طرح ہموار کرلی تو لبنان میں موجود حافظ وحشی کی فوجی طاقت کے سہارے موسی الصدر کی شیعہ ملیشیا "امل" نے ۱۹۸۵ء میں فلسطینیوں کے خلاف بھیانک قتل عام کی نئی تاریخ رقم کی۔ یہودیوں، عیسائیوں کے ہاتھوں پہلے ہی ٹوٹے ہوئے فلسطینیوں کے اندر اس گھاتک وار کو برداشت کرنے کی مزید سکت نہ رہی۔ ایک بار پھر وہی قتل عام، عورتوں بچوں کا وہی انجام جو حافظ الاسد اور اسرائیل کے ہاتھوں ہوا تھا۔ بالآخر فلسطینی لبنان میں افلاس کے کگار پر پہونچ گئے۔ آزادئ فلسطین کی تحریک کی ساری قیادت لبنان سے بے دخل کردی گئی۔ یاسر عرفات پہلے ہی حافظ الاسد کے مکر وفریب کے بھینٹ چڑھ چکے تھے، دربدر بھٹکنے پر مجبور تھے۔ لبنان پوری طرح صلیبی عیسائیوں کے تسلط میں آگیا۔ 1985ء میں شیعوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل عام کی ایک جھلک پیش کرنا اسلئے بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ اگر کسی ذہن میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صلیبی، یہودی اور شیعی اتحاد پر کوئی شائبہ ہو تو وہ چشم بینا سے ان حقائق پر ایک نظر ڈالے اور خود ہی فیصلہ کرلے۔

ماضی میں لبنان کے اندر اسرائیلی اور عیسائی قتل عام کی صحیح تصویریں عام لوگوں تک اس لئے پہونچ گئیں کہ میڈیا کو ایک حد تک آزادی تھی۔ کم از کم مغربی میڈیا کو قاتلوں کی ٹولی بھی ہاتھ لگانے کی ہمت نہیں کرتی تھی۔ لیکن مسلمانوں کے اس قتل عام کی خاص بات یہ تھی کہ عرب سمیت مغربی میڈیا پر سخت پہرہ لگا دیا گیا۔ اور انکے سفیروں کو بلاکر دھمکی بھی دی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی صحافی اس بربریت کی رپورٹ کرنے کی جرأت نہیں کرسکا۔

اس شیعی میڈیا سنسرشپ کی رپورٹ کرتے ہوئے فرنچ نیوز ایجنسی AFP کہتی ہے:

فلسطینیوں کے مشہور کیمپ صبرا پر قبضہ کے بعد (فوج اور شیعہ ملیشیا امل) کے کارندے ہر ۱۰ اور ۲۰ میٹر پر پھیل گئے، اور جنونی کیفیت میں صحافیوں اور فوٹو گرافروں کو تصویریں لینے سے روکنے لگے(1)۔

ہیرالڈ ٹریبون Herald Tribune کے نمائندہ نے کہا مقتولین کی حقیقی تعداد کا علم بہت مشکل ہے(2)۔

اس سب کے باوجود نصیری اور ایرانی سربراہی میں انجام دی گئی شیعی بربریت کی جو خبریں اور تصویریں منظر عام پر آئیں اس نے یہودی وعیسائی حیوانیت کو بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ اٹلی کا سب سے بڑا اخبار la Repubblica اپنے 25-07-1985ء کے نشریہ میں کہتا ہے:

---

1 - AFP 06-06-1985 بحوالہ "الشیعة فی لبنان، حرکة امل نموذجا – لبنان کے شیعہ، امل تحریک کے پس منظر میں"، ص - ۲۱۸، محمد سرور زین العابدین

2 - سابق حوالہ Herald Tribune مؤرخہ 26-6-1985ء

ایک فلسطینی معذور جو کئی سالوں سے چل بھی نہیں سکتا تھا، شاتیلا کیمپ میں امل ملیشیا کے درندوں کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر رحم کی بھیک مانگنے لگا .... جواب میں وہ گولیوں سے بھون دیا گیا۔ اخبار کہتا ہے کہ اس سے بڑھ کر حیوانیت کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے(1)؟

گھروں اور گلیوں میں مسلمانوں پر کیا بیتی اسکی تفصیل کیونکر بیان ہو، پناہ گاہوں میں چھپے ہوئے بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو بمباری میں جس بے رحمی سے مارا گیا وہ اسلام کے دعویداروں کا عمل ہر گز نہیں ہو سکتا۔ اس وقت مسلمانوں پر ٹوٹنے والی قیامت کی ایک جھلک دیکھنی ہو تو اس وقت کویت نیوز ایجنسی کی رپورٹ دیکھیں: فلسطینیوں کے صبرا کیمپ میں ۲۵ لڑکیوں کی اجتماعی آبروریزی، کھلے عام پورے کیمپ کے سامنے کی گئی(2)۔

فرانس کے ایک صحافی کی چشم دید گواہی

شیعہ ملیشیا امل کے ذریعہ کھیلے گئے حیوانیت کے ننگے ناچ کو یوں تو بہت سارے عرب ذرائع نے تفصیل سے بیان کیا۔ متعدد غیر ملکی صحافیوں نے اس سانحہ پر اپنی رپورٹ تیار کی اور ڈائری بھی لکھی۔ ان غیر ملکی صحافیوں میں فرانس کے "بیار فردیہ" کی رپورٹ ہمارے سامنے ہے۔ بیار جو قیامت زدہ فلسطینی علاقوں صبرا و شاتیلا اور برج البراجنہ کے گرد اس امید میں چکر لگا تا رہا کہ اسے کسی طرح اندر گھسنے کا موقع مل جائے اور وہ اندر ٹوٹنے والی قیامت کی ایک جھلک دنیا والوں کو دکھلا کر اپنے صحافتی کیریر میں ان بھیانک لمحات کا مؤرخ بن جائے۔ امل شیعہ کے ایک اسلحہ بردار کے ساتھ اپنی گفتگو اور اس وقت کے مناظر کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"فلسطینوں کو ہزیمت سے دوچار کرنے کیلیے ہمیں کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ 24 گھنٹوں کے اندر ہم ان کا صفایا کر دینگے" یہ بات فلسطینی علاقوں پر حملہ کے دوسرے دن کی ہے۔ "امل ملیشیا" کا یہ فوجی بڑے پر اعتماد لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ہم فلسطینیوں کا صفایا کر کے ہی دم لیں گے۔ مگر اس ٹینک کا شور جو برج البراجنہ کی ایک سڑک پر ہمارے قریب ہی حرکت میں تھا اس گفتگو کو دشوار بنائے دے رہا تھا۔ یہ ٹینک بلا تمیز گھروں کے پیچ تنگ گلیوں پر مسلسل بمباری کئے جا رہا تھا۔ فلسطینی علاقے صرف 100 میٹر کی دوری پر تھے پھر بھی ہم وہاں تک نہیں پہونچ سکتے تھے، اس لئے کہ علاقہ کی مکمل ناکہ بندی اور گھراؤ شروع ہو چکا تھا۔

برج البراجنہ کے جنوبی گیٹ پر دو الگ ٹینک گولہ باری کر رہے تھے۔ اور اندر سے دھماکہ کی آوازیں آرہی تھیں۔ لبنانی فوج کیمپ کے باہر کا محاذ سنبھالے تھی اور شیعہ امل ملیشیا اندر قہر ڈھا رہی تھی (بالکل ۱۹۸۲ء والی صورتحال جب انہیں کیمپوں میں اسرائیلی باہر سے محاذ

---

1 - سابق حوالہ

2- الوطن اخبار، 03-06-1985ء بحوالہ "الشیعة فی لبنان — لبنان کے شیعہ" ص - ۲۲۹۔

سنبھالے ہوئے تھے اور عیسائی ملیشیا اندر قہر ڈھا رہی تھی)۔ انہوں نے ہم سے کہا: واپس جاؤ کل تم ان فلسطینی کولونیوں میں جانا، بس ایک گھر بچ گیا ہے آج ہم اسے ڈھانے کا کام مکمل کر لیں۔

دو دن کے بعد ان کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔ ہم ان سے کوئی بات نہیں کر سکتے تھے، ہمیں فوراً ہی لوٹ جانے کو کہا گیا۔ ہم نے تھوڑی ضد کی، چند میٹر اندر تک گئے۔ ہر چہار سو جلتے گھروں کا دھواں فضا کو تاریک اور ہیبت ناک بنا رہا تھا۔ ہمیں مجبوراً لوٹنا پڑا۔ ہم سکتہ میں رہ گئے، امل کا ایک جنگجو دوڑتے ہوئے ہماری طرف بڑھا اور ہمارے سروں کے اوپر ہوا میں فائرنگ کی۔ پیغام صاف تھا کہ ہم کولونیوں کے اندر نہیں جا سکتے۔

24 گھنٹوں کے اندر پورا بیروت فلسطینوں کیلئے لینڈ مائن بن چکا تھا۔ ہر چہار سو "امل" کے جنگجوؤں نے چیک پوسٹ بنا رکھے تھے، جس سے کسی فلسطینی کا بچ کر نکل جانا امر محال تھا۔ انسانی بنیادوں پر کام کرنے والی تنظیموں کیلئے کام کرنا دشوار تھا۔ ہاسپیٹل جانے والے سارے راستوں پر امل کے کارندوں کا پہرہ تھا۔ ڈاکٹروں کو زخمیوں کے علاج سے روک دیا گیا، ہاسپیٹل میں موجود زخمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔

ہم نے پھر صبرا و شاتیلا میں گھسنے کی کوشش کی، لیکن بے سود۔ ہماری نظر کچھ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں پر پڑی جو اپنی گٹھریاں اٹھائے بھاگے چلے آرہے تھے۔ روتی ہانپتی ایک عورت کہہ رہی تھی، وہ گھروں کے ملبوں میں لاشوں کو دبا رہے ہیں۔ وہ لاشوں کو جلا رہے ہیں، میں نے سڑکوں پر ہر طرف لاشیں بکھری ہوئی دیکھی ہے۔ گذشتہ دنوں گشت کرنے والی افواہوں کی صداقت کھل کر سامنے آرہی تھی، شیعہ فلسطینوں کا نسلی صفایا کرنا چاہتے ہیں۔ پناہ گزیں کیمپ میں غزہ ہاسپیٹل کی ایک نرس اپنے اوپر بیتی بیان کرتے ہوئے یوں گویا ہوئی: وہ ہاسپیٹل میں گھسے، ہم سبھوں کو ہاتھ اوپر اٹھانے کو کہا۔ میری نظروں میں ابھی بھی وہ منظر گھوم رہا ہے، ایمرجنسی کے ویٹنگ ہال میں ایک زخمی شخص اپنی 14 سالہ بہن کے ساتھ پڑا تھا۔ ایک اسلحہ بردار آگے بڑھا اس نے بچی سے اپنے بھائی کو اٹھا کر لے جانے کو کہا۔ بچی بولی کہ وہ کیسے اٹھا سکتی ہے؟ دوسرے ہی لمحے دونوں بھائی بہن گولیوں سے سرد کر دئے گئے۔

ایک دوسری عورت نے جو ہاسپیٹل کے پڑوس کے گھر میں رہتی تھی، اپنی دیوار کے شگاف سے دیکھا۔ ۲۵ فلسطینی ایک کے پیچھے ایک، ہاتھ بجلی کے وائر سے بندھے ہنکائے جا رہے ہیں۔ دفعتاً اس نے گولیوں کی آواز سنی۔ ان زخمیوں کی لاشوں کو ایک دوسری عورت نے قریب ہی ایک گڑھے میں ایک دوسرے کے اوپر ڈھیر کی شکل میں دیکھا۔ اس پناہ گزیں کیمپ میں ان گواہیوں کیلئے صرف عورتیں ہی تھیں۔ مردیا تو اب تک کولونیوں کے اندر موت وحیات کی جنگ لڑ رہے تھے یا قتل کئے جا چکے تھے(1)۔

---

1 - اختصار کے ساتھ اخبار "الیوم السابع" سے، شمارہ ۵۸، ص- ۱۹، تاریخ ۱۷ جون ۱۹۸۵ء، بحوالہ "الشیعہ فی لبنان"۔

ان درندوں کی درندگی کہاں تک بیان ہو۔ شیعہ علماء نے فلسطینوں کے مال کو مال غنیمت قرار دے دیا۔ جب فلسطینی ان کی نظر میں کافر ٹھہرے تو پھر یہ سب عین ثواب کا عمل تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم انکی نظر میں کافر ہی ہیں خواہ ہم کتنی فراخدلی کا مظاہرہ کرلیں۔

فلسطینیوں کو خود انکی اپنی وسعت ظرفی اور فراخدلی نے لبنان میں اس انجام تک پہونچایا۔ اور جب تک امت مسلمہ اس غلطی کا ارتکاب کرتی رہے گی اسی انجام سے دوچار ہوگی۔ اس وقت فلسطین آزادی تحریک "فتح" کے مرکزی بورڈ کے ممبر رائد صلاح نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا: جہاں تک "امل تحریک" کا سوال ہے، توزخم بہت بڑا ہے، وہ وقت یاد کیجئے جب امام موسی الصدر(1) شیعوں کی محرومی اور لاچاری کا رونا روتے تھے، ہم نے ان کا ساتھ دیا۔ ان کی کمزوری کا گلہ کرتے تھے تو ہم نے انہیں ٹریننگ دی، مسلح کیا اور انکی مدد کی(2)۔ یہ ہے شیعوں کے اسلام پر بھروسہ کرنے والوں کا انجام۔ جنہیں ٹریننگ دی، مسلح کیا انہوں نے اپنا ہدف پہلے ہی طے کر رکھا تھا اور انہوں نے وقت آنے پر اسے انجام دینے میں کوئی جھجھک محسوس نہیں کی۔

شیعیت کے آہنی پنجوں کے سامنے عالم اسلام کا شرمیلا احتجاج

ایسا نہیں تھا کہ لبنان میں مسلمانوں پر ٹوٹنے والی قیامت کی خبر امت مسلمہ کو نہیں تھی، فرق یہ تھا کہ ہم میں کوئی غزالی و ابن تیمیہ، طبری و ابن اثیر نہ تھا۔ مسلمان مائیں نور الدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی جیسے سورما پیدا کرنے سے بانجھ ہو چکی تھیں۔ اور گنائزیشن آف اسلامک کواوپریشن (OIC) کے جنرل سکریٹری شریف الدین پیرزادہ نے اس موقع پر تنظیم کی طرف سے بیان دیتے ہوئے کہا:

پوری دنیا کے مختلف ملکوں میں ملت اسلامیہ شدید غم و بے چینی کی حالت میں ان خوفناک حملوں کی خبریں سن رہی ہے، جو رمضان المبارک کی ابتداء سے بیروت میں فلسطینی کیمپوں پر جاری ہیں۔ ہمارے غم اور تلخیاں اس وقت مزید بڑھ جاتی ہیں جب ہم دیکھتے ہیں کہ خون مسلم کی یہ ارزانی خود مسلمانوں کے ہاتھوں انجام دی جارہی ہے۔ یہ ہمارے دین حنیف کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے(3)۔ یہ ہے وہ مغالطہ، کس دین حنیف کی بات، جب سامنے والے ہمارے دین کو طاغوت قرار دے رہے ہوں، جب ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما انکے نزدیک جبت و طاغوت اور مستحق لعنت ہوں تو انکے نام لیوا واجب القتل کیونکر نہ ہوں ۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام نامی کو دھوکہ دھڑی کیلئے استعمال کرتے ہوں، جنکے معتبر علماء کے مطابق قرآن کامل نہیں، تو انکے خفیہ قرآن کے احکام کون جانے؟ شاید یہ سب اسی

---

1 - لبنان میں ایرانی ایجنٹ جو لبنانی شہریت حاصل کرکے، لبنان کے مفلوک الحال شیعون کا امام بن بیٹھا، ایرانی مدد سے اس نے لبنان میں شیعوں کو منظم کیا۔

2 - اخبار "الیوم السابع" شمارہ 65 ، 5 اگست 1985ء، بحوالہ "الشیعۃ فی لبنان، حرکۃ امل نموذجا" ص- 316

3 - نیوز ایجنسی 28-05-1985ء سابق حوالہ، ص – 269

گمشدہ قرآن کے احکامات ہوں۔ جو ماضی میں اپنی کسروی شان کو آج بھی اپنی عظمت رفتہ کی حقیقی کہانی مانتے ہوئے اسکے احیاء کی تمنا رکھتے ہوں، انکی سیاسی چالوں کو سمجھنا سادہ لوح مسلمانوں کے بس کی بات کہاں۔ مثال کے طور پر آج فلسطینی مجاہدین کی سب سے طاقتور تنظیم حماس جو اس وقت "رابطہ اسلامیہ فلسطینیہ" کے نام سے کام کرتی تھی۔ اس قتل عام پر جو بیانات دیئے ان کے چند اقتباسات پر نظر ڈالیں :

شیعوں کے ہاتھوں فلسطینیوں کے قتل عام کا نہ رکنے والا سلسلہ ثابت کرتا ہے کہ شیعی ملیشیا امل امت اسلامیہ کے خلاف یہودیوں کی صف میں کھڑی ہے۔

اسی بیان کا ایک دوسرا پیراگراف کہتا ہے :

ایک ہی جڑوں کے پودے نصیری، شیعی اور دروز آج ابھر کر سامنے آچکے ہیں۔ انہوں نے اپنے حقد وعداوت کی آگ فلسطینیوں اور لبنان کے سنیوں پر انڈیل دی ہے۔ انہوں نے اس گم شدہ کڑی کو پورا کر دیا جسے پورا کرنے سے یہود و نصاری بھی عاجز تھے۔ یعنی لبنان سے سنیوں کا کامل صفایا(1)۔

یہی لوگ جب آگے چل کر حماس کے نام سے میدان عمل میں سرگرم ہوئے تو وہ کیا حالات بنے کہ یہ ایک بار پھر انہیں شیعوں کے جال میں پھنسنے پر مجبور ہوگئے۔ عالم عرب کی نام نہاد مسلم حکومتیں جو صلیبیوں کی بیساکھی پر امت مسلمہ کے سینہ پر سوار ہیں کس طرح فلسطینیوں کو کچلنے میں شیعوں کے ہم دوش ہوگئیں اور ایران کو اس بات کا پورا موقع ملا کہ وہ اسرائیل کے مقابلہ ان بے یار و مددگار فلسطینیوں کے سامنے مدد کے چند ٹکڑے ڈال کر فلسطینی کاز کا چمپین بن کر ابھر سکے۔ لبنان میں فلسطینیوں کے قتل عام سے اپنا روسیاہ کرکے ایران کیلئے یہ کیسے ممکن ہوسکا کہ وہ ایک بار پھر فلسطینیوں کا ہمدرد بن کر سامنے آگیا؟ آگے آنے والے صفحات اس پہلو پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے کچھ حیرت انگیز گوشوں کو اجاگر کرینگے۔ یہاں یہ واضح کرنے پر اکتفاء کیا جائے گا کہ ان ساری داستانوں میں سیریا کے نصیری مجرم کا رول کلیدی تھا۔ اسرائیل وامریکہ اور ایران کے اس ایجنٹ کے کارناموں کو دیکھتے ہوئے اس وقت شہر قدس کے مفتی اعظم نے اسے واجب القتل قرار دیا۔ لیکن وہ قتل تو نہ ہوسکا البتہ مسلمان وقتا فوقتا اسکے قتل گاہ تک گھسیٹ کر لائے جاتے رہے یہاںتک کہ کل تک عالم اسلامی میں فیصلہ کن کردار ادا کرنے والا شام آج عالم اسلامی کے کمزور مسلمانوں کی بے بسی کا مسکن بن کر رہ گیا۔

---

1 - الشیعۃ فی لبنان، ص 256

Chapter – 6

انقلاب شام اور امت مسلمہ کا مستقبل

نصیری وراثت اور حالیہ انقلاب

10 جون 2000 کی وہ مبارک ساعت تھی جب مجرم حافظ وحشی احکم الحاکمین کی عدالت میں پہونچا۔ اس شاطر اور شیطان صفت نصیری گرگ کی موت سیریا والوں کیلئے ایک بشارت سے کم نہ تھی۔ اس لئے کہ اس نے نصیریت کی تاریخ میں اپنی کوئی مثال نہ چھوڑی تھی اور نہ ہی یہ امید کی جاسکتی تھی کہ وہ اپنے پیچھے اپنا کوئی جانشیں چھوڑ جائے گا۔ لیکن صلیبی طاقتوں نے اپنی سازش کے اس پہاڑ کو دفن کرتے ہوئے اسکی جگہ نئی پود لگانے میں کوئی تاخیر نہ کی۔ یہ پود تھی حافظ وحشی کا بیٹا بشار الاسد (وحشی)۔
بشار نصیری وراثت میں دور دور تک کہیں نظر نہیں آتا تھا، بلکہ اسکا بھائی باسل اس درندگی کا حقیقی وارث بن کر ابھرا تھا۔ وہ باپ کے ساتھ مسلمانوں پر مظالم میں اسکا جانشیں بنا ہوا تھا۔ لیکن قدرت کو اس نصیری ظلم کی تاریک رات مزید لمبے عرصہ تک منظور نہ تھی۔ وہ ایک حادثہ میں باپ سے پہلے ہی اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائے چل بسا۔ موجودہ بھیڑیا بشار الاسد ایک احمق اور معمولی علمی صلاحیت کا حامل آنکھ کا ڈاکٹر تھا۔ سیریا کے دستور کے مطابق وہ عہدۂ صدارت کی عمر کو بھی نہ پہونچا تھا، لیکن جب نصیریوں نے پورے ملک کو ہی اپنا کھلونا بنایا ہوا ہے تو ان کیلئے دستور سے کھیلنے میں کیا دشواری تھی۔ چنانچہ دستور بدل دیا گیا اور وہ باپ کی موت کے بعد تخت اقتدار پر بٹھا دیا گیا۔
یہودی مغربی میڈیا اور شیعی طاقتوں نے اپنی پروپیگنڈہ مہم میں بشار کو ایک نرم طبیعت، ترقی پسند اور مستقبل کی امیدوں کی کرن بنا کر پیش کیا۔ 10 سال گذر گئے کچھ بھی نہ بدلا۔ اسکے اقتدار کی پہلی دہائی کے اختتام پر اللہ نے مسلمانوں کو نصیری زوال کی بشارت عرب انقلابات کی شکل میں دی۔ سیریا کا سب سے تاریخی اور سب سے قدیم اسٹیٹ درعا اس عظیم انقلاب کا علمبردار بن کر اٹھا۔

معصوم انقلاب

گذشتہ 40 برسوں سے سیریا میں نصیریوں کے آہنی پنجوں میں کراہ رہے مسلمانوں میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ آگ و خون کی زبان میں بات کرنے والے اس نظام کے سامنے کھڑے ہو پاتے۔ اس لئے تونس سے مصر و یمن تک ہر جگہ ہلچل مچی پر سیریا میں کوئی آہٹ نہ سنائی دی۔ جبکہ فطری طور پر اس ہلچل کی ابتداء سیریا سے ہونی چاہئے تھی۔ اللہ کے ارادوں کو کوئی نہیں جانتا، وہ باطن ہے اور ہر شی کے پیچھے اسکی تدبیر کار فرما ہے۔ وہ غالب ہے کوئی اسکے فیصلوں کو ٹال نہیں سکتا۔

سیریا کے انقلاب پر نظر ڈالیں تو صاف نظر آتا ہے کہ جو کام بڑے بڑوں سے نہیں ہو سکا اللہ نے وہ کام کچھ معصوم ہاتھوں سے لے لیا۔ وہ ہاتھ جو صرف کسی باپ کی گردن میں پھولوں کی بیلوں کی مانند جھول سکتے تھے۔ جنگی شرست میں اپنی ماؤں کی آغوش سے لپٹ کر زندگی کی حرارت حاصل کرنا تھا، وہ قدرت کے فیصلوں کی تحریر کیلئے قلم کا کام

کر گئے۔ جنوبی سیریا کے شہر درعا کے ان بچوں نے جنکی عمر 8 سے 11 سال کو تجاوز نہیں کر سکی تھی اپنے اسکولوں کی دیواروں اور بورڈ پر یہ نوشتہ ثبت کر دیا "ذلت کی زندگی سے موت بہتر ہے"۔ وہ عالم عرب کی بہار میں خزاں کے گرے ہوئے حکمرانی کے پتوں میں نصیری حکمراں کو ڈھونڈنے لگے، اور اسے نہ پاکر نصیری وحشی کو یہ پیغام دے دیا کہ "اب تمہاری باری ہے" پھر کیا تھا خوف زدہ نظام پر جنون سوار ہو گیا۔

تاریخ انسانی میں بچوں پر مظالم کی ایسی مثالیں نہیں ملتیں۔ ان بچوں کو ایک ایک کر کے تلاش کیا گیا۔ رات کی تاریکی میں اپنے ماؤں کی آغوش سے ان بچوں کو بے دردی سے اٹھالیا گیا۔ خوف کے مارے اپنے باپ کی گردنوں سے لپٹ جانے والے بچوں کو بے رحمی سے چھین لیا

گیا۔ انہیں جیلوں میں وہ سزائیں دی گئیں کہ انسانیت کانپ اٹھی، جلا کر اذیت دی گئی، ناخن اکھاڑے گئے، انکے ہاتھوں میں کیلیں ٹھونکی گئیں، پسلی میں گولی مار کر آر سے پار کر دیا گیا۔ یہ سب درعا کے سیاسی سیکوریٹی شعبہ کے ہیڈ اور خود ساختہ صدر بشار الاسد کے خالہ زاد بھائی عاطف نجیب کے ہاتھوں انجام پایا(1)۔

عاطف نجیب نے انقلاب کے شرارہ کو ہوا دے دی

عاطف نجیب جسے درعا جیسے ایمان کے گڑھ میں نصیریت کیلئے سیاسی امن وامان بحال رکھنے کا چوکیدار بنایا گیا تھا۔ جو حافظ وحشی کے بڑے بیٹے باسل کے وقت سے ہی اقتدار کے گلیاروں میں نصیریت کا خوفناک ازدہا تصور کیا جاتا تھا۔ جس کا کام سنی افسروں کو طرح طرح کی سزائیں دینا، نماز ادا کرنے پر زنداں میں ڈالدینا اور سنیوں کی اہانت کے نت نئے طریقے اختیار کرنا تھا۔ اسے جب "درعا" کے ایک اسکول میں کچھ بچوں کی طرف سے انقلابی نعرے تحریر کرنے کی خبر ہوئی تو اس نے وہ سب کیا جو اوپر ذکر کیا گیا۔ ان بچوں کی گرفتاری کا حادثہ 9 مارچ کو وقوع پذیر ہوا۔ جب بچے والدین کو واپس نہیں کئے گئے تو اہالیان درعا نے عاطف کی آفس کے دروازے کھٹکھٹائے۔

1 - انسائیکلوپیڈیا، سوریا، ثورہ و وطن، جلد اول، شیخ مجاہد الرفاعی

اس نے درعا کے سربر آوردہ لوگوں سے کہا: ان بچوں کو بھول جاؤ، دوسرے بچے پیدا کرلو، اور اگر نہ کر سکو تو اپنی عورتوں کو ہمارے حوالے کردو۔(1)۔ درعا کے شرفاء نے اپنے سر سے عقال اتار کر اسکے ٹیبل پر رکھدیا۔ اس کا مطلب اعلان جنگ تھا۔ لیکن طاقت کے نشے میں چور اس نصیری نے اپنے کلرک سے کہا کہ ان عقالوں کو کوڑے دان میں پھینک دو۔

پھر کیا تھا، اگلے سات دنوں تک 10 مارچ سے 17 مارچ تک مسلسل مظاہرے ہوتے رہے۔ مدت بعد سیریا نے کوئی احتجاجی مظاہرہ دیکھا تھا۔ 18 مارچ کو اہل درعا نے شہر کی جامع مسجد "مسجد العمری" کو اپنا مرکز بناتے ہوئے اپنے مطالبات پورے ہونے تک نہ اٹھنے کا عہد کیا۔ اس بگڑتی ہوئی صورتحال نے فوراً ہی ایران کو چوکنا کردیا۔ عالم عرب میں شیعیت کی چولیں ہلنے لگیں چنانچہ ایرانیوں کے تجربات اور ڈائرکٹ سرپرستی سے حوصلہ پاکر نصیریوں نے مسجد عمری پر حملہ کردیا۔ مسجد عمری اور اسکے اطراف میدان جنگ میں تبدیل ہوگئے۔ شیعیت کے پاسباں ایرانیوں نے مسجد میں گھس کر قتل وخون کا بازار گرم کردیا۔ ساتھ ہی فارسی میں مسجد کی دیوار پر اپنے نعرے تحریر کرکے اپنے خلاف ناقابل تردید گواہی بھی چھوڑتے گئے(2)۔

درعا کی قدیم تاریخی مسجد عمری، جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں شام کے دورہ کے دوران بنوایا۔ یہ ایک اتفاق نہیں بلکہ اللہ کا واضح اشارہ ہے کہ جس ہستی کے ذریعہ اللہ نے کسریٰ کو خاک میں ملایا۔ اسی کے علامتی مقام ونام سے ایک بار پھر نصیریت وشیعیت کے خلاف عہد جدید کا انقلاب برپا ہوا

پورا سیریا سراپا احتجاج بن گیا

یوں پورا درعا اٹھ کھڑا ہوا، احتجاج کے شرارے مزید بھڑکے۔ یہانتک کہ 4 مئی 2011ء کو نصیری اور ایرانی طاغوت نے درعا والوں کو رات کے اندھیرے میں گھیر لیا۔ سیریا کی 2 لاکھ فوج میں سے 75 ہزار نے ٹینکوں کے ساتھ پو پھٹتے ہی اہل درعا کے گھروں پر گولہ باری

---

1 - تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو اردن یونیورسیٹی کے ریسرچ اسکالر اور صحافی ڈاکٹر محمد ابورمان کا بلوگ "جدران" (كانت تهمتي أنني من عائلة أبا زيد)، 14 اگست 2011ء

2 - جريدة (اخبار) عكاظ، سعودی عرب، 17 مارچ 2011 شمارہ 3926 (قصة فتية اطلقوا شعار الموت ولا المذلة) اور سابقہ حوالے۔

شروع کر دی۔ گھروں پر قبضہ کرکے انکی چھتوں پر نشانہ بازوں کو تعینات کر دیا، جو زمین پر حرکت کرنے والی ہر شئی کو بے رحمی سے اپنی گولیوں کا شکار بنانے لگے۔ ٹینکوں نے ایک ایک گھر کو نشانہ بنایا۔ 15 سے 40 سال کی عمر کے ہر فرد کو گرفتار کیا گیا۔ پورے آٹھ دنوں تک حیوانیت کا ننگا ناچ ہوتا رہا۔ سڑکوں پر پڑی ہوئی لاشیں بدبو کرنے لگیں۔ ان لاشوں کو اٹھانے والا کوئی نہ تھا۔ اگر کسی نے ہمت کی تو وہ بھی انہیں کے ساتھ سلا دیا گیا (1)۔ نصیری سیریا میں سنیوں سے اسی زبان میں بات کرنے کے عادی تھے۔ یورپ اور امریکہ ہمیشہ ہی اسکی پردہ پوشی کیلئے سامنے آجاتے تھے۔ یہودیوں کے قبضہ میں عالمی یہودی میڈیا ہمیشہ ہی ان جرائم کو دباتی چلی آئی تھی۔

لیکن اس بار بدلے ہوئے عرب منظر نامہ سے سیریا میں مسلمانوں نے حوصلہ پاکر اپنی جان ہتھیلیوں پر رکھ لی۔ درعا میں محصور موت وحیات کی جنگ لڑرہے اپنے بھائیوں کی حمایت میں پورا سیریا کھڑا ہو گیا۔ سیریا والوں نے اپنے بینر پر موٹی تحریروں میں نصیریوں سے پوچھا: تمہارے پشت پر اسرائیل تمہاری سونے جیسی زمین گولان پر قابض ہے کیا تم نے اپنی چالیس سال کی حکومت میں ایک گولی بھی اس سمت چلائی؟

اپنے ہم وطنوں پر توپوں، تفنگوں سے بارش کرنے والے، اسرائیل کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا نعرہ دینے والے! اسرائیل کے خلاف ایران آج تک تمہاری مدد کو کیوں نہیں آیا؟ آج جب نہتے سنیوں کی بات آئی تو اپنے فوجی ماہرین، تجربہ کار دستے اور ہتھیاروں سے مدد کو کیسے کود پڑا؟

جنوب سیریا کے درعا سے شروع ہونے والا یہ انقلاب دیکھتے دیکھتے پورے سیریا میں پھیل گیا۔ سیریا کے بڑے بڑے شہر حمص، حماۃ، دمشق، بعد ازاں حلب ہر جگہ لوگ سڑکوں پر نکل آئے۔ انہیں معلوم تھا کہ انہیں اسکی بھاری قیمت چکانی پڑے گی۔ نتائج توقعات کے مطابق ہی تھے۔ مظاہرین پر گولیاں چلنے لگیں۔ جن شہروں میں مظاہرے ہوئے انہیں فوجی چھاؤنی میں تبدیل کر دیا گیا۔ اور پھر وہی پرانا ہتھکنڈہ لاکھوں لوگوں پر جیلوں میں وہ اذیتیں توڑی گئیں کہ دیو ہیکل جانور بھی انکے سامنے ہتھیار ڈال کر اشاروں پر ناچنے لگیں۔ لیکن قربان جایئے اس قوم کے صبر وثبات پر کہ جسکے سامنے پہاڑ کی صلابت بھی سر نگوں ہو جائے۔ یہ کونسی طاقت ہے، فقط ایمان کی طاقت ہی وہ حوصلہ دیتی

1 - انسائیکلوپیڈیا، سوریا، ثورہ و وطن، جلد اول، شیخ مجاہد الرفاعی -اور- جریدۃ (اخبار) عکاظ، سعودی عرب، 17 مارچ 2011 شمارہ 3926 (قصة فتية اطلقوا شعار الموف ولا المذلة)

ہے کہ ایک مومن ان پہاڑ جیسے مصائب کو جھیل کر زندگی کے کھولتے ہوئے خون کے دریا کو عبور کر کے اپنے مالک حقیقی سے ملنے کا مشتاق ہوتا ہے۔

جب بچوں کو بخشا نہیں جاتا تو بڑوں پر جو گذرتی ہے اسکا بیان کیوں کر ممکن ہو۔ جب بچیاں انکی درندگی سے محفوظ نہیں تو عورتوں پر ٹوٹنے والی مصیبتوں کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے؟ جب پورے پورے محلے پر بلند و بالا عمارتوں کی چھتیں گرادی جاتی ہیں تو نیند کی حالت میں زہریلی گیسوں سے پوری کی پوری آبادی کو موت کی نیند سلادینے میں کونسی رکاوٹ آڑے آسکتی ہے۔

مظاہرے جہاد میں تبدیل ہوگئے

جب پر امن مطالبوں کا جواب صرف گولیاں ہوں، تو جو بھی ہاتھ آجائے لوگ اسے اپنے دفاع کیلئے استعمال کرنے لگتے ہیں۔ یوں سیریا میں مسلمانوں کی آزادی کا مطالبہ ایک مقدس اور مسلح جہاد میں تبدیل ہوگیا۔ امریکہ و یورپ نے بیانات دیئے: اب بشار کو جانا ہی چاہئے۔ لیکن وہ اس تصور سے کانپ اٹھے کہ انکا لگایا ہوا تناور درخت اب مسلمانوں کی کلہاڑیوں کی زد پر ہے۔ اسرائیل سانس روکے بدلتے ہوئے حالات سے لرزہ براندام تھا۔ اسکے بارڈر پر اسکے بھروسہ مند چالیس سال تک اسکے امن و امان کی حفاظت کرنے والے نصیریوں کے زوال کا سیناریو اسکی راتوں کی نیند حرام کئے دے رہا تھا۔ الجزیرہ نٹ اپنے 24/04/2011ء کے نشریہ میں اسرائیل کے مشہور اخباروں کے حوالہ سے عنوان لگاتا ہے:

"اسرائیل بشار الاسد کے زوال سے خوف زدہ"(1)

الجزیرۃ کے مطابق اسرائیل کا اخبار معاریف کہتا ہے: اسرائیل جو اپنے بارڈر پر نصیری حکومت کے امن و امان بنائے رکھنے سے فائدہ اٹھاتا رہا، اس حکومت نے اس امر کو یقینی بنایا کہ اس پوری مدت میں اسرائیل کی طرف ایک گولی بھی نہیں چلی، وہ سیریا کے حالیہ انقلاب سے حیران و پریشان ہے۔

اسرائیل کا دوسرا بڑا اخبار "یدیعوت احرونوت" لکھتا ہے:

1- الجزيره نٹ: إسرائيل تخشى سقوط بشار الأسد، الأحد 1432/5/20هـ - الموافق 2011/4/24 م

اسرائیلی اس ڈکٹیٹر کے جانے کے آثار دیکھ رہے ہیں جس نے ایرانی صدر احمدی نجاد، لبنانی ملیشیا حزب اللہ کے جنرل سکریٹری حسن نصر اللہ کے ساتھ اتحاد قائم کر رکھا تھا، ساتھ ہی وہ اسکے زوال بھی سے خوفزدہ ہیں۔ اخبار مزید لکھتا ہے: سیریا کی کٹھن اقتصادی صورتحال، نصیری حکومت سے نفرت اور سنیوں کی اکثریت یہ سارے عوامل سیریا میں اخوان المسلمون کو اقتدار تک پہونچادینگے، جو اسرائیل کے وجود کو کسی صورت قبول کرنے کو تیار نہیں ہوسکتے، بلکہ انکا مشن اس خطہ کے نقشہ سے اسرائیل کے وجود کو مٹادینا ہے۔

یہ وہ حقائق ہیں جسے نہ صرف اسرائیل بلکہ صلیبی (امریکہ ویورپ) سبھی جانتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے تاریخ بشری میں کسی حکومت کے ہاتھوں اپنی ہی عوام کے اس بھیانک قتل عام پر دنیا کے سامنے دکھاوے کیلئے بیانات دئے۔ اسکے خلاف دکھاوے کیلئے غیر مؤثر پابندیاں بھی لگائیں۔ لیکن انہوں نے در پردہ اس حکومت کے بقاء کیلئے سارے انتظامات بھی کر دئے۔ اقوام متحدہ میں روس اور چین کے ذریعہ ویٹو پاور کے استعمال کا ڈرامہ رچا گیا اور پھر سیریا میں مسلمانوں کا قتل عام، زہریلی گیسوں سے پوری کی پوری آبادی کو موت کی نیند سلا دینے کے جرائم کا ارتکاب، اور بمبار طیاروں سے مکینوں کے سروں پر انکے گھروں کی چھتوں کو گرانے کا گھناؤنا عمل کیمروں کی آنکھوں کے سامنے پوری بے حیائی سے انجام دیا جانے لگا۔

الجزیرہ چینل پر عالم عرب کے سب مقبول پروگرام "الرأی والرأی الآخر" کے اینکر مشہور عرب صحافی فیصل قاسم اپنے بلوگ میں لکھتے ہیں: آج میں روس کے ایک بڑے ذمہ دار سے ملا، ہماری گفتگو کا محور سیریا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: آپ سیریا میں کیا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا: میرا آخری جواب یہی ہے کہ ہم سیرین صدر بشار الاسد کو بچانے کیلئے اپنا ایک بھی فوجی مروانے کو تیار نہیں، قطعاً نہیں۔ روسی حل وعقد میں اعلی عہدہ پر فائز اس ذمہ دار نے ایک حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے کہا، جہاں تک بشار الاسد کا سوال ہے تو میں یہ واضح کرتا چلوں کہ اگر امریکہ اسے اقتدار سے اتار پھینکنا چاہے تو ہم اسے روک نہیں سکتے (1)۔

یہ ہے وہ حقیقت کہ اگر امریکہ چاہے تو اسے چین کیا روس بھی نہیں روک سکتا۔ اور ہر جگہ یہی دیکھنے میں آیا ہے، روس بولتا رہ گیا، امریکہ نے جو چاہا وہ کر گذرا۔ سیریا میں امریکہ کا ڈرامہ، بشار مخالف بیانات، اور دکھاوے کی ہلکی پھلکی پابندیوں کی حقیقت یہی ہے کہ وہ اس نظام کی بقا چاہتا ہے جسے اس نے اور اسکے صلیبی حواریوں نے بڑی جتن سے اس مقام تک پہونچایا ہے۔

1- مفکرۃ الاسلام سائٹ ۹ فروری ۲۰۱۳ء

سیریا میں تاریخ انسانی کا ہولناک قتل عام

مارچ ۲۰۱۱ء سے سیریا میں دور جدید کے اس ہولناک قتل عام کی داستانیں شب وروز عالمی میڈیا پر نشر ہو رہی ہیں۔ لیکن اسکی صحیح تصویریں صرف عرب ذرائع سے ہی حاصل کی جاسکتی ہیں۔ سیریا میں کام کرنے والی حقوق انسانی کی سنی تنظیمیں، میدان جنگ سے ڈائرکٹ رپورٹ بھیجنے والی مجاہدین کی ایجنسیاں۔ الجزیرہ اور العربیۃ، مفکرۃ الاسلام سائٹ اور لا تعداد عرب نیوز چینلز اور اخبارات جو کچھ نشر کر رہے ہیں، اسکی ایک ہلکی سی جھلک بھی ہندو پاک کی اردو میڈیا میں دیکھنے کو نہیں ملتی۔ اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ آج برصغیر کی اردو میڈیا شیعی صحافیوں، شیعیت کے ساتھ رواداری کے پر فریب نعروں، اور اسکے سیاسی اثرات میں ایسا جکڑا ہوا ہے کہ کوئی لیڈنگ نیوز پیپر شیعوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر توڑی جانے والی اس قیامت پر حرف احتجاج تو دور اسکی غیر جانبدارانہ رپورٹنگ بھی نہیں کر سکتا۔

عالمی اعداد و شمار کے مطابق تادم تحریر سیریا میں مقتول مسلمانوں کی تعداد ۲ لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ ۲ ملین سے زائد مسلمان ترکی، اردن اور لبنان میں مہاجر کیمپوں میں زندگی گذارنے پر مجبور ہیں۔ لاکھوں مسلمان گذشتہ چار سال کی جنگ میں مکمل معذور ہو چکے ہیں۔ اس انقلاب کے روز اول سے جس طرح شہروں پر بلا تمیز بمباری کی جارہی ہے۔ اس سے اب سیریا کے بڑے بڑے شہر کھنڈرات کا منظر پیش کرتے ہیں۔ برسوں سے سیریا کے شہر گیس اور بجلی کی سپلائی سے محروم ہیں۔

مسلمانوں کا نسلی صفایا اور اجتماعی سزا

یہودیوں کے ساتھ ملت اسلامیہ اسی علاقہ میں گذشتہ ایک صدی سے شب وروز حالت جنگ میں ہے۔ لیکن مسلمانوں کے ساتھ ایسا سلوک تو یہودیوں نے بھی نہیں کیا۔ پورے پورے شہر کو برسوں محاصرہ میں لیکر بلا تفریق بمباری۔ مرد وزن اور بچوں کی گرفتاری اور قتل عام کی داستانیں ایسی دلخراش ہیں کہ تصورات بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ جو شہر انکے مقابلہ میں کھڑے ہوگئے انہیں جہنم بنا دیا گیا۔ جنگوں کی اخلاقیات میں مہذب دنیا نے اسکی مثال نہیں دیکھی کہ روٹی کے حصول کیلئے لمبی قطاروں میں کھڑے ہوئے عوام پر بمبار طیاروں سے آگ برسائی گئی ہو۔

پانی کے ٹینکوں پر بمباری کر کے پورے شہر کو پیاسا مارنے کا جرم کیا گیا ہو۔ اشیاء ضروریہ کی سپلائی پر ایسی بندش کہ لوگوں کیلئے کتے بلیوں کو کھانا جائز قرار دیا گیا ہو۔ بچے درختوں کے پتے کھا کر زندگی کی رمق بحال رکھنے پر مجبور ہوں۔

الجزیرۃ نٹ 2013/10/15ء کے اپنے نشریہ میں کہتا ہے کہ دمشق کے مضافاتی علاقے جو غوطہ کے نام سے جانے جاتے ہیں 6 لاکھ لوگوں کیلئے علماء نے کتے، بلی اور گدھوں کے کھانے کی اجازت دے دی ہے۔ الجزیرۃ کے بیان کے مطابق شیعی اور نصیری فوجوں کے نرغہ میں اب بچے دم توڑ رہے ہیں(1)۔ عالم عرب کا سب سے بڑا نیوز چینل الجزیرہ برطانوی نیوز پیپر the guardian کے حوالہ سے لکھتا ہے اس بے رحم نصیری اور شیعی قہر میں بچے درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہیں۔

سیریا میں قلت غذاء سے مسلمان بچوں کی المناک صورتحال

انہیں پینے کیلئے گندے پانی کے سوا کچھ بھی میسر نہیں۔

برطانوی اخبار کے مطابق اس جنگ میں اب تک 2 ملین سے زیادہ لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر پڑوسی ملکوں میں مہاجرین کیمپوں میں زندگی گذار رہے ہیں۔ 4 ملین سے زیادہ ملک کے اندر بے گھر، جبکہ 7 ملین سے زیادہ افراد فوری غذاء و دوا کے محتاج ہیں۔ صرف اپنے جسم پر ایک کپڑے کے ساتھ بھاگنے والوں کیلئے موسم کی سختیاں جھیلنا امر محال ہو رہا ہے۔

مہاجر کیمپ کی تصویر ایک معصوم بچہ کوڑے کے ڈبہ میں کھانا تلاش کرتے ہوئے

سیریا کی 80 فیصد آبادی زراعت پر منحصر ہے، برسوں کی جنگ میں زراعت چوپٹ ہو چکی ہے اور لوگ دانہ دانہ کو محتاج ہیں(2)۔

1-الجزیرۃ نٹ: خطر مجاعة بسوريا وفتوى باكل القطط والكلاب ، الثلاثاء 2013/10/15ء

2 - الجزیرۃ نٹ: اطفال سوريا يأكلون أوراق الشجر، الثلاثاء 2013/09/24ء

ملینوں مسلمانوں کی حالت زار کی کہانی، لبنان میں مہاجر کیمپوں میں شیعہ مسلم عورتوں کو اٹھالے جاتے ہیں۔ جبکہ ترکی اور اردن میں برسہابرس سے بے گھر مسلمانوں کی حالت زار سے امت مسلمہ نے آنکھیں پھیر رکھی ہیں

قیدیوں پر اذیت اور اجتماعی عصمت دری کا عام چلن

پوری کی پوری آبادی کی جان و مال اور عزت و آبرو پر انکے حملوں کی نوعیت سمجھنے کیلئے اس بد نصیب لڑکی کی داستان کافی ہے جو 16 اگست 2012 کو العربیہ اور دیگر نیوز ایجنسیوں کے ذریعہ منظر عام پر آئی۔ یہ کہانی پورے سیریا میں مسلمانوں کے گھر گھر کی کہانی ہے۔ وہ بدنصیب لڑکی جو آج نفسیاتی مریضہ بنکر رہ گئی، اور اپنے ملک سے باہر اپنی زندگی کا بوجھ اٹھائے پھر رہی ہے بیان کرتی ہے: ہم سبھوں کے ہاتھ باندھ دئے گئے۔ ہمیں اپنے گھر کے قریب ہی ایک میدان میں جمع کیا گیا، ہمارے ساتھ بچے بھی تھے جو خوف و دہشت سے چیخ رہے تھے۔ مردوں کو گرفتار کرکے کسی انجان جگہ بھیج دیا گیا۔ ساری عورتیں زار و قطار رو رہی تھیں۔ بڑی عمر کی عورتوں کو بچوں کے ساتھ باندھ کر الگ کر دیا گیا۔ اور ہم لڑکیوں کو ان سے الگ۔

میں خوف و دہشت سے کانپ رہی تھی۔ ۳۰ وحشی درندے، عظیم الجثہ اور خوفناک، ان میں تین میری طرف بڑھے، میرے ہاتھ کھولے۔ میں نے مزاحمت کی، انہوں نے میرے بالوں سے پکڑ کر مجھے زمین پر دے مارا۔ تین وحشی چہرے میرے اوپر تھے۔ میں لمحوں میں بے لباس کر دی گئی۔ میں مزاحمت کرتی رہی، کسی ذبح کی ہوئی مرغی کی طرح پھڑ پھڑاتی رہی اور پھر میرا جسم ایک لاش کی طرح

درندوں کے دانتوں میں چیتھڑے چیتھڑے ہو کر بکھر گیا۔ یہیں تک بس نہیں وہ مجھے لاتوں اور گھونسوں سے مارنے لگے۔ ان میں ایک اپنے بوٹ کے ساتھ میرے سینے پر چڑھ گیا، میری پسلیاں آواز کے ساتھ ٹوٹ گئیں۔ میرے پورے جسم میں آگ کے انگارے سے بھر گئے۔

میں اپنی ماں کی چیخیں سن رہی تھی، مجھے اتنا یاد ہے کہ ان میں سے کسی نے میری ماں کو گالی دیتے ہوئے مارا، اسی اثنا جب میں مڑی تو اپنی ماں کو خون میں لت پت مردہ پایا۔ میرے ساتھ گرفتار دوسری بدنصیب لڑکیوں کا انجام بھی باری باری عصمت دری اور قتل تھا۔ میں بیہوش پڑی، اپنی زندگی کی آخری سانسیں گن رہی تھی کہ ان میں سے ایک میری گردن کاٹنے کیلئے آگے بڑھا، لیکن دوسرے نے اسے منع کرتے ہوئے کہا کوئی ضرورت نہیں، وہ مر چکی ہے اپنی آخری سانسیں لے رہی ہے۔ یہ صحیح تھا کہ میں آخری سانسیں لے رہی تھی، انہوں نے ہمیں گھسیٹ کر ایک کچرے کے ڈھیر پر مرنے کیلئے پھینک دیا۔ میری زندگی کی آزمائشیں ابھی باقی تھیں۔ مجاہدین کی ایک ٹولی نے مجھے وہاں سے برہنہ حالت میں اٹھایا۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھونگی۔ مجھ پر غم و غصہ کا دورہ پڑتا ہے اور میں صرف ویرانہ میں اپنی ماں، اپنے باپ اور بھائیوں کو آواز دیتی ہوں۔ وہ سب کے سب کہاں چلے گئے(1)؟

انکی جیلوں میں قید لاکھوں مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے جن میں بچے اور عورتیں بھی شامل ہیں، ترکی کے ریفیوجی کیمپ سے الجزیرہ کے

رپورٹر محمد غلام کی اس رپورٹ پر ایک نظر ڈالئے اور اپنی ماں، بہنوں اور بھائیوں کے درد کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کیجئے :

یہ کہانی ایک ایسی لڑکی کی ہے جو مجاہدین کے ہاتھوں گرفتار ایرانی فوجیوں کی رہائی کے تبادلہ میں آزاد ہوئی۔ وہ لڑکی اپنے ایام قید کو یاد کرتی ہے، جس میں اسے خاردار بجلی کے تاروں سے پاؤں پر مارا جاتا، چھت سے الٹا لٹکا کر سر پر ضرب لگائی جاتی، دو میٹر کے کمرے میں دیگر ۱۳ لڑکیوں کے ساتھ قید کے دوران اسکیلئے سب سے تکلیف دہ پڑوس کے کمرے سے آنے والی اذیت کی دردناک آوازیں ہوتیں۔

---

1 -العربیہ نٹ: قصة فتاة سورية تروى تفاصيل اغتصابها من قوات الاسد، 16اگست2012

نوجوان لڑکی قید کی اذیتوں کو بیان کرتے ہوئے کہتی ہے کہ اسے قیدیوں کی سزا کے بعد خون میں ڈوبے ہوئے کمرۂ اذیت کے فرش کو صاف کرنے کیلئے کہا جاتا۔ ذرا تصور کیجئے اپنے ہی بھائیوں کے خون کو صاف کرتے ہوئے، پھر سے اس مقتل کو اپنے دوسرے بھائیوں کیلئے سجانے کی تکلیف سے بڑھ کر اذیت ناک سزا اور کیا ہو سکتی ہے۔ قیدیوں کے سامنے پھینکی جانے والی کھانے کی تھیلیوں میں گندگی، بال اور کپڑے ملے ہوتے۔ کسی بھی طرح کے احتجاج پر اسکے ساتھ بدکاری کر کے اسکی ویڈیو انٹرنٹ پر ڈالنے کی دھمکی دی جاتی۔ زندگی کے ان شرمناک لمحات کو یاد کر کے آج بھی اس پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے جب اسے تفتیش کیلئے انسپکٹر کے سامنے پوری طرح برہنہ کھڑا کیا جاتا۔ وہ مختلف جیلوں میں لے جائی جاتی رہی۔ یہاں تک کہ سیریا میں لڑ رہے 48 ایرانی فوجیوں کی رہائی کے بدلہ 2000 قیدیوں کی رہائی میں وہ اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ رہا ہوئی۔ اس کا بھائی اب تک انکی قید میں ہے، اور باپ دمشق میں محصور۔ جبکہ اسکے دو چچا پہلے ہی شہید ہو چکے ہیں۔

مصیبت کی ماری یہ لڑکی جیل میں قید لاتعداد لوگوں کی حالت زار میں سے ایک عورت کی بپتا بیان کرتے ہوئے کہتی ہے۔ جیل میں ایک معزز خاندان کی عورت پر ان وحشی درندوں نے اذیت کر کے اسکا حمل ضائع کر دیا۔ بشار الاسد کے درندے اسکے جسم کے ہر حصہ پر الیکٹرک شوک لگاتے۔ اسکے ساتھ گرفتار اسکی دو بیٹیوں کو انہوں نے عصمت دری کے بعد مار کر سڑک پر پھینک دیا۔ اپنی بچیوں کو یاد کر کے اسکی حالت غیر ہو جاتی۔ اسکا شوہر بھی اسی جیل میں گرفتار تھا۔ اسکے شوہر کو لایا جاتا اور اسے مجبور کیا جاتا کہ وہ اپنی بیوی پر فوجیوں کے ساتھ بدکاری کا الزام لگائے۔

ترکی میں قائم ان کیمپوں میں ایک کیمپ کا نام "کلس" ہے اس میں ایک 34 سالہ جوان مالک جابر قیدیوں کے ساتھ الگ طرح کے عذاب کو بیان کرتا ہے۔ اسکے پاؤں کی انگلیوں کے ناخن اکھاڑ لئے گئے۔ لکڑی کے تختے پر اسکے پاؤں میں کیلیں ٹھونکی گئیں۔ 38 سالہ ایک دوسرا جوان خلیل ابراہیم جو انکی قید سے معذور ہو کر نکلا کہتا ہے کہ اسکے عضو تناسل پر الیکٹرک کے جھٹکے لگائے جاتے، اسے بوری اوڑھا کر بوری بند کر کے پوچھا جاتا، تمہارا رب کون ہے، اللہ یا بشار؟ اگر وہ اللہ کا نام لیتا تو اسے مارنا شروع کر دیتے۔

اس نصیری اور شیعی حملوں کا ایک خاص رنگ یہ ہے کہ اس میں جہاں مسجدوں کو بطور خاص نشانہ بنایا جا رہا ہے وہیں مسلمانوں کو لا الہ الا اللہ کی جگہ لا الہ الا البشار کہنے اور بشار الاسد کی تصویروں کو سجدہ کرنے کیلئے مجبور کیا جاتا ہے۔

انقلاب شام کے میڈیا انچارج محمد امین کہتے ہیں کہ اس وقت تین لاکھ مسلمان انکی جیلوں میں قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار ہیں۔ قیدیوں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ جنہیں عام طور پر مار کر دھماکہ میں مارے جانے کا اعلان کر دیا جاتا ہے(1)۔ آیئے ذیل میں خود انکے اپنے صلیبی حواریوں کی حالیہ شہادتوں پر نظر ڈالئے۔

ہیومن رائٹس واچ (Human Rights Watch) کی شہادت

ہیومن رائٹس واچ 2013 میں سیریا کی حالت زار پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے :

سال 2013ء میں بھی سیریا کی جنگ پوری دنیا کی سب سے مہلک اور تباہ کن جنگ رہی۔ اپنے تیسرے سال میں سیریا کے انقلاب کو گذشتہ سالوں کی طرح حکومت کی بے رحم حکمت عملی کا سامنا رہا۔ انٹر نیشنل لاء کے مطابق حکومت پر واجب تھا کہ وہ مسلح افراد کو ہی نشانہ بناتی لیکن یہ حکومت بدستور پوری آبادی کو نشانہ بناتی رہی۔ اس کے پیچھے بظاہر جو مقصد نظر آتا ہے وہ پوری کی پوری آبادی کو شہر بدر کر کے جنگجوؤں کو اقتصادی مدد سے محروم کرنا ہے۔

حکومت اجتماعی سزا کی اپنی روش پر چلتے ہوئے عوام کو یہ پیغام دینا چاہتی ہے کہ وہ حکومت کے مخالفین کے خلاف کھڑے ہو جائیں، حکومت کا ساتھ دیں ورنہ انکی زندگی جہنم بنادی جائیگی۔ اس پالیسی کی ایک بڑی مثال دمشق کے مضافاتی شہر غوطہ پر ۲۱ اگست کا کیمیکل حملہ ہے۔ اس حملہ کے شواہد صاف بتاتے ہیں کہ یہ گھناؤنا اور شرمناک حملہ سیریا کی حکومت کا کارنامہ ہے۔ اس حملہ میں رات کو سوتے ہوئے سینکڑوں لوگ ابدی نیند سلادئے گئے جن میں نیند کے کپڑوں میں سوئے ہوئے معصوم بچے بھی تھے۔ مقامی ایجنسیوں کے مطابق ہر مہینہ 5000 لوگ روایتی ہتھیاروں سے مارے جارہے ہیں۔

زہریلی گیسوں سے بچوں کو موت کی نیند سلادینا ایک عام سی بات ہوگئی ہے۔

1- الجزیرۃ نت: معتقلون يروون عن الجحيم بالسجون السورية، رپورٹ: محمد غلام - غازي عنتاب، الثلاثاء 22/1/1435 ہجری- - مطابق 26/11/2013ء،

جنگی قوانین کی خلاف ورزی عام ہے۔ سیرین آرمی بیلسٹک میزائل، روکٹ، آرٹلری شیل، کلسٹر بم، آتش گیر مادے، فضائی دھماکہ خیز مادے، بیرل بم اور فضائی بمباری کے ساتھ ساتھ کیمیکل ہتھیاروں سے بلا تمیز گھنی آبادیوں پر حملے کر رہی ہے۔ ان حملوں کی زد سے بیکری، ہاسپیٹل، اسکول اور دیگر رفاہ عام کے ادارے بھی محفوظ نہیں۔

سرکاری فوجیں اپنی قید میں قتل عام کا ارتکاب کرتی چلی آرہی ہیں۔ من مانے طریقوں سے گرفتار کئے گئے لاتعداد لوگوں کے ساتھ ہونے والی ہولناک کہانیاں منظر عام پر آرہی ہیں۔ عوام اور حکومت کے بیچ اس جنگ میں سیریا کی مجموعی آبادی بے گھر ٹھوکریں کھانے پر

مجبور ہے (تقریباسوا دو ملین سیریا سے باہر مہاجرین کیمپوں میں اور ساڑھے چھ ملین سیریا کے اندر) وہ لوگ جو صرف انسانی امداد پر منحصر ہیں انکی تعداد ۱۰ ملین پہونچتی ہے۔ لیکن سیرین حکومت ان لوگوں تک بھی امداد نہیں پہونچنے دیتی۔ یو این سیکوریٹی کونسل کی اپیل کے باوجود حکومت امداد کی راہ میں اتنے روڑے اٹکائے ہوئی ہے کہ انکی مدد محال ہے۔ اس بدترین قتل عام کے خلاف عالمی برادری کا ردعمل بڑا الم ناک ہے(1)۔

اقوام متحدہ (UNO) کی شہادت

برطانوی اخبار "دی ٹیلی گراف" 14 اپریل2014 کے شمارے میں اقوام متحدہ کی ایک حالیہ رپورٹ شائع کرتے ہوئے کہتاہے: اقوام متحدہ کے کمیشن برائے حقوق انسانی نے(آج) بروز سموار سیریا کے جیلوں میں جاری معمول کے ٹارچر کی مذمت کی۔ اقوام متحدہ کی ایک نئی رپورٹ کے مطابق سیریا کے جیلوں میں عورتوں کی عصمت دری، لوگوں کو طرح طرح کی اذیتیں، دانت اور ناخن اکھاڑنے جیسی انسانیت سوز سزائیں دھڑلے سے جاری ہیں۔

حقوق انسانی کمیشن کی سربراہ "نیوی پلے Ms Navi Pillay" کے مطابق سیریا کے جیلوں میں ٹارچر ایک معمول بن گیا ہے۔ محترمہ پلے کہتی ہیں "جب مسلح تصادم میں ٹارچر نظام کا حصہ بن جائے جو سیریا میں یقینی حد تک ہو رہا ہے تو یہ انسانیت کے خلاف جرائم میں داخل ہو جاتا ہے"۔ یو این او کی یہ رپورٹ ان جیلوں سے زندہ بچ کر باہر آنے والوں کے بیانات پر مبنی ہے جو بچوں، عورتوں اور مردوں پر ہونے

1 - Rights Struggles of 2013, Stopping Mass Atrocities, Majority Bullying, and Abusive Counterterrorism. by Kenneth Roth (@kenroth), Executive Director http://www.hrw.org/world-report/2014

والے مظالم کی تفصیل پیش کرتی ہے۔ رپورٹ بتاتی ہے کہ ایک قیدی کے جیل پہونچتے ہی اسے گھنٹوں مارا اور ذلیل کیا جاتا ہے۔ اس رپورٹ کی تفصیلات نیچے دئے گئے لنک پر ڈائرکٹ دیکھی جاسکتی ہیں(1)۔

آزادانہ تحقیقات اور ناقابل تردید شہادتیں

ایسی ہی ایک رپورٹ سیریا کے جیلوں میں مسلمانوں پر گذرنے والی ناقابل بیان مصیبتوں کو ناقابل تردید شہادتوں کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ اس رپورٹ کو تیار کرنے، اسکی مصداقیت کو پرکھنے والوں میں تین عالمی شہرت یافتہ جج، مشہور زمانہ مجرم یوگوسلاویہ کے سابق صدر سلوبودان میلوسیوک کے کیس کے سربراہ جج سر جیوفری نائس، عالمی شہرت یافتہ جج صاحبان سر ڈیسمنڈ ڈی سلوا، اور پروفیسر ڈیوڈ کرین شامل ہیں(2)۔

یہ رپورٹ سیریا کے جیلوں میں 11000 لوگوں کے قتل کا بین ثبوت ہے۔ اس رپورٹ میں دی گئی تصویروں کو پیش کرنے اسے دکھانے اور دیکھنے کی سکت نہیں کی جاسکتی، نہ ہی مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کی تفصیلات دینے کا کام آسان ہے۔ اس لئے نیچے اس رپوٹ کا لنک دینے پر اکتفا کیا جائیگا۔ تاکہ جو سچ کے متمنی ہیں وہ خود ہی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ یہ سب ایران کی سربراہی میں ہو رہا ہے۔ یہ تصویریں ان جیلوں کے اندر اموات کا ریکارڈ تیار کرنے والے ایک اوفیسر کے ذریعہ لی گئی ہیں(3)۔

لڑادے ممولے کو شہباز سے

سیریا کے عوام انصاف کی دہائی دیتے رہے، ان کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ وہ خود سربکف اٹھے تو صلیبیوں نے ایران کا سہارا لیا۔ نہ صرف عالم اسلام بلکہ دنیا بھر کے شیعوں نے نصیری حکومت کو اپنی موت و حیات کا مسئلہ بناتے ہوئے اسکی بقاء کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگادی۔ جب سیریا کے مسلمانوں کو کہیں سے کوئی مالی و فوجی امداد نہ ملی تو انہوں نے سیریا کے مختلف شہروں میں اپنی اپنی جماعتیں بنا کر بے سروسامانی میں اللہ کے بھروسے اپنی جنگ شروع کردی۔ ایک بار پھر ایمان کی سادگی اور باطل کا طمطراق، ایک طرف ٹوٹی ہوئی تلواریں تو دوسری طرف زرہ بند لشکر، ایک طرف ہاتھوں میں پتھر تو دوسری طرف قہر برساتے توپوں کے دہانے۔ ستم بالائے ستم اس طرف منتشر عوام کا ہجوم تو اس طرف صف بستہ لشکر۔

1 - New UN report describes horrific and systematic torture of Syrian victims
by Fred Nathan, http://www.telegraph.co.uk/

2 - The authors are Sir Desmond de Silva QC, former chief prosecutor of the special court for Sierra Leone, Sir Geoffrey Nice QC, the former lead prosecutor of former Yugoslavian president Slobodan Milosevic, and Professor David Crane, who indicted President Charles Taylor of Liberia at the Sierra Leone court.

3 - “A report into the credibility of certain evidence with regard to torture and execution of persons incarcerated by the current Syrian regime”
the guardian.com, Monday 20 January 2014 19.00 GMT

اچانک پیدا ہونے والی صورتحال میں وقت ایک رہنما اور بے بسی میں ضرورتیں تدبیر سازی کا کام کرتی ہیں، اگر توفیق الہی شامل حال ہو، ہمت مرادوں کو مدد خدا حاصل ہو ہی جاتی ہے۔ سیریا میں نبرد آزما مسلمان وقت کے ساتھ منظم ہوتے گئے، اللہ کی مدد بھی ملتی گئی، ایمان کی قوت بھی جلوہ گر ہوئی۔ جو تھوڑے بہت مسلمان فوج میں تھے جسے جہاں موقع ملا بھاگ کر اپنے بھائیوں کے ساتھ کارواں میں شامل ہو گیا ۔انہوں نے عام نوجوانوں کو عسکری تربیت اور فنون حرب کے ابجد پڑھاتے ہوئے انکی اپنی ایک فوج تشکیل دی جو "الجیش الحر" آزاد فوج کے نام سے مشہور ہوتی گئی۔ سیریا کی 80 فیصد آبادی کی نمائندہ جماعت کو یکسر مسترد کر دینا صلیبی طاقتوں (امریکہ ویورپ) کے بس میں نہ تھا۔ لیکن انہوں نے ان مزاحمت کاروں کے خلاف ساری تدبیریں کرلیں، انکے خلاف ہر طرح کے انسانیت سوز حملوں کو سند رضا عطاء کی گئی۔ روس وچین کو سلامتی کونسل میں انکے خلاف کھڑا کر دیا گیا جبکہ دکھلاوے کیلئے انہیں نمائندہ جماعت بھی تسلیم کیا گیا۔ صرف دو ایسے مسلم ملک تھے ایک قطر، دوسرا ترکی جو اخلاص کے ساتھ انکے شانہ بشانہ کھڑے ہو گئے۔

صلیبی طاقتوں کو نصیریت کا کوئی بدل (alternative) قابل قبول نہیں، نہ ہی خلیج کی ریاستیں اور دیگر عرب ممالک اپنے پڑوس میں کوئی ایسی حکومت دیکھنا گوارہ کرنے والے ہیں جو مسلمانوں کی نمائندہ، انکی اپنی منتخب کردہ حکومت ہو۔ اسلئے کہ ایسی کسی حکومت کا قیام انکی بادشاہت اور ڈکٹیٹر شپ کیلئے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ چنانچہ برسوں گذر گئے نصیریوں اور شیعوں کو اس بات کی بھرپور آزادی دی گئی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ وہ سب کچھ روا رکھیں جسکا ذکر اوپر گذرا۔ شاید یہ اللہ کی مرضی تھی کہ سیریا کے مسلمان اس آزمائش کی بھٹی سے تپ کر عالم اسلام کی قیادت کیلئے تیار ہو سکیں۔ پوری دنیا کے مسلمان اپنی چشم بینا سے اپنے قتل عام اور ذلت کا نظارہ کر سکیں، ایک ایسی ذلت کا جو سینوں میں آگ بھر دے۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا واقعات اسکی تصدیق کرنے لگے۔ اور پھر پوری دنیا سے سرفروشوں نے سیریا کا رخ کیا۔ لبنان کی شیعی ملیشیا حزب اللہ، عراق کی مختلف شیعی ملیشیا اور ایران کی پاسداران انقلاب فوج کا مقابلہ ان سرفروشوں نے کچھ اس طرح کیا کہ وہ پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہوئے، آدھے سے زیادہ سیریا آزاد ہو گیا۔

داعش کی دھمک

عالم عرب اور بالخصوص سیریا میں جاری جنگ آزادی میں اس وقت ایک نیا موڑ آیا جب عراق میں نبرد آزما جنگجوؤں نے آندھی طوفان کی طرح عراق کی شیعہ فوجوں کو روند ڈالا۔ یہ جنگجو "داعش" کے نام سے ظاہر ہوئے اور سیریا میں بھی گھستے چلے گئے۔ انکا وجود کوئی اچانک اور اتفاقی نہ تھا، بلکہ یہ صدام حسین کے زوال کے بعد امریکہ کی آشیرواد سے عراق میں قائم ہونے والی بدنام زمانہ شیعی حکومت کے مظالم کے خلاف برسرپیکار القاعدہ کا ایک دھڑا تھا۔ گذشتہ چند سالوں سے القاعدہ کی کمزوری نے عراق میں ان جنگ جوؤں کو ایک نئے نام سے ابھرنے کا موقع فراہم کیا۔ جب ابو بکر البغدادی کی سربراہی میں عراقی القاعدہ نے افغانستان میں القاعدہ کی قیادت سے اپنا تعلق توڑتے ہوئے اپنی آزاد تنظیم بنانے کا اعلان کر دیا۔ یہ تنظیم سال رواں میں عراق کے سنیوں کی تنگ آمد بجنگ آمد جیسی صورتحال سے

فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک بڑے طبقہ کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب رہی۔ سال 2014 میں جب عراق کی نوری المالکی حکومت اور عراق کے سنی مسلمانوں کے درمیان جنگ نے سیریا جیسی صورتحال اختیار کرلی تو بالآخر عراقی مسلمانوں نے القاعدہ سے ٹوٹنے والی اس نئی تنظیم داعش کو اپنی حمایت دیتے ہوئے عراق کے سنی علاقوں میں نوری المالکی کی شیعی فوج کو پسپا کردیا۔

داعش نے جس بڑے پیمانہ پر نوری المالکی کی فوجوں کو کھدیڑا اس نے پوری دنیا کو حیرت زدہ کردیا۔ شمالی عراق کے سب سے بڑے شہر موصل پر قبضہ کرنے کے ساتھ ہی داعش نے اپنی توجہ سیریا پر مرکوز کردی۔ داعش نے سیریا کے شہر رقہ کو اپنا مرکز بناتے ہوئے یہاں بھی بڑی تیزی سے کامیابیاں حاصل کیں۔ عراق و سیریا کے ایک بڑے علاقہ پر اپنا قبضہ مستحکم کرتے ہی 29 جون 2014ء کو اس عسکری تنظیم نے خلافت اسلامیہ کے قیام کا اعلان کرکے اپنے رہنما ابوبکر البغدادی کیلئے بیعت لینے کا آغاز کیا۔ اس نے اپنی راہ میں آنے والی ہر مخالف طاقت کو خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم کچلنے کا فیصلہ کرلیا۔ اسکے ساتھ ہی پوری دنیا میں ایک نئی بحث چھڑ گئی۔ اسکی حیرت انگیز اور تیز گام کامیابیوں کو بہتوں نے شک کی نگاہ سے دیکھنا شروع کردیا۔ لیکن دنیا بھر بشمول یورپ میں نوجوانان اسلام کی ایک بڑی تعداد کو داعش میں مسلمانوں کی ایک نئی ابھرتی ہوئی طاقت نظر آنے لگی۔

داعش کے خلاف اتحاد کا قیام اور فضائی حملوں کا آغاز

سیریا میں قتل عام کو روا رکھنے والی طاقتوں کیلئے داعش ایک نیا چیلنج بن کر ابھری۔ صلیبیوں کو اپنا کھیل کھیلنے کیلئے ایک نیا بہانہ بھی ہاتھ آگیا۔ ادھر داعش کے تیور سے مشرق وسطی میں قائم حکومتوں کی نیندیں حرام ہونے لگیں۔ بدحواسی میں انہوں نے صلیبی آقاؤں کے در پر دستک دی۔ اپنے تیل کی قیمت گرادی۔ سستے داموں صلیبیوں کے تیل ٹینکر بھرے جانے لگے۔ بری و فضائی حملوں کے سارے اخراجات خلیجی ممالک نے ادا کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ یوں اپنی تھیلیاں بھر کر صلیبیوں نے 23 ستمبر 2014ء سے امریکی قیادت میں عراق و شام میں داعش پر فضائی حملے شروع کردئے۔ داعش کے خلاف اس حملہ سے امت مسلمہ نے اصولی طور پر اختلاف کیا۔ لیکن خود داعش کی سیاست اسکے طریقۂ کار کو علمائے اسلام نے مسترد کردیا۔ داعش نے جس طرح سیریا کے جہاد میں شامل مسلم تنظیموں کو اپنے راستہ سے ہٹانے کا کام کیا اس نے بشار الاسد کی نصیری حکومت کو نقصان پہونچانے کے بجائے بڑی حد تک راحت ہی دی۔ وہ میدان جہاد میں سرگرم دیگر تنظیموں سے باہمی تعاون کے بجائے جس طرح ان کے خلاف بر سر پیکار ہوگئی اس سے ایسا لگنے لگا کہ یہ تنظیم سیریا کے نصیری نظام کے لئے نجات دہندہ بن کر ابھری ہے۔ اپنے علاقوں میں اس نے دوسری اقلیتوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ کسی بھی طرح اسلامی تعلیمات، اسلامی سیاست و بصیرت سے میل نہیں کھاتے۔ اپنے مخالفین کے سروں کو کاٹ کر نشوونما کی اسکی پالیسی اور اپنی سیادت کے آگے کسی بھی قیادت کو برداشت نہیں کرنے کا اسکا رجحان جلد ہی صلیبی طاقتوں کیلئے اسلام کے خلاف پروپیگنڈے کا بہانہ بن گیا۔ امریکہ و یورپ کیلئے داعش کی یہ حرکتیں انقلاب شام کی رفتار پر اسپیڈ بریکر لگانے کے کام آئیں۔ چنانچہ داعش کا بہانہ بناکر انہوں نے سیریا میں آزادی کیلئے

بر سر پیکار دیگر تنظیموں پر بھی بمباری شروع کر دی۔ یہ ہے وہ صلیبی چہرہ جو چار سالوں سے لاکھوں لوگوں کے قتل عام پر خاموش رہا اور داعش کے ہاتھوں چند ہزار لوگوں کے قتل کو لیکر اپنی پوری قوت کے ساتھ میدان میں کود پڑا۔

داعش کی حقیقت کیا ہے، اسکے پیچھے کون ہیں، کیا یہ عالم عرب میں صلیبی نمائندہ حکومتوں کے خلاف عام مسلم نوجوانوں کی بغاوت ہے جو گرچہ سیاست وحکمت کی گہرائیوں سے نابلد ہیں، لیکن اپنی عظمت رفتہ کی بحالی کی امنگوں سے سرشار، یا یہ سیریا و عراق میں جاری مظالم کا نتیجہ؟ حقیقت خواہ کچھ بھی ہو، پیغام بڑا واضح ہے کہ عالم اسلام میں ایک ایسے انقلاب کی شروعات ہو چکی ہے جو اپنے سیلاب میں دیر یا سویر مغرب کے سارے مہروں کو بہالے جائیگا۔ عالم عرب بلکہ پورے عالم اسلام میں بھڑکتے ہوئے یہ شعلے خود انکی پالیسیوں کا نتیجہ اور بلی کو دیوار سے لگانے کا انجام ہے۔

تباہ کاریوں کے ملبوں سے بھڑکتے شعلے

زیر نظر کتاب نے سیریا کے حالیہ انقلاب کو پیش کرنے میں اب تک جس طرح تاریخ شام پر روشنی ڈالتے ہوئے اس خطہ میں اسلام و صلیب کے مابین طویل جنگوں اور صلیبی ریشہ دوانیوں کو اختصار کے ساتھ پیش کیا اس سے نہ صرف سیریا بلکہ پورے عالم اسلام کے مسائل کی جڑیں گہرائی تک نظر آجاتی ہیں۔

ان حقائق کو جاننے کے بعد اب کسی مسلمان کو یہ الجھن نہیں ستائے گی کہ ہماری حکومتیں دنیا بھر میں ہماری ذلت پر خاموش کیوں ہیں؟

دنیا کے نقشہ پر 50 سے زیادہ مسلم ممالک اب تک کوئی مؤثر اور حقیقی بلوک کیوں نہیں بنا سکے؟

یہ مسلم حکمراں مسلمانوں کی ترقی کیلئے گذشتہ ایک صدی میں کچھ کیوں نہیں کر سکے؟

دنیا بھر میں مسلمانوں پر ہو رہے مظالم انہیں کیوں نہیں تڑپاتے؟

یہ حکومتیں ہتھیار و میزائل تو دور، سوئی تک بنانے کی پوزیشن میں کیوں نہیں؟

انہیں مستقبل کے خطرات کیوں نہیں ستاتے، یہ اپنے ہی دشمنوں سے ہتھیار خریدنے پر مجبور کیوں ہیں؟

ان سارے سوالات کا جواب واضح ہے کہ یہ حکومتیں صلیبیوں کے بچھائے ہوئے وہ دام ہیں جن میں امت مسلمہ گذشتہ ایک صدی سے پھنسی ہے۔ دور دور تک نظر آرہی عالم اسلام کی سرسبز وشاداب وادیاں در حقیقت امت مسلمہ کیلئے لینڈ مائن بنائی جا چکی ہیں، مسلمان اپنے ہی گھر میں اپنی ہی سرزمین پر ایک قدم چلنے کی پوزیشن میں نہیں۔ یہ صلیبی جنگوں کا نیا حربہ تھا جس میں وہ ہمارے ہی ہم ناموں کے کندھوں پر بندوق رکھے ہمیں نشانہ بنانے لگے۔

اسی طرح کسی مسلمان کے ذہن کے کسی گوشہ میں یہ خیال کہ امریکہ ویورپ انسانی اقدار وروایات کی حفاظت، امن عالم کی پاسبانی اور بنی نوع انسانی کی بھلائی کیلیئے کبھی کوئی مثبت اقدام کرینگے، تو یہ سوچ کسی دیوانہ کے خواب سے کم نہیں۔ صلیبی حملوں کی سیاہ تاریخ کے بعد، شب وروز اسلام ومسلمانوں کی بیخ کنی کے باوجود اگر کوئی مسلمان ان سے کسی انصاف کی امید رکھے تو وہ ایمان سے عاری ہی سمجھا جائے گا۔ مومن تو وہ ہے جو ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جا سکتا۔

ہم ان سے انصاف کی بھیک مانگیں جنہوں نے ہمیں تاراج کیا۔ ہم ان سے کسی بھلائی کی امید رکھیں جنہوں نے ہماری تکا بوٹی کر ڈالی، ہمارے اوپر ہمارے درمیان سے ضمیر فروش، ابن الوقت اور منافقوں کو چن کر اپنا چوکیدار کھڑا کر دیا۔ ہم ان سے کوئی گلہ وشکوہ کریں جنہوں نے ہماری مرکزیت یعنی خلافت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور ہمیں سرحدوں میں اقوام وقبائل میں تقسیم کرکے ہمارے ٹکڑے کر ڈالے۔ ہم ان سے مسیحائی کی تمنا کریں جنہوں نے آج ہمیں دنیا بھر میں اس ذلت کے کگار پر لا کھڑا کیا، تو ایسے سادہ لوحوں کا کیا کیا جائے۔

دینا حیران ہے کہ سیریا کی جنگ آزادی میں مسلمان چار دانگ عالم سے شرکت کیلیئے کیوں ٹوٹے پڑ رہے ہیں؟ مغربی مبصرین اسکی مختلف توجیہات کر رہے ہیں، انکے تجزیہ نگار اس پر شب وروز تبصرے لکھ رہے ہیں۔ ایسا نہیں کہ وہ اس حقیقت سے آگاہ نہیں جو انہوں نے ملت اسلامیہ کے ساتھ روا رکھا، بلکہ برملا اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے انکی ہمت جواب دے جاتی ہے، ان پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے کہ دنیا بھر میں نوجوانان اسلام کے دلوں میں صلیبی جرائم کا زخم اب نا قابل برداشت ہو رہا ہے۔ ان کے دلوں میں صدیوں سے دبی چنگاریاں آج سیریا میں تباہ کاریوں کے ملبوں سے شعلہ بن کر بھڑک اٹھی ہیں۔

خلاصۂ بحث

سقوط خلافت اور نئے شیطانی عالمی نظام کا قیام

3 مارچ 1924ء کو خلافت عثمانیہ کے باقاعدہ سقوط کے اعلان کے ساتھ ہی یہود و نصاری نے دنیا میں ایک نئے عہد کا آغاز کیا۔ یہ نیا عہد ایک ایسے یہودی و صلیبی عہد کا آغاز تھا جسے نئے عالمی نظام (new world order) کا نام دیا گیا۔ اس نئے یہودی و صلیبی عالمی نظام کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ عالمی کردار کی حامل سلطنت اسلامیہ (خلافت) تھی۔ سو اس خلافت کے سقوط کے ساتھ ہی یہود و نصاری کیلئے نئے عالمی نظام کے نفاذ کا راستہ ہموار ہو گیا۔ انسانیت کے یہ دشمن اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھے کہ عالم اسلام جلد ہی اپنے زوال کی گرد جھاڑ کر اٹھے گا۔

امریکہ کی گریٹ سیل (مہر) پر لاطینی میں نیو ورلڈ آرڈر کا نعرہ، 1935 سے یہ علامت ایک ڈالر کے امریکی نوٹ پر طبع ہونے لگی۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں ایک آنکھ دجال کی طرف اشارہ ہے جو ماسونی ابلیسی نظام کی خاص علامت ہے۔ ماسونی و صلیبی طاقتیں زناکاری و شراب اور اخلاقی اقدار کو منہدم کر کے ظہور دجال کیلئے دنیا بھر میں ماحول ساز گار کر رہی ہیں۔ تا کہ کمزور دینی و اخلاقی ماحول میں دجال کا جادو بآسانی چل سکے۔ یہ امر چنداں باعث حیرانی نہیں کہ اسلام کے خلاف یہودیوں اور ابلیس کا براہ راست تعلق قائم ہے۔

اسلام غلامی قبول نہیں کرتا، اسلام سربلندی کیلئے آیا ہے وہ مغلوب ہو کر نہیں رہ سکتا(1)۔ لہذا اس بات کو یقینی بنانے کیلئے کہ عالم اسلام دوبارہ اپنا متحدہ محاذ بنا سکے اور نہ ہی اسکی نشاۃ ثانیہ کی کوئی کوشش کامیاب ہو، انہوں نے اسلامک ورلڈ میں ایسے مراکز کی نشاندہی کی جو عالم اسلام کے اتحاد کی کلید ہیں، جہاں سے اسلام کے کارواں کو نئی زندگی ملتی ہے، وہ مراکز ہیں:

- **بلاد الحرمين الشريفين** (جزیرۃ العرب) موجودہ سعودی عرب، **اسلام کے ایمان وعقیدہ کا مرکز**

[1] - الإسلام يعلو ولا يعلى عليه. اسلام غالب رہنے والا ہے، یہ مغلوب ہو کر نہیں رہ سکتا رواه البيهقي۔

- **مسجد اقصی** (فلسطین)، **مسلمانوں کی عسکری قوت کی علامت**

چنانچہ جب تک مسجد اقصی مسلمانوں کے قبضہ میں رہی اور فلسطین آزاد رہا، مسلمان پوری دنیا میں فوجی و عسکری طور پر برتر رہے۔ یہ ناممکن ہے کہ مسلمانوں میں دم خم باقی ہو اور مسجد اقصی و فلسطین غیروں کے قبضہ میں ہو۔ یہی وجہ کہ مسجد اقصی کی آزادی ہمیشہ مسلمانوں کی عزت و افتخار اور فوجی و عسکری برتری کی علامت رہی۔ جب سے مسجد اقصی ہمارے ہاتھوں سے جاتی رہی مسلمانوں پر ضعف و انحطاط کی مہر ثبت ہو گئی۔

- **دمشق** (موجودہ سیریا اور قدیم شام کی راجدھانی)، **عالم اسلام کا مرکز امن وامان**

تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کی سب سے بڑی حکومت (بنو امیہ) اسی مرکز پر قائم ہوئی۔ جب بغداد کی خلافت عباسیہ شیعوں کے نرغہ میں صدیوں کراہتی رہی، تب بھی اسلام کا پرچم نور الدین زنگی و صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں میں اس سرزمین پر سربلند اور دشمنوں کے ہر حملہ کو پسپا کرتا رہا۔ جب شیعوں کے ہاتھوں دین اسلام کی تحریف کی تحریکیں اپنے عروج پر تھیں اس وقت بھی اس سرزمین سے وہ اوالعزم علماء اٹھے جنکے ذکر سے تاریخ اسلامی روشن و تاباں ہے۔ اور جب تاتاریوں کے ہاتھوں خلافت عباسیہ تاراج ہوئی، پورا عالم اسلامی روند ڈالا گیا تو اسی سرزمین پر معرکہ عین جالوت میں تارتاریوں کو شکست فاش ہوئی۔ یہ سرزمین ہمیشہ ہی امت مسلمہ کیلئے امن امان اور سیاسی منصوبہ بندی کا مرکز رہی۔ سیریا میں مسلمانوں کی حکومت کے بغیر آزادیِ فسلسطین کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

مراکز اسلام میں صلیبی کارندوں کی حکومتوں کا قیام

بقول اردنی مفکر ڈاکٹر اکرم حجازی یہ وہ تین مرابط، اسلام کے قلعے ہیں جہاں انتہائی شاطرانہ انداز میں صلیبیوں نے ایسی طاقتوں کو کھڑا کیا، انہیں اتنا طاقتور بنایا کہ ان کی موجودگی میں ان مراکز سے دوبارہ اسلام کا عروج ممکن نہ ہو سکے(1)۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اسلام کے ان تینوں مراکز میں قائم حکومتوں کا قیام ایک ہی عہد میں (زوال خلافت کے ساتھ) اور ایک ہی طاقت (یہودی و صلیبی اتحاد) کے تعاون سے عمل میں آیا۔ مسلمان ذہنی و فکری زوال کی اس حد تک ڈھکیل دئے گئے کہ یہ حقائق انکے ذہن و خیال سے یکسر محو ہو گئے۔ وہ اپنے زوال کے مختلف اسباب ڈھونڈتے رہے، اور انہیں سرا ہاتھ نہ آیا۔ دنیا میں جب تک ان تینوں مراکز میں مسلمانوں کی مخلص، متحد اور متعاون حکومتوں کا قیام عمل میں نہیں آتا تب تک دنیا بھر میں مسلمانوں کو کہیں بھی عزت نہیں مل سکتی۔ بلاد حرمین حجاز (موجودہ سعودی عرب) کی حالت عالم اسلام میں وہی کر دی گئی جو علامہ اقبال نے کبھی ہندوستان کے بارے میں کہی تھی:

1- ملاحظہ ہو "الندی" چینل پر اکرم حجازی کا تفصیلی پروگرام جو یوٹیوب پر اس عنوان سے دیکھا جا سکتا ہے: اکرم حجازی رؤیة عميقة لكيفية تفكيك العالم الاسلامي ولماذا سوريا اختلفت عن باقى دول الثورات العربية.

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت   نادان سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

سعودی حکومت کے اندر اگر اسلام کی کوئی رمق ہوتی تو ان کیلئے اس بات کا بھرپور امکان تھا کہ وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو انکی امیدوں اور امنگوں کی قیادت فراہم کرتی جیسا کہ شاہ فیصل کے زمانہ میں مسلمانوں کو اسکا گمان بھی گذرا۔ لیکن آل سعود ہمیشہ اپنی گدی کی فکر میں رہے ، عالمی سطح پر مسلمانوں کے کاز سے مکمل دستبرداری انکی پالیسی کا بنیادی محور رہی جو صلیبیوں (امریکہ ویورپ) کا طے کردہ ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں بااثر مسلم شخصیات و اداروں کی وفاداری خریدنے کیلئے امدادات کے کچھ ٹکڑوں کے سوا ارض حرمین سے اٹوٹ وابستگی رکھنے والی امت کے تعلق سے انکی سیاست حجاز کے صحرا سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ ملت اسلامیہ اپنے مرکز توحید کی بے انتہاء ثروتوں کے باوجود پوری دنیامیں بے بسی کا شکار رہی۔ منبع اسلام کی ثروتوں کے دھارے اعدائے اسلام کی زمین کو سرسبز وشاداب کرتے رہے۔ کل تک بات ڈھکی چھپی بھی تھی اب تو اعلانیہ یہ حقیقت بے نقاب نظر آتی ہے۔ مصر میں مرکز حرمین کی ثروت اسی مسکین ملت پر آمرانہ حکومت کو مسلط کرنے میں پانی کی طرح بہائی جارہی ہے۔ یمن میں شیعوں کو اقتدار اور فوجی طاقت انہیں کے پروردوں نے دی۔ فلسطین میں حماس کی مخالفت کے اسباب ملت کی سمجھ سے باہر ہیں۔ اب تو ہر سو ایک حقیقت عیاں نظر آتی ہے کہ وہ اس بات پر کمر کس چکے ہیں کہ مسلمانوں کی امنگوں پر اترنے والی کوئی حکومت عالم عرب میں کہیں بھی قائم نہ ہونے دیں۔ صلیبی پالیسیوں پر گامزن حکومتیں ہر حال میں برقرار رہیں۔ بادشاہت وڈکٹیر شپ کی چکیوں میں یہ ملت یوں ہی پستی رہے۔

قطر ایک ایسا خلیجی ملک ہے جس نے انکے ڈگر سے ہٹ کر مسلمانوں کی مدد فلسطین وسیریا اور مصر ہر جگہ کی تو انہوں نے اسکا ناطقہ بند کر دیا، اپنے سفیر واپس بلالئے، اسے وجود سے مٹادینے کی دھمکی دینے لگے۔ یہاں تک کہ قطر سعودی عرب کی راجدھانی میں انکی شرائط کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو گیا۔ اب انکے دعویِ اسلام کے سامنے جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ ہم کیسے فریب میں ڈالے گئے اور ہمیں کس طرح بیوقوف بنایا جاتا رہا، ہماری عقل کی رسائی وہاں تک ہو ہی نہیں سکتی کہ ہم انہیں سمجھ پائیں اور جس دن ایسا ہو جائے وہ دن اس ملت کی حیات میں ایک تاریخی موڑ ہو گا۔

ملت اسلامیہ کی ثروت پر صلیبی قبضہ

ذرا غور کریں عالم عرب میں زیر زمین پوشیدہ دولت جو پوری امت کا سرمایہ تھی اس پر کس طرح صہیونی و صلیبی طاقتوں نے اپنے ناگ بٹھادئے کہ پوری ملت دنیا بھر میں مسکنت کا شکار ہے جسکی مثال اس امت کی تاریخ میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی لیکن دولت کے بہتے ہوئے سرچشموں سے اس ملت کو پھوٹی کوڑی نہیں ملتی، دوسری طرف پوری دنیا میں غیر اسلامی دنیا دولت کے انہی سرچشموں سے اقتصادی ترقی کے منازل طے کر رہی ہے۔ کیسی ستم ظریفی ہے!

ایک بڑا پروپیگنڈہ کیا گیا کہ سعودی حکومت ارض حرمین کے امن و امان کیلئے ضروری ہے، انہوں نے اپنے لئے خادم حرمین شریفین کا لقب بھی اختیار کر لیا۔ کتنا بڑا فریب ہے امت محمدی کے ساتھ۔ ثروتوں کے وہ خزانے جو اللہ نے مرکز توحید میں عطاء کئے وہ کعبہ سے وابستہ امت کیلئے نہیں بلکہ اسکے اعداء کی خدمت اور ان مٹھی بھر لوگوں کی تعیشات کیلئے پانی کی طرح بہائے جاتے ہیں جبکہ بے گور و کفن امت کی تن پوشی کیلئے شام سے برما تک چادر بھی میسر نہیں۔ اسلام کی روح تو یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک ایک مومن کی جان کی حرمت کعبہ سے بڑھکر ہے (1)۔ یہ کعبہ اور اسکی دولت پر حاوی کیسے مسلمان ہیں جن کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، باطل قوموں کا بھی یہ شیوہ نہیں بھلا ایک مسلمان کا شیوہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہماری تاریخ تو یہ رہی ہے کہ جب ہزاروں کیلو میٹر دور سے ایک عورت حاکم وقت کو آواز دیتی ہے "وامعتصماہ" معتصم تم کہاں ہو، تو خلیفۂ وقت اپنے لشکر جرار کے ساتھ دشمن کے سر پر کھڑا ہوتا۔ اللہ نے منبع توحید میں ثروتوں کے وہ چشمے بہائے کہ عہد حاضر کی سب سے طاقت ور سلطنت کھڑی کی جاسکتی تھی۔ لیکن جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ ایک صدی ہونے کو ہے آج تک معدنی ذخائر اور پٹرول کی ثروت کا 75 فیصدی صلیبی امریکہ ویورپ کو جاتا ہے اور بقیہ حصہ ملت کے اوپر مسلط ان مٹھی بھر لوگوں کی عیش و عشرت پر صرف ہوتا ہے، یہ وہ حقیقت ہے جسکا اعتراف خود سعودی وزیر پٹرول امریکہ کی سرزمین پر پوری دنیا کی میڈیا کے سامنے کر چکے ہیں کہ پٹرول کی آمدنی کا صرف پچیس فیصد ہی سعودی عرب کے حصہ میں آتا ہے، جبکہ 75 فیصد ان کی کمپنیوں اور حکومتوں کے کھاتے میں جاتا ہے۔

اسلامی حمیت کا انہیں ذرا بھی پاس ہوتا تو انکے پڑوس میں برسہابرس سے جاری لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام، ہزاروں ماں بہنوں کی عصمت دری ان کی عیش و عشرت میں ذرا بھی مخل نہ ہوتی۔ اکیلا ایران عالم عرب کے سارے شیعوں کے ساتھ میدان میں کھلے عام کود پڑا ہے۔ یہ دسیوں مل کر اسکا جواب نہ دے سکتے۔ لیکن یہ تو اسلام کے نام سے، دین کا نام لینے والے مسلمانوں سے ایسے گھبراتے ہیں جیسے کوئی انسان شیر سے گھبرائے۔ اگر ان کے اندر تھوڑی بھی حیا ہوتی، اسلام کی کوئی رمق ہوتی تو دنیا کی خاطر ہی صحیح برما کے مسلمانوں کو ہی نہ اٹھا لیتے۔ یہ اپنی لیبر ضروریات پوری کرنے کیلئے ملینوں لوگوں کو اپنی سرزمین پر بلاتے ہیں، انکی لیبر ضروریات بھی پوری ہو جاتی اور ران علاقوں میں جہاں ایران کے اشاروں پر شیعہ شہروں پر قبضہ کر رہے ہیں، وہاں آبادی کے تناسب کا توازن بھی قائم رہتا۔ لیکن یہ باتیں کب اچھی لگتی ہیں۔ جب کوئی بنیاد ہو یہاں تو ماہیت ہی الگ ہے۔ انکی ماہیت کو سمجھنے کیلئے بقول مفکر کویتی ڈاکٹر عبد اللہ النفیسی (2) قلب عالم اسلام میں قائم حکومتوں کی ماہیت کو تین اہم نکات میں سمجھا جاسکتا ہے:

---

1 - وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ حُرْمَةً مِنْكِ (رواه ابن ماجة)

2 - افسوس کہ حال میں ہی سعودی عرب نے کویت کی گوش مالی کر کے، کویتی حکومت کی آزادیٔ رائے کی پالیسی تبدیل کرادی، اسکا سب سے پہلا نشانہ ڈاکٹر عبد اللہ النفیسی ہوئے اور انکے ساتھ ہی طارق السویدان بھی۔ اب ان کے بولنے پر پوری طرح پابندی عائد ہے۔

سیاسی سرکشی: ان حکومتوں کی سیاست سرکشی پر مبنی ہے، مٹھی بھر لوگ (حکمران طبقہ) نے پوری امت کے فیصلہ کا اختیار اپنے ہاتھوں میں لے رکھا ہے، امت پوری طرح کنارے لگادی گئی۔ خلیجی ممالک کے یہ حکمران اپنی رعایا سے کہتے ہیں کہ تمہارے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، علاج و دوا سب کی ذمہ داری حکومت پر ہے تمہیں کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں۔ گویا اس امت کی حیثیت جانوروں سے زیادہ نہیں جنکے سامنے فقط چارہ ڈال دیا جائے اور کھونٹے سے باندھ دیا جائے۔ انہیں کسی بھی طرح کی جدوجہد، سوچ و فکر اور اعلیٰ تعلیم کے حصول سے روک دیا جائے۔ زندگی کی تعیشات سے آگے نہ کسی طرح کی حرکت کی اجازت ہو نہ ہی سوچ و فکر کی۔ آزادئ رائے کا حق سلب کر کے فکر و عمل پر پہرے بٹھادئے جائیں۔ ایسی صورتحال میں صلاحتیں کہاں سے پروان چڑھ سکتی ہیں، ایسی قوم اس ترقی یافتہ دور میں کیسے شامل ہو سکتی ہے، یہ اپنے دشمنوں کا مقابلہ کس طرح کر سکتی ہے؟

امت کی ثروتوں پر قبضہ: خلیجی ممالک میں قائم حکومتوں کا ایک بڑا امتیاز یہ ہے کہ انہوں اپنے ایک ہاتھ میں اقتدار کی باگ ڈور سنبھالی ہوئی ہے تو دوسرے ہاتھ سے قوم کے سرمایہ پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ دولت کے قدرتی ذخائر کے ساتھ ساتھ حکمران خاندان خطہ کی تجارت پر پوری طرح قابض ہیں۔ یہاں بھی عوام کنارے لگادئے گئے۔

بیرونی طاقتوں کی غلامی: ان حکمرانوں کی خود مختاری فقط اتنی ہے کہ وہ دولت کا انبار جمع کیا کریں اور داد عیش دیتے رہیں بقیہ داخلہ و خارجہ پالیسی اور ملک کے مستقبل کا رخ صلیبی طاقتوں کے ہاتھوں میں سونپ دیں(1)۔

مرکز توحید میں الحاد کی آبیاری

سعودی عرب میں اس وقت ایک بڑی خطرناک پالیسی پر عمل جاری ہے۔ ایک طرف ملک کے اندر لادین طبقہ کھڑا کر دیا گیا ہے، جو میڈیا اور پالیسی ساز اداروں پر حاوی ہو چکا ہے۔ ایک مدت تک اس طبقہ اور علماء کے درمیان اخبارات، مساجد کے منبروں، عوامی حلقوں میں جنگ جاری رہی۔ اب جبکہ حکومت نے علماء کو پوری طرح بے دست و پا کر دیا ہے تو لادین "سیکولر" طبقہ پوری آزادی کے ساتھ ملک پر چھا گیا ہے۔ سعوی سماج کو الحاد کی طرف ڈھکیلنے کیلئے سعودی نوجوانوں کی بڑی تعداد امریکہ ویورپ تعلیم کے نام پر بھیجی جارہی ہے، جن میں لڑکیوں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ ذرا تصور کیجئے وہ ملک جہاں امریکہ ویورپ کی عورتیں بھی سر ڈھانک کر نکلتی تھیں، اب اس ملک کی بیٹیاں بے پردہ امریکہ ویورپ بھیجی جاتی ہیں۔ مقصد واضح ہے اور مشاہدہ بھی یہی ہے کہ سعودی عرب کے بڑے بڑے مول میں اب مسلم بیٹیاں سرعام بے پردہ نکلنے لگیں۔

---

1 - تفصیل کیلئے دیکھئے یوٹیوب پر ڈاکٹر عبد اللہ النفیسی کا انٹرویو بعنوان: لقاء مع الدكتور عبد الله النفيسي بعد أحداث تونس ومصر.

کل تک ابن باز اور جبرین و عثیمین جیسے علماء تھے جو اسلامی مظاہر کو باقی رکھنے کیلئے حکومت کے سامنے سینہ سپر تھے، اب انکے اٹھ جانے کے بعد جو بھی رہ گئے انہیں صاف ہدایت دے دی گئی کہ اپنی زبان بند رکھیں۔ ایک مشہور جواں سال عالم ہیں شیخ عریفی انہوں نے لوگوں کے اصرار پر ایک پروگرام میں کہہ دیا کہ اب وہ کچھ نہیں کہہ سکتے اس لیئے کہ انہیں خادم الحرمین الشریفین شاہ عبد اللہ نے اپنی زبان بند رکھنے کی ہدایت دی ہے۔ کل تک انقلاب شام پر شعلہ بار تقریریں کرنے والے یہ پر جوش مقرر اب کسی گوشۂ گمنامی میں پڑے ہیں۔ ان کی کیا پوچھیں انکی تو اصل ہی شامی تھی، بے چارے اپنے ملک نہیں جاسکتے، خود سعودی علماء میں بڑے بڑوں کو ایسا کنارے لگایا گیا، انکی ویب سائٹ اڑادی گئی، انہیں گوشۂ گمنامی میں ڈھکیل دیا گیا کہ اب کوئی انکے نام و نشان سے واقف نہیں۔ لیکن الحاد کی سب سے خطرناک کوشش لاکھوں کی تعداد میں سعودی نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو مغربی ممالک تعلیم کے نام پر بھیجنے کا عمل ہے۔ ایک طالب علم پر جو خرچ آتا ہے اس سے نہ صرف برے وقت میں امریکی ایکونومی کو مدد دی گئی بلکہ ایک بڑی تعداد کو اسلام سے دور کیا گیا۔ یعنی وہی مصر والا نسخہ، اسلام کو دلوں سے نکالدو پھر اسلام کے نام پر کوئی مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔ علماء اور اسلام کے نام لیواؤں کی عوامی بنیادوں کو ہلا دیا جائے، ان کے سامنے لادین اور اسلام سے نفرت کرنے والوں کی ایک تعداد کھڑی کر دی جائے، ان سے کہا جائے کہ تمہیں لوگ پسند نہیں کرتے۔ تمہارے مطالبوں کو عوامی حمایت حاصل نہیں۔

عربین بزنس ڈوٹ کوم، 5 جون 2014 کے اپنے شمارے میں سعودی عرب کے مشہور لادین اخبار "الوطن" کے حوالہ سے کہتا ہے:

وطن اخبار کے مطابق اس وقت امریکہ میں ایک لاکھ 10 ہزار سعودی طلباء و طالبات حکومت کے خرچ پر موجود ہیں۔ جن سے امریکی حکومت کو سالانہ 3.2 بلین ڈالر کا فائدہ ہوتا ہے۔ ذرا سوچیئے اگر امریکہ پاکستان کو سالانہ ایک بلین کی مدد کی پیش کش کرے تو اس بھیک کی قیمت چکاتے چکاتے پاکستان کی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ یہ تو صرف امریکہ کا معاملہ ہے، انگلینڈ، کناڈا اور دوسرے صلیبی ممالک کو شامل کر لیا جائے تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نونہالان اسلام کی کتنی بڑی تعداد صلیبیوں کے آغوش تربیت میں دی گئی ہے، دوسری طرف اس عمل کے ذریعہ جس طرح صلیبیوں کی اقتصادی بہبود کا کام کیا جاتا ہے اس سے تو یہی نظر آتا ہے کہ یہ چھوٹا بڑا کوئی راستہ نہیں چھوڑتے جس کے ذریعہ ارض حرمین کی ثروت صلیبیوں کی جھولی میں نہ ڈالی جائے۔ لیکن ایک طویل مدتی مقصد جو اسکے پیچھے کار فرما ہے وہ ہے۔ الحاد کی آبیاری۔ روتانا خلیج چینل پر 17/02/2014 کو ایک مشہور پروگرام "لقاء الجمعہ" میں سعودی شیخ عبد العزیز الفوزان کہتے ہیں: تعلیم کے نام پر جو سعودی طلباء مغربی ممالک بھیجے جاتے ہیں ان میں کتنے ہی دین اسلام سے مرتد ہو کر اپنی گردنوں میں صلیب لٹکائے واپس آئے ہیں۔ آئے دن سعودی عرب کی سوشل میڈیا اور غیر حکومتی سائٹس پر خبریں آتی رہتی ہیں کہ سعودی، طلباء و طالبات درجنوں کی

تعداد میں دین اسلام سے برگشتہ ہو کر عیسائیت کی آغوش میں جارہے ہیں۔ ان میں کچھ لوگوں کی دین میں واپسی کے واقعات اتنے مشہور ہوئے کہ ہر خاص و عام اس سے واقف ہے۔ لیکن ان والدین پر کیا گذری اپنے جگر گوشوں کو دوبارہ دین پر واپس لانے میں، اور ان پر کیا گذرتی ہے جو اپنے جگر گوشوں کو کھو بیٹھے۔ کس نے چھینا انکے نونہالوں کو؟ کون ہیں جو ملت کے فرزندوں کا سودا کررہے ہیں؟ اور ان نوجوانوں کا کوئی کیا پوچھے جو کفر والحاد کی مرکزوں سے اپنا دل دھو کر آتے ہیں۔ کس طرح کا سماج سعودی عرب میں پروان چڑھانے کی کوشش ہو رہی ہے اسکا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

کل تک حکومت علماء کی مدارات سے قائم تھی، سو وہ بظاہر علماء کی رعایت کرتے تھے، اب انہیں اتار پھینکنے میں مستقبل نظر آتا ہے تو اب سعودی عرب کے علماء کی حالت ایسی قابل رحم ہے کہ کوئی اس حالت کی تمنا نہ کرے۔

اسلام کے دوسرے مقبوضہ مراکز

جب یہ حالت ہے اس مرکز کی جو اسلام کا منبع و سرچشمہ ہے تو فلسطین و سیریا کی صورت حال سب کے سامنے ہے۔ زیر نظر کتاب میں اب تک انہیں دونوں مراکز کے بارے میں بحث کی گئی ہے، اسلئے اس پر مزید کسی تفصیل میں جائے بغیر اس حقیقت کی طرف اشارے پر اکتفاء کیا جائے گا کہ آخر سیریا کے انقلاب میں مسلمانوں کو اتنی بڑی جانی و مالی قیمت کیوں چکانی پڑ رہی ہے؟ صلیبی طاقتیں کل تک سیریا میں لاکھوں مسلمانوں کے قتل سے اپنی آنکھیں ٹھنڈا کرتی رہیں اور آج وہ داعش کے بہانہ خطہ میں قائم اپنے ستون کی حفاظت کیلئے کھلے عام میدان میں کیسے کود پڑیں؟ اس پوری کتاب کی ورق گردانی کے بعد اس سوال کا جواب بالکل واضح ہو گا کہ صلیبی سیریا میں اپنے گارڈ کی حفاظت کیلئے اس وقت داعش کے بہانے بذات خود کود پڑے ہیں۔ وہ اپنے مہروں کی حفاظت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انقلاب شام صلیبی و یہودی اتحاد کیلئے ایک خطرناک پیغام بن چکا ہے۔ اب عالم اسلام کے مراکز پر مغربی تسلط کی بنیادیں ہلتی نظر آتی ہیں۔ اس سلسلے میں دو حدیثیں ہماری رہنمائی کرتی ہیں جو موجودہ حالات پر پوری طرح منطبق ہوتی ہیں:

پہلی حدیث حضرت عبد اللہ بن حوالہ ازدی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ستنجدون أجنادًا، جُنْدًا بالشام، وجُنْدًا بالعراق، وجندًا باليَمَن", قال عبد الله: فقمت، قلت: خِرْ لي يا رسول الله! فقال: "وعليكم بالشام، فمن أبى فليلحق بيمنه، وليستق من غُدُره، فإن الله -عز وجل- قد تكفَّل لي بالشام وأهله" (1) .

1 - یہ حدیث اعلی درجہ کی صحیح حدیثوں میں شمار ہوتی ہے، اسلئے کہ چار مختلف سندوں سے اسکی روایت ابوداؤد، احمد، حاکم اور طحاوی نے کی ہے۔

ایک وقت آئیگا جب تمہاری مختلف فوجیں ہونگیں، ایک شام میں، ایک عراق میں اور ایک یمن میں، تو حضرت عبد اللہ نے پوچھا: یا رسول مجھے کس فوج کو اختیار کرنا چاہئے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ شام کی فوج میں شامل ہونا، اور جو یہ نہ کر سکے تو وہ یمن کی فوج سے جا ملے، اور انکے چشموں کا پانی پیے، (انکے ساتھ بود وباش اختیار کرے) ویسے اللہ نے میرے لئے (یعنی دین اسلام کیلئے) اہل شام (کے اخلاص ووفا) کی گارنٹی دی ہے۔

اس وقت قلب عالم اسلام میں بعینہ یہی صورتحال قائم ہوچکی ہے۔ ان تینوں ملکوں میں مسلمانوں کی فوجیں تشکیل پاچکی ہیں جو باطل سے برسرپیکار ہیں۔ اس حدیث میں شام کی فوج کو پہلی ترجیح قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ عراق سے اٹھنے والی فوج کے بارے میں حدیث نبوی خاموش ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ عراق سے اٹھنے والی فوج داعش نے اب تک حکمت کو راہ نہیں دی ہے۔ اس نے اپنی غلط پالیسیوں، معتبر علمائے دین کے مشوروں اور وسیع تر ملی مفادات کو نظر انداز کر کے جس عاقبت نااندیشی کا ثبوت دیا ہے اس سے اس تنظیم کے ساتھ ملت کے مستقبل کی امیدیں ابھی تک اندیشوں میں گھری ہوئی ہیں۔ ادھر یمن میں شیعہ حوثیوں، مغربی طاقتوں اور منافقین کے خلاف مسلمانوں کی ایک الگ فوج تشکیل پاتی جارہی ہے۔

یہاں بہت سارے ذہنوں میں ابھرنے والے سوالات بجا ہیں کہ صلیبی طاقتوں اور انکی حمایت یافتہ مضبوط حکومتوں کے سامنے ان فوجوں کی حیثیت ہی کیا؟ لیکن اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ امریکہ اپنی پوری قوت کے باوجود افغانستان میں طالبان کو شکست نہیں دے سکا، بلکہ بھاگنے کا راستہ ڈھونڈ رہا ہے۔ ٹھیک اسی طرح اب دنیائے اسلام کے قلب میں قائم کٹھ پتلی حکومتوں اور مغربی طاقتوں کیلئے ان فوجوں کو ختم کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ عالم عرب میں ایک ایسے مرکز کی ضرورت تھی جہاں سے مسلمان باطل طاقتوں کے ساتھ برسرپیکار ہوسکیں، جہاں سودوزیاں سے اوپر اٹھ کر دلوں میں اسلام کا سودا سما جائے، جہاں مسلمان کسی حکومت اور پالیسیوں سے آزاد ہو کر اپنے لہو سے اپنے مستقبل کی راہیں بناسکیں سو وہ دشمنوں نے سیریا میں آزادی کی جنگ کو طول دے کر فراہم کر دیا ہے۔ اسی طرح ملت اسلامیہ میں بڑھتی ہوئی بیداری اور ذرائع ابلاغ کے دور میں عالم عرب کی حکومتوں کیلئے اپنے موقف و کردار کا دفاع بھی آسان نہیں ہوگا۔ امید کی جاتی ہے کہ آنے والے دنوں میں یہ لہریں مزید طغیانی اختیار کریں گی یہانتک کہ عالم عرب میں قائم یہ حکومتیں اسکے سیلاب میں بہہ جائیں گی۔ یہ وہ اندیشے ہیں جس سے مغرب بھی پوری طرح باخبر ہے۔ مشہور اسکوٹش مستشرق H.A.R. Gibb اپنی مشہور کتاب Modern Trends in Islam میں بجا طور پر لکھتا ہے:

اسلامی تحریکیں ایسے حیران کن طریقہ سے پروان چڑھتی ہیں کہ اسکے سامنے عقل انسانی مبہوت رہ جاتی ہے۔ یہ ایسے طوفان کی شکل میں نمودار ہوتی ہیں کہ مبصرین اسکی ماہیت کو سمجھ پانے سے قاصر ہوتے ہیں۔ تحریک اسلامی کو فقط ایک نئے سلطان صلاح الدین کا انتظار

ہے(1)۔اس سلسلے میں ایک دوسری حدیث جسکا ذکر اوپر ہوا اس امکان کی طرف واضح اشارہ کرتی ہے، مسند امام احمد کی جامع الصغیر کی پہلی روایت ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تكون النبوة فيكم ما شاء الله أن تكون، ثم يرفعها الله إذا شاء أن يرفعها، ثم تكون خلافة على منهاج النبوة فتكون ما شاء الله أن تكون، ثم يرفعها الله إذا شاء أن يرفعها، ثم تكون ملكًا عاضًا فيكون ما شاء الله أن يكون، ثم يرفعها إذا شاء الله أن يرفعها، ثم تكون ملكًا جبرية فتكون ما شاء الله أن تكون، ثم يرفعها الله إذا شاء أن يرفعها، ثم تكون خلافة على منهاج النبوة، ثم سكت (2).

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک اللہ کی مرضی ہوگی تمہارے درمیان نبوت رہے گی (یعنی آپ ﷺ کی ذات گرامی) پھر جب اللہ رب العزت چاہے گا اسے اٹھالیگا۔ پھر خلافت علی منہاج النبوۃ کا عہد آئے گا، یہ خلافت اس وقت تک رہے گی جب تک رب کائنات کی منشا ہوگی، پھر یہ خلافت بھی اٹھالی جائے گی۔ پھر وراثتا بادشاہت کا دور شروع ہوگا جب تک اللہ کی مرضی ہوگی یہ بادشاہت جاری رہے گی۔ پھر آمریت (ڈکٹیٹر شپ) کا عہد آئے گا اور یہ آمریت بھی بالآخر اللہ کی مرضی سے اپنی انتہا کو پہونچے گی۔ اس آمریت کے بعد ایک بار پھر خلافت علی منہاج النبوہ قائم ہوگی، پھر آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمالی۔

یہ عظیم حدیث ملت اسلامیہ کی تاریخ کی آئینہ دار ہے۔ اس حدیث میں امت مسلمہ پر قائم ہونے والی حکومتوں کی جو پیشن گوئی کی گئی تھی وہ بعینہ ہماری تاریخ رہی ہے۔ آج ہم اپنی تاریخ کے آخری عہد یعنی آمریت (ڈکٹیٹر شپ) سے گذر رہے ہیں۔ اور اب فرزندان ملت اسلامیہ پورے شعور کے ساتھ ایک نئے عہد کیلئے راستہ ہموار کرنے کو کمر کس چکے ہیں۔ لہذا وہ آمریت جو مصر و الجزائر، لیبیا و عراق اور خلیجی ریاستوں کے ساتھ پوری اسلامی دنیا میں یہود و صلیب کے تعاون سے قائم ہے آج پوری طرح خوف زدہ اور لرزہ بر اندام ہے۔ سیریا میں نصیری حکومت کا زوال ان ساری طاقتوں کے حقیقی زوال کا آغاز ہوگا۔ انقلاب شام اس پورے خطہ میں حقیقی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ شام میں مسلمانوں کو وہ مرکز مل جائے گا جسکے بارے اللہ کے رسول ﷺ نے امت کو بشارے دی ہے، اعدائے اسلام جتنی چاہیں جتن کرلیں، خواہ بشار الاسد کو بدل کر (فی الحال جسکے کوئی آثار نہیں) کچھ ضمیر فروشوں کو وقتی طور پر بٹھانے میں کامیاب بھی ہوجائیں لیکن غلامی کی ٹوٹی ہوئی زنجیریں دوبارہ جوڑی نہیں جاسکتیں۔ اب تحریک آزادی کا سفر روکا نہیں جاسکتا۔ اخیر زمانہ میں عالم اسلام کی آزادی کا بگل اسکے مرکز میں بج چکا ہے۔

---

[1] - الاتجاهات الحديثة في الإسلام – ص563

2- مسند الإمام أحمد، وروى الحديث أيضًا الطيالسي والبيهقي في منهاج النبوة، والطبري، والحديث صححه الألباني في السلسلة الصحيحة، وحسنه الأرناؤوط۔ یہ مسند احمد کی روایت ہے، اس حدیث کی روایت طیالسی نے بھی کی ہے۔ بیہقی نے منہاج النبوہ میں یہ حدیث روایت کی ہے، محدث البانی نے اپنی کتاب سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ میں اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، اسی طرح محدث ارناؤط نے اس حدیث کو حدیث حسن قرار دیا ہے۔

ضمیمہ اول

Annexure-1

دنیائے اسلام کے سامنے شیعی چیلنج

عالم اسلام میں چہار سو پھیلے ہوئے انتشار، بھڑکتے ہوئے شعلوں اور قتل وو غارت گری کے عام مناظر میں ہر جگہ ایک ہیولا مسلمانوں کا پیچھا کرتا نظر آتا ہے جو کل بھی اس امت کیلئے بڑا چیلنج تھا اور آج بھی ہے۔ یہ شبیہ تاریخ اسلامی کے صفحات پر اپنی دہشت کیلئے بڑی جانی پہچانی ہے۔ جو مسلمانوں کے زوال کیلئے کوشاں اور اعدائے اسلام کے شانہ بشانہ چلتی رہی۔ آج حالات متقاضی ہیں کہ نئے عہد کے چیلنجز میں گھر کے اندر کے اس سب سے بڑے چیلنج کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

امت مسلمہ کے سامنے عہد جدید کا قدیم چیلنج

مسلمانوں کے خلاف سیریا میں جاری قتل عام میں مسلم ممالک کا جو رویہ سامنے آیا اور ہنوز آرہا ہے وہ عین انکی ماہیت کے مطابق ہے، یہ مسلمانوں کے درمیان سے اٹھنے والی حکومتیں نہیں جو انہیں مسلمانوں کا درد ہو، یہ تو اپنے صلیبی آقاؤں کے اشاروں کی غلام ہیں۔ افسوس اس وقت ہوتا ہے جب مسلمانان عالم حسرت کی ٹھنڈی سانس بھر کر رہ جاتے ہیں کہ کاش مسلمانوں کے پاس ایران جیسا ہی کوئی ملک ہوتا جو اپنی مجوسی تاریخ کی عظمت کی بحالی کیلئے کھلے عام، تنہا پوری ملت اسلامیہ سے نبرد آزما ہے۔ ہم آدھی دنیا میں پاؤں جما کر بھی اسکی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر بات کرنے کی ہمت نہیں کرپاتے۔ چنانچہ آج سیریا میں امت کے مجد واقبال کی واپسی کی ہر کوشش ایرانی بمباریوں سے ملیا میٹ کی جارہی ہے اور ہم تماشائی ہیں۔ ذرا غور کیجئے اگر اتنا بڑا قتل عام یہود وامریکہ اور یورپ کے ہاتھوں ہوتا تو کیا ہم اسی طرح خاموش رہتے ؟ نہ صرف ایران بلکہ لبنان کی شیعی فوج حزب اللہ اور عراق کے شیعہ سبھی جس طرح کھلے عام اس خوفناک جنگ کو شب وروز بھڑکانے میں لگے ہوئے ہیں اس نے اس پورے معرکہ میں شیعی عقیدہ کے عنصر کو ایسا غالب کیا ہے کہ اسلام کا عقیدۂ افتخار یتیم نظر آتا ہے۔

یہ تمہید شاید بہتوں کیلئے حیران کن ہو، لیکن تاریخ پر نظر رکھنے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ عالم عرب بالخصوص سیریا کی موجودہ صورتحال ایک بار پھر ایران وشیعیت کے حوالے سے ماضی کی تلخ یادوں کو ہمارے ذہنوں میں تازہ کردیتی ہے۔ اس میں جہاں ایک طرف کھلے عام پورے عالم اسلام میں شیعہ سنی ٹکراؤ اور باہمی جنگ وجدال گرمانے کی خطرناک کوشش نظر آتی ہے وہیں اس میں وہ الزامات اور تاریخی حقائق بھی مجسم نظر آتے ہیں جو کل بھی شیعیت کو اعدائے اسلام کے صف میں کھڑا دکھاتی تھی اور آج بھی دکھارہی ہے۔ بیرونی دشمنوں کا سامنا کرنے سے پہلے خود اپنے گھر میں اس بڑے چیلنج نے مسلمانوں کو دم بخود کردیا ہے۔ یہ صورتحال صبر اور دور رس حکمت عملی کی متقاضی ہے۔ آج آگ وخون کی ہولی کھیلنے والے یہ لوگ کل الٹے مسلمانوں پر باہمی خانہ جنگی کا الزام دھرنے والے ہونگے۔ شکست کھاکر یہ ایک بار پھر اتحاد ملت کا راگ الاپنے لگیں گے۔ مسلمانوں کو سب سے پہلے ان کا علمی وفکری سامنا کرنا ہوگا۔ انہیں تاریخ وحقائق کا آئینہ دکھانا ہوگا۔ ان سے مطالبہ کرنا ہوگا کہ وہ شیعہ وسنی عقیدہ کی کشمکش میں سب سے پہلے خوں ریزی کے حدود طے کرلیں۔

اب ریاکاری کا وقت نہیں رہا، تہران میں چند سنی دانشوروں کی میزبانی اور فریب ودغا کے دعوے چہار سو بھڑکتے ہوئے شعلوں میں بھسم ہوچکے ہیں۔ ایران نے شام میں جو آگ لگار کھی ہے اور اس سے قبل عراق میں اور اب دیکھتے دیکھتے یمن اسکی لپیٹ میں آچکا ہے، ان تباہ کاریوں کا انجام کیا ہوگا فی الحال کوئی اسکی پیشن گوئی کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ لہذا یہ وقت جراءت ودیانتداری کے ساتھ حالات کے تجزیہ اور مستقبل کے رخ کو سمجھنے کا ہے۔

اس وقت ایران مختلف مسلم ممالک میں شیعہ اقلیت کو استعمال کرتے ہوئے جس طرح جارحانہ رخ اختیار کئے ہوئے ہے وہ کوئی اچانک اور حادثاتی نہیں۔ بلکہ مدت دراز سے چلی آرہی ایرانی و شیعی جہد مسلسل کی کہانی ہے۔ عالم اسلام کے مختلف خطوں، یہاں تک کہ انڈونیشیا و فلپین جیسے ملکوں میں بھی شیعی عقیدہ کی پر زور تبلیغ کی رپورٹیں وقتا فوقتا سننے اور دیکھنے میں آرہی تھیں، لیکن مسلمانوں کی مخلص قیادت اور حکومتوں کے فقدان کی صورت میں اس پہلو پر کہیں بھی کوئی سنجیدگی دیکھنے کو نہ ملی۔ شیعہ سنی اتحاد اور اتحاد ملت اسلامیہ کا نعرہ فضا میں بھاپ کی طرح اڑتا رہا۔ سنیوں کی یک طرفہ وسعت ظرفی خود فریبی ثابت ہوئی۔ آج پوری امت اپنے آپ کو ایک آتش فشاں میں گھرا ہوا پارہی ہے۔

یوں تو امریکہ ویورپ کی ساری جنگیں اسلام وعیسائیت کے مابین براہ راست ٹکراؤ نظر آتی ہیں۔ لیکن غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں ایک تیسرا فریق ہر جگہ پیش پیش ہے۔ نئے صلیبی حملے خواہ افغانستان پر ہوں ہو یا عراق پر ہر جگہ ایران اور شیعہ طاقتیں عالم اسلام کے خلاف صلیبیوں کے ساتھ کھڑی نظر آتی ہیں۔ ایک مدت سے ان حقائق سے چشم پوشی کرنے والے امت کے بہت سارے افراد کو آج ان حالات نے سخت الجھن میں ڈال دیا ہے۔ یہ حیرت انگیز اور صدمہ خیز صورتحال متقاضی ہے کہ ہم ایک بار پھر شیعیت کے سیاسی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈال لیں جس سے ہمیں سیریا کی موجودہ صورتحال میں الجھنوں سے نجات مل سکے۔ زیر نظر تحریر انتہائی اختصار کے ساتھ اس موضوع پر قدیم وجدید تاریخی حقائق کا مرقع ہے۔

شیعیت اسلام ومجوسیت کی تاریخی کشمکش کے پس منظر میں

اسلام نے جب دعوت توحید اور بنی نوع انسانی کی آزادی کی عالمی مہم شروع کی تو اسکے سامنے مشرکین عرب کے علاوہ رائج ادیان ومذاہب اور حکومتوں کی شکل میں تین بڑے دشمن تھے۔

1) یہودیت
2) عیسائیت (رومن امپائر)
3) مجوسیت (کسری ایران)

اسلام کیلئے ان باطل ادیان ومذاہب اور طاقتوں کو نظر انداز کرنا ممکن نہ تھا، اور نہ ہی یہ طاقتیں اسلامی عروج کو قبول کرنے کو آمادہ تھیں۔ اس لامحالہ (inevitable) تصادم میں اسلام نے سب سے پہلے جزیرۃ العرب سے یہودیوں کے سیاسی ومذہبی وجود کا خاتمہ کیا۔ اسکے بعد جزیرۃ العرب کے پڑوس میں واقع رومی عیسائی سلطنت کو پے درپے معرکوں کے بعد اتنا پیچھے ڈھکیل دیا کہ ارض مقدس شام سے ان کا صفایا ہوگیا۔ لیکن اس وقت اسلام کے سامنے رومن امپائر سے بھی بڑا خطرہ ایران کی مجوسی سلطنت کسری کی شکل میں سامنے آیا جسے اکھاڑ پھینکنے کیلئے اسلام کو اپنی پوری طاقت جھونکنی پڑی۔

گرچہ مجوسیت کے خلاف مہم کا آغاز خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہو چکا تھا، لیکن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہ مہم اپنے عروج کو پہونچ گئی۔ آپ کے شب و روز کا سکون جاتا رہا۔ کسری ایران کا محاذ آپ کیلئے ایسا چیلنج بن کر سامنے آیا کہ آپ نے اپنے ترکش کا ہر تیر آزمایا۔ اس محاذ پر اسلام کی کامیابی اتنی اہمیت رکھتی تھی کہ امیر المؤمنین نے بذات خود فوج کی قیادت سنبھالنے کا اعلان کیا۔ اکابر صحابہ کرام اور مسلمانوں نے آپ کو اطمئنان دلایا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دارالخلافہ مدینہ منورہ میں آپ کے قیام کو ضروری قرار دیا، تو آپ نے اپنا ارادہ بدلا۔

ایران کے محاذ پر ہزاروں میل کی مسافت اور کمیونیکیشن کے ذرائع سے محرومی کے باوجود میدان جنگ کے انتخاب کا فیصلہ ہو، یا فوجوں کی ترتیب، مختلف بٹالین اور اسکے کمانڈروں کے انتخاب کی بات ہو، یا میدان جنگ کے نقشوں کا غائرانہ مطالعہ اور اسکے حسب حال ہدایات دینے کا عمل، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جس مہارت سے برسوں پر محیط (prolonged) جنگوں کو فتح و کامرانی سے ہمکنار کیا اسکے سامنے عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے۔ آپ کی قیادت میں اسلام کے جانبازوں نے ایران کے علاقہ جات میں مجوسی آتش کدہ کی آگ تو بجھادی لیکن مجوسیوں کے سینوں کی آگ بجھانے کے نہ وہ مکلف تھے اور نہ ہی یہ بات انکے بس میں تھی۔

ارشاد نبوی کے مطابق فرزندان کسری کیلئے ممکن نہ تھا کہ وہ اسلام کے ہاتھوں مسمار اپنی سلطنت کی دیواروں کو پھر سے کھڑا کر سکتے "إذا هلك كسرى فلا كسرى بعده"(1)۔ اسلام کے ہاتھوں جب کسری کی سلطنت تباہ ہو گی تو دوبارہ کھڑی نہیں ہو سکتی۔ لیکن ساتھ ہی آپ ﷺ نے ہمیں ایک تلخ حقیقت سے بھی آگاہ کر دیا۔

جزیرۃ العرب سے باہر اپنے پہلے اور سیرت کے آخری مشہور غزوہ میں جو" غزوۂ تبوک "کے نام سے معروف ہوا، بلاد شام کی سمت اس عظیم مہم میں آپ ﷺ نے اس دنیا کے مستقبل اور آنے والے وقت میں اسکے رخ کو واضح فرماتے ہوئے اپنی امت کو ہدایت کی تھی کہ قیامت سے پہلے 6 اہم اور عظیم واقعات و حادثات پر نظر رکھنا۔ بخاری و ابن ماجہ اور مسند احمد کی اس روایت کی وہ حدیث مندرجہ ذیل ہے:

عن عوف بن مالک قال: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ فَقَالَ: اعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيْ السَّاعَةِ.. مَوْتِي ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ مُوْتَانٌ يَأْخُذُ فِيكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتَّى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِينَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا يَبْقَى بَيْتٌ مِنْ الْعَرَبِ إِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُونُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ فَيَغْدِرُونَ فَيَأْتُونَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِينَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا(2).

---

1 - صحيح البخاري - الرقم: 3619

2 - أخرجه البخاري في الجزية، باب: ما يحذر من الغدر (3176)، كما رواه ابن ماجه واحمد

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں: غزوۂ تبوک کے دوران میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ چمڑے کے ایک خیمہ میں فروکش تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت سے پہلے 6 عظیم حادثات کو شمار کرنا :

1) میری موت، 2) پھر فتح بیت المقدس، 3) پھر وہ خطرناک وبائی اموات جو بکریوں کی وبائی اموات کی طرح تم پر نازل ہونگی، 4) پھر مال ودولت کی ایسی فراوانی کہ اگر ایک شخص کو 100 دینار دیا جائے گا تو وہ ناراضگی کا اظہار کرے گا، 5) پھر ایک ایسا فتنہ جس سے عربوں کا کوئی گھر محفوظ نہ رہ سکے گا، اور 6) تمہارے اور پیلی رنگت والوں (یورپ والوں) کے بیچ ایک صلح جسمیں وہ تم سے دھوکہ کرینگے اور 80 جھنڈوں (کمانڈ) کے تحت تمہارے خلاف جنگ کیلیئے ٹوٹ پڑینگے، ہر جھنڈے کے تحت 12 ہزار فوج ہوگی۔

اس چشم کشا حدیث میں آپ ﷺ کی وفات آیات کے بعد دوسرے نمبر پر فتح بیت المقدس کا ذکر آیا ہے۔ لب نبوت سے نکلی ہوئی فتح بیت المقدس کی یہ بشارت 16 ہجری موافق 637ء میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پوری ہوئی۔ فتح بیت المقدس کا مطلب تھا بلاد شام سے عیسائیت کا مکمل خاتمہ۔ یہ وہ کڑوا گھونٹ تھا جسکا انتقام لینے کیلیئے عیسائیت ہر عہد میں ابال کھاتی اور عالم اسلام پر پلٹ وار کرتی رہی۔ یہ جنگ مختلف شکلوں اور حالات میں تب سے اب تک جاری اور تاریخ میں صلیبی جنگوں کے نام سے معروف ہے۔ اسی حدیث کے پوائنٹ نمبر (5) میں ایک عظیم فتنہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ وہ فتنہ جس سے عربوں کا کوئی گھر محفوظ نہ رہ سکے گا، علمائے امت کے نزدیک متفقہ طور پر یہ فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں عراق کی سمت سے اٹھنے والا فتنہ سبائیت ہے جو آگے چل کر شیعیت کی شکل اختیار کرگیا۔

بخاری وترمذی اور متعدد طریقوں سے مروی ایک دوسری حدیث اس سلسلے میں ہماری رہنمائی کرتی ہے:

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: ذكر النبي صلى الله عليه وسلم فقال: اللهم بارك لنا في شامنا، اللهم بارك لنا في يمننا، قالوا: وفي نجدنا، قال: اللهم بارك لنا في شامنا، اللهم بارك لنا في يمننا، قالوا: يا رسول الله وفي نجدنا فأظنه قال الثالثة: هناك الزلازل والفتن، وبها يطلع قرن الشيطان(1).

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آپ ﷺ نے دعاء فرمائی:

اے اللہ ہمارے شام میں برکت عطاء فرما، اے اللہ ہمارے یمن میں برکت عطاء فرما۔ لوگوں نے کہا: ہمارے نجد میں یارسول اللہ، آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: اے اللہ ہمارے شام میں برکت عطاء فرما، اے اللہ ہمارے یمن میں برکت عطاء فرما۔

لوگوں نے آپ ﷺ کی توجہ نجد کی طرف مبذول کراتے ہوئے پھر درخواست کی اور ہمارے نجد میں یارسول اللہ۔ راوی کہتے ہیں، میرے خیال میں تیسری بار صحابہ کرام کی اس درخواست پر آپ ﷺ نے فرمایا: وہ فتنوں اور زلزلوں کی سرزمین ہے جہاں سے شیطان

---

1 - البخاري، كتاب الفتن. كما رواه الترمذي وأحمد.

کی سینگ ظاہر ہوتی ہے۔ اس روایت میں علماء کے نزدیک نجد سے مراد عراق ہے۔ مسند احمد کی ایک دوسری روایت اس کو یوں واضح کرتی ہے:

"عن ابن عمر قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشير بيده يؤم العراق ها إن الفتنة هاهنا إن الفتنة هاهنا ثلاث مرات من حيث يطلع قرن الشيطان(1)"

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ عراق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمارہے تھے، یادرکھو فتنہ یہیں سے اٹھے گا، آپ نے تین بار اس جملہ کو دہرایا اور فرمایا، جہاں سے شیطان کی سینگ ظاہر ہوتی ہے۔

اس حدیث میں واضح طور پر اسلام دشمنوں طاقتوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو مستقبل میں درپیش جن دوبڑے چیلنجز کی نشاندہی کی ہے ان میں :

- ایک تو مسلمانوں پر گمراہ عیسائیت کی علمبردار یورپین اقوام کی تھوپی جانے والی جنگیں (جو مختلف زمانوں سے آج تک مسلسل جاری ہیں) جو فتح بیت المقدس سے شروع ہوئیں اور جسکا اختتام اسلام وعیسائیت کے بیچ ایک بڑی عالمی جنگ پر ہوگا۔
- دوسرا سرزمین مجوس عراق کی سمت سے اٹھنے والے یہودی و مجوسی فتنے۔

ان دونوں خطرات سے اسلام اور مسلمانوں کو آج تک مفر نہیں:

- زمانہ کتنی ہی کروٹیں بدلے صلیبی حملوں کا سلسلہ رکنے والا نہیں۔
- اسی طرح وہ مجوسی جنہوں نے اسلامی فتوحات کے طوفان میں شیعیت کا لبادہ اوڑھ لیا، انکے سازشی اور منافقانہ وجود سے بھی مسلمانوں کو راحت نہیں ملنے والی۔

اس کتاب کے گذشتہ ابواب میں ہم نے صلیبی جنگوں پر اختصار کے ساتھ کئی زاویوں سے بحث کی ہے۔ اس باب میں ہم انتہائی اختصار کے ساتھ ان فتنوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرینگے جنکی سنگینی اور محل وقوع کی طرف آپ ﷺ نے واضح طور پر اشارہ فرمادیا ہے۔ حدیث نبوی کے مطابق عراق کی سمت سے اٹھنے والے اس فتنہ کی ابتداء گرچہ ایک یہودی نے کی لیکن جلد ہی کسری کے فرزندوں نے اس میں اپنی مراد پالی اور ایک یہودی کے ذریعہ اٹھائی جانے والی اس اسلام مخالف مہم کو اپنا دین بنالیا جو بعد میں شیعیت کی شکل میں عالم اسلام کے انتشار کا عنوان بن گیا۔

1 - رواه أحمد في المسند (6302) من طريق ابن نمير عن حنظلة بن أبي سفيان المكي عن سالم عن ابن عمر، قال الألباني في فضائل الشام ودمشق (24) إسناده صحيح على شرط مسلم

وہ فتنہ جسکی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے سلف و خلف علماء کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اٹھنے والا سبائی فتنہ تھا جو سرزمین عراق سے اٹھا اور وقت کے ساتھ شیعیت کی شکل میں تناور درخت بن گیا۔ اس فتنہ کی زد میں جلیل القدر صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ ساتھ دو خلفاء راشدین حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی شہید ہوئے وہیں اس کی زد میں سارے صحابہ کرام بھی آگئے۔ اسلام کا پیغام رشد و ہدایت ایک زمانہ تک اسی کی زمین پر لہولہان ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ حدیث نبوی کی پیشن گوئی کے مطابق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دانش مندی سے یہ فتنہ فرو ہوا۔ آپ نے حضرت امیر معاویہ کی امارت کو تسلیم کرکے اس فتنہ کی ہوا نکال دی، یوں اسلام کا کارواں ایک بار پھر رواں دواں ہو گیا۔

اسلام کی راہ میں اس سب سے بڑی سازش کو سمجھنے اور اسکا سامنا کرنے میں اکثر و بیشتر ہم غیر واضح موقف کا شکار ہو گئے۔ اس فتنہ کو ہم نے اختلاف صحابہ کا عنوان دیا(1)۔ جبکہ ارشاد نبوی کے مطابق اسے "فتنہ کبری" کے ظہور کا عنوان دیا جانا چاہئے تھا۔ گرچہ مخلصین علماء امت نے ان خطرناک سازشوں کا محققانہ تجزیہ کرکے امت کے اس دائمی ناسور کی نشاندہی کی ہے۔

اسلام کے خلاف فتنہ کی ابتداء

ڈاکٹر احمد بن عبد اللہ الزغیبی اپنی کتاب "العنصریۃ الیہودیۃ" میں اس فتنۂ کبری کے پیچھے یہودی کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: جب اسلامی سوسائٹی میں یہودیوں کی علانیہ سرگرمیاں ناکام ہو گئیں تو انہوں نے اپنی خفیہ کاروائیاں شروع کر دیں۔ ان کوششوں کی شروعات منافق یہودی ابن السوداء (عبد اللہ بن سباء) کے ہاتھوں ہوئی جس نے مسلمانوں کے درمیان اپنا گمراہ کن پروپیگنڈہ شروع کیا۔ اسکے ذریعہ پھیلائی جانے والی گمراہی پہلی صدی ہجری کی چوتھی دہائی (چھٹی صدی عیسوی کے چھٹی دہائی) میں اس فتنۂ کبری کی بنیاد بنی جس نے امت اسلامیہ کو پوری طرح ہلا کر رکھ دیا۔ آخر یہ عبد اللہ بن سباء کون تھا(2)؟

عبد اللہ بن سباء (40 ہجری مطابق 660ء) تاریخ اسلامی میں فرقۂ سبائیہ کا بانی مانا جاتا ہے۔ یہ شخص یمن کے شہر صنعاء کا رہنے والا یہودی تھا۔ اسے ابن السوداء (کالی کا بیٹا) اس لئے کہا جاتا تھا کہ اسکی ماں حبشی تھی۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں

---

1 - برصغیر کے بہت سارے مؤرخین و علماء کے نزدیک ان تاریخی حادثات میں فتنہ کے پہلو پر توجہ نہیں دی گئی، یہودی و مجوسی کردار کو نظر انداز کرکے صرف اختلافات صحابہ پر بحث کی گئی۔ اسلئے ہمارے ذہنوں میں بہت ساری تاریخی گتھیاں آج تک نہ سلجھ سکیں۔

2 - "العنصریۃ الیہودیۃ" ج 2، صفحہ 526 – 527۔

بظاہر اسلام قبول کیا۔ حجاز و عراق کا سفر کیا، لیکن ان جگہوں پر اسے اپنے مشن میں کامیابی نہ ملی پھر وہ مصر چلا گیا اور وہاں سے اس نے اپنا زہر پھیلانا شروع کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں وہ اپنی ضلالت پر علی الاعلان کام کرنے لگا(1)۔

عبد اللہ بن سباء نے سب سے پہلے اسلام کے سیاسی استحکام (Political stability) کو نشانہ بنایا۔ اس میں کامیابی کے بعد اس نے اسلامی عقائد میں یہودی، عیسائی اور مجوسی عقائد داخل کئے جو مختلف شیعی فرقوں کی شکل میں پایۂ تکمیل کو پہونچے ۔

اسلام کے سیاسی عدم استحکام (Political Instability) کیلئے اس نے خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ شروع کیا۔ اس غرض سے اس نے حجاز (مکہ و مدینہ) کا سفر کیا، لیکن اسے وہاں کوئی کامیابی نہ ملی۔ پھر اس نے عراق کو اپنا مرکز بنایا لیکن صحابہ کرام کی بڑی تعداد کی موجودگی میں اسے وہاں بھی کامیابی ہاتھ نہ لگی۔ وہ شام بھی گیا، بالآخر اس نے مصر میں قیام کر کے ایک گروہ تیار کر لیا۔ پھر اس نے عراق اور دیگر ملکوں میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ اس زمانہ میں ذرائع ابلاغ (mass communication) کی کمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ خبریں پھیلانی شروع کی کہ مختلف ملکوں میں لوگوں کے اندر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرز حکومت کو لیکر بڑی بے چینی پائی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں وہ اپنے کارندوں سے جھوٹے خطوط لکھواتا، عراق والوں سے مصر والوں کے نام، مصر والوں سے عراق والوں کے نام کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنر بڑا ظلم ڈھارہے ہیں۔ چونکہ مقامی طور پر لوگ اپنے یہاں ایسی کوئی صورت حال نہیں دیکھتے تھے، لہذا مسلمانوں میں اتنی جلدی ایسے پروپیگنڈوں کا اثر مشکل تھا۔ البتہ ان کی کوشش رہی کہ ہر جگہ دوسرے علاقوں کے بارے میں ایک سیاسی بے چینی کی خبر پھیلادی جائے، جسمیں وہ بڑی حد تک کامیاب رہے۔ مزید بر آں وہ مسلمانوں کے اندر چھپے ہوئے منافقین اور اعدائے اسلام کو ایک سیاسی پلیٹ فارم فراہم کرنے میں بھی کامیاب رہے جنمیں سر فہرست ایرانی مجوسی تھے۔

خلافت راشدہ کے خلاف سنگین سازش

ان یہودی کوششوں کے نتیجہ میں جلد ہی مختلف مسلم ملکوں میں چھپے ہوئے منافقین کی ایک جماعت تیار ہوگئی۔ بد قسمتی سے انکے پروپیگنڈوں کے شکار کچھ مسلمان بھی ہوئے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ وقت کی صورت میں دیکھنا چاہتے تھے۔ ان پروپیگنڈوں سے انکا متاثر ہونا ایک فطری امر تھا۔ وہ ان افواہوں میں اپنے افکار کی صداقت دیکھ رہے تھے۔ اور اس میں انہیں اپنی فکری بصیرت کی صوابدید کا ثبوت بھی مل رہا تھا۔ وہ اس بات سے بے خبر کے یہ وہی سازشیں ہیں جنکی طرف اللہ کے رسول ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا ان یہودی فتنوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ عبد اللہ بن سبا یہودی کی قیادت میں ان منافقین نے مناسب وقت کا انتخاب کر کے مدینہ پر چڑھائی کی پلاننگ کی۔ جس وقت یہ سبائی فتنہ مدینہ منورہ تک پہونچا اس وقت صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد دوسرے ملکوں میں مختلف ذمہ داریوں اور مہمات پر مدینہ منورہ سے باہر تھی۔ اور ایک تعداد ایام حج کی وجہ سے مکہ جاچکی تھی۔ اس تاریخی حادثہ کو معتبر مسلم مؤرخین

1 - تاریخ الامم والملوک - طبری، ج 4 ،ص - 340، الاعلام، زرکلی، ج 4 ص- 88 بحوالہ العنصریۃ الیہودیۃ، ج 2، صفحہ 526

نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے، یہاں اس عظیم فتنہ کو تفصیل سے بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔ الغرض یہ دشمنان اسلام اپنی سازش میں کامیاب ہوگئے۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈوں کی آڑ میں خلافت راشدہ کے خلاف مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی اور بالآخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثۂ جانکاہ پیش آیا۔ اس طرح یہودی قیادت اور مجوسی طاقت نے مل کر عالم اسلام میں سیاسی عدم استحکام کی صورتحال پیدا کر دی۔ اسلامی فتوحات کی پیش رفت رک گئیں۔ اسلامی دنیا پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک سکتہ کی کیفیت طاری ہوگئی۔ یہ اس فتنہ کی شروعات تھی جسکی طرف اللہ کے رسول ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا۔

جس فتنہ کی ابتداء اتنی اندوہناک ہو تو اسکے نتائج کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ وہی ہوا، مسلمان اس موقع پر سیاسی نقطۂ نظر سے دو خیموں میں بٹ گئے۔ یہ اعدائے اسلام اپنی پلاننگ کے تحت اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں شامل ہوگئے۔ انہوں نے آپکا ساتھ حق کی خاطر نہیں بلکہ اپنی خطرناک پلاننگ کے اگلے حصہ کے طور پر دیا۔

اہل بیت کی تھیوری انکی پلاننگ کا اگلا حصہ تھی جس کے ذریعہ انہیں آگے اسلامی عقیدہ پر حملہ کرنا تھا۔ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ یا اہل بیت سے کوئی محبت نہ تھی۔ تاریخی واقعات اسکی تصدیق کرتے ہیں۔ اسلئے کہ جب صحابہ کرام کے سیاسی اختلافات جنگ کی حد تک پہونچ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جیت یقینی ہونے لگی تو ان اعدائے اسلام نے جو خود کو شیعان علی کہتے تھے اپنی گھناؤنی سازش کے تحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ انہیں معلوم تھا کہ اگر اتنی جلدی استحکام واپس آگیا تو ان کی خیر نہ تھی۔ حضرت علی ہوں یا امیر معاویہ ایک مستحکم حکومت بنتے ہی سب سے پہلے انہیں فتنہ پردازوں کی خبر لیتے۔

یہودی فتنہ شیعیت کے روپ میں

یوں تو حقیقی شیعیت جسکا مطلب ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مستحق خلافت سمجھنا تھا وہ باقاعدہ طور پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد سے شروع ہوئی۔ متعدد صحابہ کرام حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ دیکھنا پسند کرتے تھے۔ وہ اس نظریہ کے قائل تھے کہ حضرت علی خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ لیکن انکے گمان میں بھی نہ گذرا ہوگا کہ انکی اس رائے کو دشمنان اسلام اپنے لئے ایک ہتھیار بنالیں گے۔ وہ اسکی آڑ میں اسلامی عقائد، اسلامی حکومت اور اسلام کی عظمت پر حملہ آور ہونگے۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی ابتداء میں اس بات کا اندازہ نہ تھا، لیکن جلد ہی آپ پر بھی ان منافقین اور اعدائے اسلام کی حقیقت واضح ہوگئی۔ آپ کی طرف منسوب آپکی تقریروں کے مجموعہ "نہج البلاغہ" میں خود آپکی زبان سے ان منافقین پر لعنت و ملامت موجود ہے۔ آپکی حیرت کی انتہا نہ رہی جب آپ نے دیکھا کہ آپکی محبت کے ان جھوٹے دعویداروں نے آپ کو الوہیت کے درجہ پر فائز کر دیا، اور آپکی ذات سے ایسے ایسے عقیدے گڑھ دئے جو یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت کے مشرکانہ عقائد کا مرکب تھا۔ جب آپ کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس فتنہ کے

بانی عبد اللہ بن سبا کو بلایا اور اسکی باتوں کی تصدیق کر کے اسے جلا کر مارنے کی سزا تجویز کی(1) ۔ دیگر روایتوں کے مطابق کچھ لوگوں کے کہنے پر آپ نے اسکی سزائے موت کو جلاوطنی میں بدل دیا۔ وہ مختلف ملکوں میں مارامارا پھرا اور اللہ کی لعنت کا مستحق ہوا۔

شیعہ مؤرخین، اور متقدمین شیعہ علماء وسیرت نگاروں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ عبد اللہ بن سبا شیعیت کا بانی اور اسکے اسلام مخالف عقائد کا سب سے پہلا علمبر دار تھا۔ احسان الٰہی ظہیر نے اپنی دندان شکن محققانہ تصنیف "الشیعہ والسنہ" میں شیعی حوالوں کی روشنی میں اس حقیقت کو روز روشن کی طرح عیاں کر دیا ہے(2)۔ ڈاکٹر احمد بن عبد اللہ بن ابراہیم الزغیبی نے اپنی کتاب "العنصریۃ الیہودیۃ" جلد دوم میں تفصیلی حوالوں کے ساتھ سارے علمائے اہل سنت کا اس امر پر اجماع بیان کیا ہے کہ شیعیت عبد اللہ بن سبا یہودی کی اسلام مخالف تحریک تھی۔ لیکن آج کچھ شیعہ عبد اللہ بن سبا کے وجود سے ہی انکار کرنے لگے ہیں۔(3)۔

سبائیت کو ایرانی مجوسیوں سے پاسباں مل گئے

عبد اللہ بن سبا کی کوششوں کے نتیجہ میں عالم اسلام کے طول و عرض میں پائے جانے والے اسلام کے خلاف عداوت رکھنے والے مختلف گروہ اپنی مخفی سازشوں کے ساتھ سرگرم ہوگئے۔ ان میں خوارج سب سے مقدم تھے، لیکن انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معرکہ نہروان میں شکست دی اور وقت کے ساتھ ان کا اثر زائل ہو گیا۔ لیکن اس یہودی سازش "سبائیت" کو اسکے اصل پاسباں ایرانیوں سے ملے۔ یہ وہ مقام ہے جب اسلام کی کاری ضرب سے ٹوٹی ہوئی دو باطل طاقتیں اسلام کے خلاف متحد ہو گئیں۔

اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے عہد حاضر کے محقق، جلیل القدر عالم دین ڈاکٹر سرور زین العابدین لکھتے ہیں:

35 ہجری میں امیر المؤمنین حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان مشہور اختلاف واقع ہوا۔ مجوسیوں (ایرانیوں) کیلئے یہ ایک سنہرا موقع تھا۔ انہوں نے بلا تاخیر اعلان کیا کہ وہ شیعان علی (حضرت علی کی حمایت کرنے والوں) میں ہیں۔ حضرت علی کی تائید حق تھی لیکن اسکے پیچھے مجوسیوں کا مقصد مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا اور ان کی شان وشوکت کو توڑنا تھا۔ محبت آل بیت ایسی دعوت تھی جسے عام مسلمانوں میں قبولیت حاصل کرنا آسان تھا۔ اسلئے کہ یہ مسلمانوں کے ایمان کا تقاضہ تھا۔ عبد اللہ بن سباء یہودی اور اس کے کارندے سب اسی صف میں کھڑے تھے۔ اسی لمحہ سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مجوسی اور یہودی یک جان و دو قالب ہو گئے(4)۔

1- منہاج السنۃ النبویہ، ابن تیمیہ، ص- 23

2- تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "الشیعہ والسنہ" ص20 – 31

3- تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "العنصریۃ الیہودیۃ" ج-2، ص-526 - 555۔

4 -جاء دور المجوس (مجوسیوں کی واپسی)، ص-76 (اس کتاب کے عربی نسخہ کے ساتھ اردو نسخہ "دور مجوس" کے نام سے انٹرنٹ پر دستیاب ہے)۔

ڈاکٹر سرور اس سے قبل مجوسیوں کی تاریخ پر مدلل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اسلام کی ناقابل شکست قوت کے سامنے شکست خوردہ مجوسیوں کیلئے کوئی دوسرا راستہ نہ بچا تھا کہ وہ اسلام قبول کرنے کا مظاہرہ کریں، لیکن یہ سرینڈر کرنا تھا نہ کہ اسلام پر ایمان۔ سرینڈر اس آندھی کے سامنے جس کے گذر جانے کا انتظار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ جسکے سامنے صرف اسلئے سر جھکالیا جائے کہ اسکے گذرتے ہی دوبارہ سر اٹھایا جاسکے۔ انمیں بہت کم ایسے تھے جن کا ایمان سچا تھا، جو اللہ کے راستہ پر قائم رہ سکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، مسلمانوں سے انتقام کیلئے مجوسی سازشیں شروع ہوگئیں۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ انکی سلطنت کو توڑنے کے پیچھے عمر فاروق کا ہاتھ ہے۔ اسلئے انکی جنگ کی ابتداء ان پر جان لیوا حملہ سے شروع ہوئی۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش ابولؤلؤۃ مجوسی اور سلطنت کسری کے ایک بڑے فوجی کمانڈر اور گورنر ہرمزان کے مدینہ میں داخلہ سے شروع ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا اندیشہ تھا اسی لئے وہ مدینہ منورہ میں ایرانیوں اور رومیوں کے وجود کو پسند نہیں کرتے تھے(1) ۔ 23ہجری میں جب ایران کا آخری قلعہ فتح اسلامی کی سامنے زمیں بوس ہورہا تھا عین اس وقت ابولؤلؤۃ مجوسی نے مسجد نبوی میں ایک زہر آلود خنجر سے عمر فاروق پر جان لیوا حملہ کیا اور آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ ابن جریر کی روایت کے مطابق

عبد الرحمن بن ابو بکر نے حملہ کی صبح کی رات کو ابولؤلؤۃ، ہرمزان(2) اور جفینہ کو باہم سرگوشی کرتے ہوئے پایا۔ حضرت عبد الرحمن کو دیکھتے ہی ان پر گھبراہٹ طاری ہوئی اور ان سے ایک خنجر گرا۔ درمیان میں دستہ اور دو رخوں والا یہ خنجر وہی تھا جس سے حضرت عمر رضی

---

1 -اس روایت کو علی الطنطاوی نے بھی اپنی کتاب "اخبار عمر" ص-406 میں اسد الغابہ، ابن الجوزی، اور الریاض النظرۃ کے حوالہ سے بیان کیاہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا پورا پورا اندازہ تھا کہ مدینہ میں مقیم مختلف اقوام کے لوگ جو جنگوں میں گرفتاری کے بعد مدینہ لائے گئے تھے اور مسلمانوں کی کفالت میں تھے وہ مدینہ کے اندر مسلمانوں سے انتقام لینے کیلئے کوئی خطرناک اقدام کرسکتے ہیں۔

2 -مشہور ایرانی فوجی کمانڈر جو ایرانیوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ میں رستم کی فوج کے میمنہ کا کمانڈر تھا۔ مسلمانوں سے جنگ میں رستم کے مارے جانے کے بعد وہ میدان جنگ سے بھاگنے میں کامیاب ہوگیا۔ کسری ایران کی حکومت میں وہ خوزستان کا بادشاہ تھا۔ اس نے مسلمانوں کے ساتھ اپنی جنگ جاری رکھی۔ مسلمانوں سے کئی بار صلح کیا اور ہر بار اس امید میں وہ عہد شکنی کرتا رہا کہ شاید وہ مسلمانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوجائے۔ بالآخر "تستر" کی جنگ میں مسلمانوں کے سامنے خود کو بے بس پاکر اس نے خود سپردگی کی۔ اس جنگ میں براء بن مالک اور مجزءۃ بن ثور جیسے جلیل القدر صحابہ شہید ہوئے۔ اس کی گرفتاری کے بعد مسلمان اسے لیکر جب مدینہ پہونچے، تو شہر میں داخلہ سے قبل اسے اسکا شاہی لباس پہنایا۔ مدینہ والے اسکی ہیئت دیکھ کر مبہوت رہ گئے۔ حضرت عمر فاروق نے اسے جب دیکھا تو اپنا مشہور جملہ کہا "ساری حمد اللہ عزوجل کو زیب دیتی ہیں جس نے اسے اور اس جیسوں کو ذلیل وخوار کیا"۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے اس متکبرانہ لباس سے عاری کیا جائے۔ اور پھر وہ تاریخی واقعہ پیش آیا جس میں ہرمزان کی مکار اور دھوکہ باز شخصیت کا مظہر ایک بار پھر کھل کر سامنے آیا۔ اس نے پانی طلب کیا، ہاتھ میں پانی کا پیالہ لیکر اس نے امیر المؤمنین سے درخواست کی کہ وہ جب تک یہ پانی نہ پی لے اسے جان کی پناہ دی جائے۔ امیر المؤمنین نے اسکی یہ درخواست قبول کرلی۔ یہ وعدہ لیتے ہی اس نے پانی

اللہ عنہ پر حملہ کیا گیا۔ عبد الرحمن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما کی اسی شہادت اور خنجر کی تصدیق پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبید اللہ نے ہرمزان کو قتل کر دیا۔ ہرمزان کے قتل کے بعد عبید اللہ نے جفینہ (1) کا کام بھی تمام کر دیا۔

ڈاکٹر سرور زین العابدین امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے پیچھے کار فرما مجوسی حقد وعداوت کے آج تک جاری وساری مظہر کو بیان کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں: شیعہ مجوسیوں نے امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنی جنگ آپکی موت کے بعد سے آج تک جاری رکھی ہوئی ہے۔ شیعیت میں حضرت عمر کو گالی دینے کا عقیدہ اسی مجوسی حقد وعداوت کا مظہر ہے، اسلئے کہ آپ نے کسری ایران کا صفایا کر دیا اور انکے آتش کدہ کی آگ بجھادی (2)۔

اسلام کے خلاف اس فارسی ومجوسی کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے عباس محمود عقاد اپنی کتاب "عبقریۃ عمر" میں لکھتے ہیں:

قدرت کا فیصلہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت حادثۂ قتل میں واقع ہو، لیکن یہ قتل اس لئے نہیں ہوا کہ وہ کسی کیلئے ناپسندیدہ شخصیت تھے۔ نہ ہی انکی کسی ایسی ذاتی خصلت کی بنا پر ہوا جو کسی کے دل میں اس درجہ نفرت پیدا کر دے کہ وہ انکے قتل پر آمادہ ہو جائے۔ یہ قتل غیر مسلم قوموں کے بغض وعناد کا مظہر تھا۔ یہ حضرت عمر کی فوجوں کے سامنے شکست خوردہ قوموں کا آپکی ذات سے بغض وعناد کا نتیجہ تھا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت فیروز "ابولؤلؤہ" کے ہاتھوں واقع ہوئی۔ یہ مدینہ میں مقیم فارس (ایران) کا ایک جنگی قیدی تھا۔ قتل کے سانحہ سے قبل حضرت عمر کے پاس اپنے مالک مغیرہ بن شعبہ کی شکایت لیکر آیا کہ وہ ان سے روزانہ دو درھم ٹیکس لیتے ہیں۔ آپ نے اس سے اسکا پیشہ پوچھا،

زمین پر گرا دیا اور بولا کہ وہ پانی جس کے پینے تک جان بخشی کا وعدہ تھا وہ ضائع ہو گیا۔ اسلئے اسے حسب وعدہ اب قتل نہیں کیا جاسکتا۔ امیر المؤمنین نے اسے دھوکہ قرار دیا اور فرمایا کہ وہ براء بن مالک کے قاتل کی جاں بخشی پر رضامند نہیں ہوسکتے۔ لیکن اسکے حق میں حضرت انس کے دفاع پر اسے اسلام قبول کرنے کا اختیار دیا۔ اس نے اس صورتحال میں اسلام قبول کیا اور مدینہ میں ہی رہنے لگا۔

1 - یہ حیرہ کا رہنے والا عیسائی تھا جسے سعد بن مالک مدینہ اس غرض سے لائے تھے کہ مدینہ کے بچے اس سے کتابت سیکھیں۔

2 - جاء دور المجوس (مجوسیوں کی واپسی)، ص - 73 - 75

معلوم ہوا کہ وہ ایک بڑھی، لوہار اور نقش و نگار کا ماہر ہے۔ اس وقت اس پیشہ پر انکم کے حساب سے آپ نے اس سے کہا کہ تمہاری جو انکم ہے اسکے حساب سے یہ کوئی زیادہ ٹیکس نہیں۔ آپ کے اس فیصلہ سے ناراض "ابو لؤلؤہ" نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ جاں بر نہ ہو سکے۔

اس معمولی سے واقعہ پر "ابو لؤلؤہ" آپ کے قتل کا اقدام کر بیٹھے یہ بات حلق سے نہیں اترتی۔ صحیح تو یہ ہے کہ "ابو لؤلؤہ" فقط اس سازش کو نافذ کرنے والا آلہ تھا، جس پر بہتوں کے درمیان اتفاق طے پایا تھا۔ حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق انہوں نے اس شخص کو ہرمزان اور جفینہ کے ساتھ سرگوشی کرتے ہوئے پایا۔ انہیں خلاف توقع وہاں پا کر وہ بد حواسی میں اٹھے اور ان سے وہی خنجر گرا جس سے عمر فاروق کے قتل کا سانحہ پیش آیا تھا۔ یہ ہرمزان کون تھا، یہ اسلام کے ہاتھوں پارہ پارہ سلطنت کسری کا ایک گورنر تھا جو عرش و کرسی سے محروم مدینہ منورہ میں ایک عام آدمی کی زندگی جینے پر مجبور تھا۔ جفینہ عراق کے انبار کے علاقہ کا رہنے والا تھا جو مجوسیوں کے وفادار تھے۔ اور "ابو لؤلؤہ" اسلام کے خلاف سخت عداوت رکھنے والا مجوسی تھا۔ جسکے بارے میں مشہور تھا کہ وہ جب بھی فارس سے آنے والے قیدی بچوں کو دیکھتا تو ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسلام و مسلمانوں کے خلاف غم و غصہ اور حسرت کا اظہار کرتے ہوئے انتقام کی آگ میں جلا کرتا۔ اسلئے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت عمر اسلامی حکومت کے دشمنوں کی سازش کا شکار ہوئے۔ یہ ٹیکس کا قصہ تو بس ایک پردہ تھا جس کے پیچھے سازشی چھپے۔ اس خوف سے کہ اگر اس قتل کے پیچھے اصل مقاصد کھل گئے تو پورے عالم اسلام میں انکی خیر نہ تھی(1)۔

یہ حقیقت کہ بابا شجاع الدین ابو لؤلؤ فیروز کے ہاتھوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قتل ایک مجوسی سازش تھی اسکا ثبوت آج شیعی ایران میں اسکے عظیم الشان مقبرہ کی شکل میں موجود ہے۔ ایران کے شہر کاشان میں اس بڑے مزار کا منظر کسی بھی مسلمان کو حیران و ششدر کرنے کیلئے کافی ہے۔

علامہ یوسف القرضاوی ان علماء میں سے ایک ہیں جنہیں شیعہ بھی کل تک علمائے اسلام کی عالمی تنظیم کے سربراہ کی حیثیت سے قبول کرتے چلے آرہے تھے(2)۔ چنانچہ انہوں نے علمائے اسلام کی عالمی تنظیم "الاتحاد العالمي لعلماء المسلمين" کے سربراہ کی حیثیت سے اس مزار کو ڈھانے کا مطالبہ کیا(3)۔ لیکن علمائے اسلام کا یہ مطالبہ آج تک نہ پورا ہو سکا۔

---

1 - عبقریۃ عمر، ص- 218 -219

2- علامہ یوسف القرضاوی کا شیعیوں سے حالیہ نزاع اور ان سے براءت کا اظہار اور انکے موقف کا بیان اس سے پہلے اسی کتاب میں گذر چکا ہے۔

3 - العربية نت: الأربعاء 27 جمادى الأولى 1428هـ - 13 يونيو 2007م

اس مزار پر ایک نظر ڈالئے اور شیعوں کے اس ہیرو اور مجاہد کی تعظیم کے پیچھے اسلام سے حقد و کراہیت اور انتقام کے جذبہ کا مشاہدہ کیجئے۔ تاریخی روایتوں کے مطابق ابو لؤلؤ فیروز کا قتل مدینہ میں ہوا تھا اور وہ وہیں گاڑدیا گیا۔ لیکن بعض شیعی مؤرخین کے مطابق وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ سے بھاگنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور ایران میں جا کر مرا۔

مجوسیوں نے اسلام کی بالادستی تسلیم نہیں کی

تاریخ اسلام کا عام قاری بھی اگر فتوحات عراق و ایران پر نظر ڈالے تو یہ حقیقت اسکے سامنے پوری طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام کو اپنے عہد اول کی فتوحات میں کہیں بھی وہ مشکلات در پیش نہ آئیں جنکا سامنا ایران میں کرنا پڑا۔ مصر و شام اور دنیا کے دیگر علاقے جب ایک بار فتح ہوئے تو وہاں دوبارہ اسلام کو نہ ہی اس ملک کے عوام کی طرف سے اور نہ ہی اسلام کے سامنے شکست خوردہ سلطنت کے حکمرانوں کی طرف سے ایسی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا جو عراق اور بطور خاص ایران میں مسلمانوں کو کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام کے خلاف مجوسی مزاحمت سے تنگ آ کر تمنا فرمایا کرتے کہ مسلمانوں اور مجوسیوں کے درمیان آگ کا پہاڑ حائل ہوتا نہ وہ ہم پر حملہ کرپاتے اور نہ ہی ہمیں ان پر حملہ کی ضرورت پڑتی۔

علامہ شبلی نعمانی نے "الفاروق" میں گرچہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قتل کے سانحہ پر ان زاویوں سے بحث نہیں کی ہے(1)۔ البتہ اسلام کے خلاف مجوسیوں کی غیر معمولی مزاحمت کو بیان کرتے ہوئے فتوحات ایران کے باب میں لکھتے ہیں:

اس وقت تک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایران کی عام تسخیر کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ اب تک جو لڑائیاں ہوئیں وہ صرف اپنے ملک کی حفاظت کے لئے تھیں۔ عراق کا البتہ ممالک محروسہ میں اضافہ کر لیا گیا تھا۔ لیکن وہ در حقیقت عرب کا ایک حصہ تھا۔ کیونکہ اسلام سے پہلے اس کے ہر حصہ میں عرب آباد تھے۔ عراق سے آگے بڑھ کر جو لڑائیاں ہوئیں وہ عراق کے سلسلہ میں خود بخود پیدا ہوتی گئیں۔

[1] – علامہ سید سلیمان ندوی حیات شبلی میں لکھتے ہیں کہ علامہ شبلی نعمانی پر سر سید کی طرف سے بڑا دباؤ تھا کہ وہ "الفاروق" لکھنے کا ارادہ ترک کر دیں، مبادا انکے شیعہ دوست ناراض نہ ہو جائیں، لیکن علامہ اس ارادہ سے باز نہ آئے، لیکن جب لکھنے قبل شیعی پہلو سے اتنا دباؤ ہو تو بھلا وہ اس میں اس پہلو پر روشنی ڈال کر اپنے لئے مصیبت کیسے مول لے سکتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرمایا کرتے تھے کہ " کاش ہمارے اور فارس کے بیچ میں آگ کا پہاڑ ہوتا تاکہ نہ وہ ہم پر حملہ کر سکتے نہ ہم ان پر چڑھ کر جاسکتے۔ " لیکن ایرانیوں کو کسی طرح چین نہیں آتا تھا۔ وہ ہمیشہ نئی فوجیں تیار کر کے مقابلے پر آتے تھے اور جو ممالک مسلمانوں کے قبضے میں آچکے تھے وہاں غدر کروادیا کرتے تھے(1)۔

اگر ہم اس پہلو سے واقعات پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ شام و مصر اور دیگر علاقوں میں لوگ آسمانی مذاہب سے آشنا تھے، محرف شدہ ہی صحیح اس پر ایمان رکھتے تھے۔ لیکن ایران کے مجوسی آتش پرستی کے اپنے جداگانہ مذہب کو اپنی تہذیبی برتری کے غرور کے ساتھ ہر حال میں برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ وہ اس سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھے۔ بطور خاص ان عربوں کے سامنے جنہیں وہ انتہائی حقارت سے دیکھتے تھے۔ ساسانی فرزندوں میں اس غرور اور عربوں سے نفرت کا ثبوت فردوسی کے شاہنامہ میں بھی موجود ہے کہ ایران کے کتے بھی عربوں سے بہتر ہیں :

زشیر شتر خوردن و سوسمار - عرب را بجائی رسید ست کار
کہ تاج کیانی کند آرزو - تفو بر چنیں چرخ گردوں تفو
اونٹ کا دودھ پینے والے اور گوہ کھانے والے - عربوں کی جسارت اتنی بڑھی

کہ وہ تاج کیانی (ایران کا شاہی خاندان) کی آرزو کرنے لگے - تف ہے تم پر اے فلک دوراں اے ظالم زمانہ (کہ تونے یہ دن دکھائے)۔

مجوسی نفرت کو عیاں کرتا ہوا شاہنامہ ایک دوسری جگہ یوں بیان کرتا ہے:

عرب در بیاباں ملخ مي خورد- سگ اصفھان آب یخ مي خورد

اصفہان میں کتا بھی (ٹھنڈے نہروں کا) ٹھنڈا پانی پیتا ہے- جبکہ عرب صحراء کے ٹڈی کھانے والے ہیں(2)

ان متکبر ایرانیوں کیلئے عربوں کے ذریعہ پیش کیا جانے والا عقیدہ کس طرح قابل قبول ہوتا۔ چنانچہ قیصر کے علاقوں بطور خاص شام میں مسلمانوں کی فتوحات پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہاں متعدد واقعات میں وہ عربوں کو ایک آسمانی پیغام کی علمبردار قوم کی حیثیت سے

---

1 - الفاروق، ص– 150

2 - تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو یوٹیوب پر ویڈیو پروگرام "عبدالله النفيسي - إيران وأمن الخليج" اور ڈاکٹر محمد علی سابق کلچرل اتاشی سفارت خانہ ایران دمشق، پروفیسر ادب عربی تہران یونیورسیٹی کا عربی ترجمہ شاہنامہ فردوسی۔

تسلیم کرتے ہیں گرچہ وہ عربوں پر وہی برتری رکھتے تھے جو ایرانیوں کو عربوں پر حاصل تھی۔ اسکا موازنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں شام اور ایران کی جنگ کے دوران مسلمانوں اور ان کے درمیان صلح کی بات چیت اور میٹنگوں کی تفصیل سے کیا جاسکتا ہے۔

جنگ یرموک کے موقع پر جو واقعہ پیش آیا وہ عیسائیوں کے دلوں میں اسلام کی حقانیت کو واضح کرتا ہے۔ اس جنگ سے قبل مسلمانوں کے ساتھ جنگ ٹالنے کی کوشش میں عیسائیوں کا جو قاصد آیا وہ قرآنی آیات سن کر مسلمان ہو گیا۔ اسی معرکہ سے قبل وہ واقعہ بھی پیش آیا کہ مسلمانوں نے اتنی بڑی جنگ کا سامنا کرنے کیلئے شام کے مفتوحہ علاقے خالی کر دیئے۔ اس بنیاد پر کہ اب وہ ان علاقوں کے باشندگان کی حفاظت کرنے سے قاصر ہیں انہوں ان سے وصول کئے ہوئے ٹیکس واپس کر دیئے تو اہل حمص رو رو کر مسلمانوں کے واپسی کی تمنا کرنے لگے۔ شام و مصر ہی نہیں بلکہ افریقہ میں لیبیا و مراکش اور دیگر ممالک میں جب مسلمانوں کو مکمل فتح حاصل ہوگئی تو ان ممالک کے باشندگان نے اسلام کو ایسا گلے لگایا کہ اسکے بعد گمان نہیں گذرتا کہ ان ملکوں میں اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب بھی تھا۔

اس کے برعکس ایران میں روز اول سے اسلام کے خلاف کینہ وعداوت کا جو مظہر سامنے آیا وہ بالآخر اسلام کے بنیادی عقائد سے مبینہ انحراف واختلاف تک جا پہونچا۔ اسلامی فتوحات پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایران اور دنیا کے دیگر خطوں میں کیا فرق ہے؟

یزدگرد کے دربار میں اسلامی سفراء کو دیئے گئے تحقیر آمیز جواب کو ملاحظہ کیجئے:

پھر سوال کیا کہ تم اس ملک میں کیوں آئے ہو؟ نعمان بن مقرن جو سرگروہ تھے جواب دینے کے لیے آگے بڑھے، پہلے مختصر طور پر اسلام کے حالات بیان کئے پھر کہا کہ ہم تمام دنیا کے سامنے دو چیزیں پیش کرتے ہیں۔ جزیہ یا تلوار۔ یزدگرد نے کہا تم کو یاد نہیں کہ تمام دنیا میں تم سے زیادہ ذلیل اور بدبخت کوئی قوم نہ تھی، تم جب کبھی ہم سے سرکشی کرتے تھے تو سرحد کے زمینداروں کو حکم بھیج دیا جاتا تھا اور وہ تمہارا بل نکال دیتے تھے(1)۔

دیگر مؤرخین ابن کثیر وغیرہ ذکر کرتے ہیں کہ یزدگرد نے مسلم سفارت کاروں کے لباس اور وضع قطع کو حقارت سے دیکھتے ہوئے انکے معمولی لباس اور جوتوں کے بارے میں پوچھا اور پھر انکی فوج کشی کا مقصد دریافت کیا۔ جواب میں اس نے اوپر مذکورہ باتوں کے ساتھ مزید کہا: اگر سفارت کاروں کے قتل کا جواز ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ میرے پاس تمہارے لئے ایک اوفر ہے کہ اگر تم لوگ بھوک و افلاس سے مجبور ہو کر ہم پر حملہ کا خیال دل میں لائے ہو تو ہم تمہارے لئے کھانے اور کپڑے کا انتظام کر دیتے ہیں اور تم پر کوئی بادشاہ مقرر کر دیتے ہیں جو تمہارا خیال رکھے گا۔ صحابہ کرام نے اسکی اس حقارت آمیز جواب پر کہ عرب اپنا حکمراں طے کرنے میں بھی مجوسیوں کے

1 - الفاروق، ص94،

محتاج ہوں، اسے دوبارہ ایمان ویقین کی قوت کو سمجھانے کی کوشش کی تو اس نے اسلامی سفارتی ٹیم کے سربراہ کے سر پر مٹی کا ایک ٹوکرا رکھوا کر کہا اسے ہمارے حدود سے باہر ڈھکیل آؤ۔

اسلام کے خلاف اس مجوسی حقارت میں کوئی نئی بات نہ تھی۔ یہ عین اس شروعات کے مطابق تھی جو کسری ایران نے نامۂ رسالت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دیا تھا۔ تاریخ کے عام قاری کو بھی معلوم ہے کہ نامۂ رسالت کے خلاف یہ توہین آمیز سلوک کہیں اور نہیں ہوا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اپنے پیروکاروں کو اسکے اس جرم پر قرار واقعی سزا دینے کا واضح اشارہ دے دیا تھا (اذا هلك كسرى فلا كسرى بعده) ایک بار کسری (تمہارے) ہاتھوں مسمار ہوا تو دوبارہ اس کسروی سلطنت کا قیام ممکن نہیں۔ یہ وہ مجوسی غرور اور اسلام کے خلاف عداوت تھی جو روز اول سے آج تک کسی نہ کسی شکل میں جاری ہے۔ تہذیب ساسانی کے فرزندوں کی شرمناک شکست نے انہیں مسلمانوں کے ساتھ حیلوں اور دغا کی پالیسی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔

اقوام فارس پر یہ حکم عام نہیں، اسلئے کہ حکمراں طبقہ کے مظالم سے تنگ عام لوگوں نے اسلام کو اپنے لئے رحمت سمجھا۔ ایسا نہیں کہ پورا ایران فارسی (مجوسی) ہے، سرزمین ایران پر فارسی النسل قومیں آج بھی ایک بڑی اقلیت کی حیثیت ہی رکھتی ہیں۔ انکی مجموعی آبادی 25٪ ہے۔ یہاں بلوچ، عرب، ترکمان اور دیگر نسلیں بھی ہیں۔ چنانچہ اس سرزمین سے اسلام کو بڑے بڑے علماء وفقہاء، محدثین اور اسلامی شعراء بھی ملے۔ ایسی ایسی مایۂ ناز ہستیاں ملیں جنہوں نے اسلامی علوم کو وہ عروج عطاء کی کہ وہ تاریخ اسلامی کا سنہرا باب بن گیا۔ لیکن ان مجوسیوں کو یہ بات ایک آنکھ نہ بھائی۔ اسلامی دنیا کے مختلف گوشوں اور تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں انکی سازشیں مسلسل جاری رہیں، یہانتک کہ 1501ء میں شاہ اسماعیل صفوی (جو فارسی نسل سے تھا) نے ایک بار پھر ایران کو مجوسی شیعیت میں تلوار کے زور پر ڈھکیل دیا۔ پورے ایران میں سنیوں کا قتل عام ہوا۔ جنہیں اپنا دین عزیز تھا ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ جو حالات کی بہتری کے انتظار میں رہے انہیں آج تک وہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ ایران آج تک اسلام کیلئے دنیا کے بدترین ممالک میں شمار ہوتا ہے جسکی راجدھانی میں سنیوں کو اپنی مسجدیں تعمیر کرنے کی اجازت تک نہیں(1)۔

---

1 - تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو ایرانی سنی مسلمانوں کی ویب سائٹ : SONS OF SUNNAH ، بعنوان category No Sunnah Masjids in Tehran! تہران میں سنی مساجد پر تفصیل کیلئے مزید دیکھیں مفکر کویتی ڈاکٹر عبد اللہ النفیسی کے ذاتی تجربات اور تہران میں ایک سنی مسجد کی تعمیر کیلئے ان کی کوششوں پر مبنی یوٹیوب پر انکا بیان۔ واضح رہے کہ عبد اللہ النفیسی کو ایرانی نظام ایک زمانہ تک اپنے یہاں سیاست پر سالانہ لکچر دینے کیلئے مدعو کرتا رہا اور تاریخ وسیاست پر انکے گہرے مطالعہ سے ایرانی طلباء مستفید ہوتے رہے۔

ایران ہی شیعیت کا دار الخلافہ کیوں بنا ؟

یوں تو شیعیت پر قدیم و جدید بہت سارے علماء نے لکھا ہے، لیکن عہد جدید میں احسان الہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الشیعہ والسنہ" میں شیعیت کو بڑے مدلل طریقہ سے بے نقاب کیا ہے۔ عربی میں ہونے کی بنا پر انکی کتاب کا دائرہ اثر بہت وسیع تھا۔ آیئے انکی کتاب سے اس سوال کے مدلل جواب پر نظر ڈالتے ہیں، آپ لکھتے ہیں :

جب فاروق اعظم کے ہاتھوں ایران فتح ہوا، انکی شان و شوکت جاتی رہی اور انکا امپائر ڈھیر ہو گیا، تو ایرانی فاروق اعظم، انکے رفیقوں اور فوجیوں سے نفرت کرنے لگے۔ ملوکیت انکی جبلت میں تھی اور اسکی محبت انکے دلوں میں راسخ تھی۔ ایران کے یہودیوں نے ان کی اس کمزوری کو بھانپتے ہوئے اپنے فتنوں کا بیج بونے کیلئے انہیں زرخیز پایا۔ اتفاق سے ایرانی قیدیوں میں شاہ ایران یزدگرد کی بیٹی "شہر بانو" بھی تھی جس سے حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے شادی کر لی تھی۔ جب یہودیوں نے خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف شاز شیں شروع کیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اجازت، انکے علم کے بغیر آپکی ولایت اور آپکی اولاد کیلئے خلافت کا عقیدہ پھیلایا تو اہل ایران انکے دست و بازو بن گئے۔ اسکے پیچھے فاروق اعظم اور انکے رفیقوں اور ایران کو فتح کرنے والے اصحاب رسول سے انکی دشمنی کار فرما تھی۔ انکی دشمنی اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے والے، انکی کجی کو درست کرنے والے اور انکی بغاوتوں کو کچلنے والے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی بنیاد پر تھی۔ اسی نفرت کی بنیاد پر اہل فارس اس یہودی گروپ کے ساتھ تعاون کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ خاص طور پر جب انہوں نے دیکھا کہ علی بن حسین (زین العابدین) اور انکی اولاد کی رگوں میں ماں کی طرف سے دوڑنے والا خون ایرانی ہے۔ یہ خون انکے مقدس ساسانی نسل کا خون ہے جو یزدگرد کی بیٹی شہر بانو کا ہے۔

اس بنیاد پر اہل فارس کی اکثریت شیعیت میں داخل ہو گئی۔ اسلئے کہ اس کی بنیاد صحابہ کرام، فاتحین ایران اور مجوسیت کی آگ کو بجھانے والے عمر و عثمان کو گالیاں دینے کے عقیدہ پر تھا، یہیں سے مکار یہودیت سے انکا اتفاق و اتحاد ہوا اور انہوں نے انکا راستہ اپنا لیا۔ انگریز مستشرق (علوم و تاریخ اسلامی کا ماہر) جو ایک مدت تک ایران میں قیام پذیر رہا، ایرانیوں کی تاریخ کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا، لکھتا ہے:

خلیفۂ ثانی عمر فاروق سے ایرانیوں کے حقد و عداوت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے انکی شان و شوکت کو توڑ دیا۔ گرچہ اہل ایران اپنی اس دشمنی کو ایک مذہبی اور دینی رنگ دیتے ہیں جبکہ حقیقت سے اسکا دور دور کا واسطہ نہیں۔ (تاریخ ادبیات ایران، ڈاکٹر براؤن، ص 217، جلد-1، اردو نسخہ) ایک دوسری جگہ اس سے بھی واضح انداز میں یوں لکھتا ہے: اہل ایران کی عداوت عمر سے اسلئے نہیں کہ انہوں علی و فاطمہ کے حقوق غصب کر لئے، بلکہ اس لئے ہے کہ انہوں نے ساسانی خاندان کا خاتمہ کر دیا، پھر وہ ایک ایرانی شاعر کے اشعار کا حوالہ دیتا ہے:

بہ شکست عمر پشت ھزبران اجم را

برباد فنا داد رگ و ریشہ جم را

ایں عربدہ بر غصب خلافت ز علی نیست
با آل عمر کینہ قدیم است عجم را

عمر نے پھاڑ کھانے والے شیر کی کمر توڑ دی، اس نے آل جمشید (فارس کا مشہور بادشاہ) کی جڑیں کھود ڈالی۔ جھگڑا اس بات پر نہیں کہ اس نے علی کی خلافت غصب کی، بلکہ مسئلہ اس سے پرانا فتح ایران کے دن کا ہے۔ (تاریخ ادبیات ایران، ڈاکٹر براؤن، ص49، جلد-4) مستشرق براؤن مزید لکھتا ہے: ایرانیوں نے علی بن حسین (امام زین العابدین) کی اولادوں میں اپنے لئے تسکین کا سامان پایا، اسلئے کہ انہیں معلوم تھا کہ علی بن الحسین کی ماں انکے بادشاہ "یزدگرد" کی بیٹی تھی۔ انہوں نے اسکی اولاد میں اپنی مقدس بادشاہت اور دین دونوں کا سنگم پالیا، یہیں سے انکیلئے ایک سیاسی رشتہ کی بنیاد پڑی۔ اسلئے کہ ایرانی اپنے بادشاہوں کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ آسمانی ہستی اور اللہ کا فرستادہ ہے۔ تو انہوں نے اسے مضبوطی سے تھام لیا (تاریخ ادبیات ایران، ڈاکٹر براؤن، ص215، جلد-1، اردو نسخہ) (1)۔

اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر سرور زین العابدین اپنی کتاب "جاءدور الجوس (مجوسیوں کی واپسی)" میں لکھتے ہیں:

گذشتہ باب "ایران اسلام سے پہلے" میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایرانیوں کے نزدیک ایک مقدس خاندان کا عقیدہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مقدس خاندان ہی انکے دینی امور کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اسی خاندان سے حکمراں اور آتش کدوں کے متولیوں کا انتخاب ہوتا ہے، ان اہم خاندانوں میں سب اہم ماڈیا اور مغان تھے۔ اہل بیت سے دعوائے محبت در حقیقت زرتشت، مانو اور مزدکی عقائد کا احیا تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے صرف اتنی تبدیلی کی کہ مغان کی جگہ آل بیت کو لے لیا، اور پھر اپنا پرانا عقیدہ اس پر چسپاں کر دیا کہ آل بیت اللہ کے فرستادہ اور زمین پر انکے سایہ ہیں۔ اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے انہوں نے ائمہ معصومین کا عقیدہ گڑھا۔ یہ ائمہ حکمت الٰہیہ کے مظہر ہیں۔

جب مسلمانوں نے بلاد فارس فتح کیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایرانی قیدیوں میں سے شہنشاہ ایران "یزدگرد" کی بیٹی سے شادی کرلی، یہ شادی ایرانیوں کیلئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے وابستگی کا سبب بن گئی، اسلئے کہ انکے لڑکے علی (جو زین العابدین کے لقب سے مشہور ہوئے) کے سلسلے میں ماں کی نسبت سے ساسانی خون کی نسبت مل گئی، جو ساسانی خاندان انکے نزدیک مقدس تھا۔ اسلئے یہ امر صاف ہو جاتا ہے کہ شیعیت میں مجوسی عقیدہ کو زندہ کرنے کا مقصد کار فرما تھا جو انکی شہر بانو کے تعلق سے ساسانی نسل کیلئے ایرانی عصبیت کا مظہر تھا (2)۔

احمد امین اپنی کتاب "فجر الاسلام میں مقریزی کا قول نقل کرتے ہیں:

---

1 - الشیعہ والسنہ، احسان الٰہی ظہیر، ص- 56- 57، عربی نسخہ۔

2 - مجوسیوں کی واپسی (جاءدور المجوس)، ص - 76 - 77

یہ بات ذہن نشیں رہے کہ (فارسی) اقوام و قبائل کی سب سے زیادہ اسلام سے بغاوت کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود کو آزاد اور دنیا کا لیڈر مانتے تھے اور دوسری قوموں کو اپنا غلام تصور کرتے تھے۔ جب انہیں عربوں کے ہاتھوں اپنی شان و شوکت کے زوال کا کڑوا گھونٹ پینا پڑا، ان عربوں کے ہاتھوں جنہیں وہ کبھی خاطر میں نہیں لاتے تھے، تو انکا کرب مزید بڑھ گیا۔ وہ اسلام کے خلاف جنگ و جدال پر کمربستہ ہوگئے، اللہ نے ہر موقع پر مسلمانوں کو فتح و نصرت عطاء کی۔ ایرانیوں کو جب یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ نہیں جیت سکتے تو انہوں نے سازشوں کا سہارا لیا۔ وہ اسلام میں داخل ہونے کا مظاہرہ کرکے شیعیت کے راستہ گمراہی پر گامزن ہوگئے (1)۔

شیعیت کی اصل کے بارے غیر اسلامی محققین کی رائے پیش کرتے ہوئے احمد امین مزید لکھتے ہیں:

پروفیسر ویلہوسین (Wellhausin) کہتے ہیں کہ شیعی عقائد کی بنیاد مجوسیت سے زیادہ یہودیت پر ہے، انکی دلیل یہ ہے کہ اسکا بانی عبد اللہ بن سبا یہودی تھا۔ جبکہ پروفیسر ڈوزی (Dozy) کے مطابق اسکی بنیاد مجوسیت ہے، اسلئے کہ عربوں کی خمیر میں آزادی ہے جبکہ مجوسی بادشاہت کے پیرو ہیں، ایسی بادشاہت جو وراثتا چلی آرہی ہو، وہ خلیفہ کے انتخاب کی روایت سے نابلد تھے (2)۔

اسلام کو مجروح کرنے کی مذموم کوشش

علامہ ابن تیمیہ نے اپنے زمانہ میں شیعی حملوں کے رد میں کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل اپنی معرکۃ الآراء کتاب "منہاج السنۃ النبویۃ" کے جلد اول کے فصل اول میں متعدد روایتوں سے امام شعبی کا مشہور قول نقل کیا ہے:

میں یہود و نصاری کو ایک وجہ سے شیعوں سے بہتر سمجھتا ہوں کہ اگر یہودیوں سے پوچھا جائے کہ تمہاری امت کے بہترین لوگ کون ہیں تو وہ کہیں کہ اصحاب موسی، اور اگر نصاری سے پوچھا جائے تو وہ بلاتردد کہیں کہ عیسی علیہ السلام کے حواری، لیکن اگر شیعوں سے پوچھا جائے کہ تمہاری ملت کے شریر افراد کون ہیں تو وہ کہینگے: حضور اکرم ﷺ کے صحابہ (3)۔

امام شعبی کے اس قول کو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اہل سنت و شیعیت کے نزدیک رسول اعظم کی دعوتی و تربیتی کوششوں کی دو متضاد تصویریں" میں نقل کرتے ہوئے امیر محسن الملک کی کتاب "الآیات البینات" سے ان کا یہ جامع کلام نقل کرتے ہیں:

---

1 - باختصار، فجر الاسلام، احمد امین، ص 297

2 - فجر الاسلام، احمد امین، ص- 297- 298

3 - منہاج السنۃ النبویہ، امام ابن تیمیہ، ص- 29-33

شیعہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں جو عقیدہ رکھتے ہیں اس سے حضور اکرم ﷺ پر تہمت ثابت ہوتی ہے۔ صحابہ کرام کے بارے میں انکا عقیدہ اسلام کے بارے میں شبہات کو جنم دیتا ہے۔ اسلئے کہ جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ خاتم النبیین پر ایمان لانے والے صحابہ کا ایمان دکھاوے کا تھا، نعوذ باللہ وہ منافق تھے، وہ آپ ﷺ کی وفات کے فورا بعد مرتد ہوگئے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا کسی حال میں رسول اکرم کی نبوت پر ایمان کا قائل نہیں ہو سکتا۔ دوسرے لفظوں میں وہ یہ کہتا ہے کہ اگر یہ نبی سچے ہوتے تو اسکی تعلیم میں تاثیر نہ ہوتی۔ کیا کوئی ایسا نہ ہوتا جو صدق دل سے ان پر ایمان لاتا۔ انکے اصحاب کی اتنی بڑی تعداد میں گنتی کے چند لوگ تھے جو ایمان پر ثابت قدم رہے(1)۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ خود یوں رقم طراز ہیں:

ایک جماعت جو اسلام اور نبی اسلام سے نسبت کا دعوی کرتی ہے (فرقہ امامیہ اثنا عشریہ) وہ صحابہ کرام کی مثالی جماعت اور انکے عہد کی ایک ایسی تصویر پیش کرتی ہے جو نبی اکرم ﷺ کی ان ساری کوششوں پر پانی پھیر دیتی ہے جو آپ نے تعلیم و تربیت کے میدان میں کیں۔ بلکہ آپ ﷺ کی کوششوں کو کسی عام مربی و مصلح کے مقابلہ میں ناکام و نامراد ثابت کرتے ہوئے ایک ایسی مکروہ تصویر پیش کرتی ہے جو دلوں میں اسلام کی انقلابی کوششوں کے بارے نہ صرف مایوسی پیدا کرتی ہے، بلکہ پوری انسانیت کی صلاحیت و افادیت، اسکے نتائج اور مستقبل کے بارے مایوسی کا احساس پیدا کرتی ہے۔

اسکے نزدیک 23 سالوں پر پھیلی ہوئی محمد عربی ﷺ کی عظیم کوششوں سے صرف تین یا چار اشخاص ہی پیدا ہو سکے جو نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد اسلام پر کاربند رہے، ان کے علاوہ سبھوں نے وفات کے فورا بعد ہی اسلام سے اپنا رشتہ توڑ لیا۔ وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی صحبت اور آپ کی تربیت اپنے مشن میں پوری طرح ناکام ہوگئی۔ ان کی کتاب "الجامع الکافی" جو اثنا عشریہ کے نزدیک سب سے معتبر اور صحیح کتاب مانی جاتی ہے اسکے آخری فصل "کتاب الروضہ" میں امام ابو جعفر (امام محمد الباقر) سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے بعد لوگ مرتد ہوگئے سوائے تین کے، میں نے پوچھا وہ تین کون ہیں تو فرمایا: مقداد بن الاسود، ابوذر غفاری، اور سلمان فارسی۔ اسکے بعد مولانا نے امام خمینی کی کتاب "کشف الاسرار" سے انکے افکار و عقیدے کی چند جھلکیاں پیش کی ہیں(2)۔

1 - باختصار "اہل سنت و شیعیت کے نزدیک رسول اعظم کی دعوتی و تربیتی کوششوں کی دو متضاد تصویریں"، سید ابوالحسن علی ندوی، عربی نسخہ "صورتان متضادتان لنتائج جهود الرسول الاعظم" ص- 57)

2 -سابق حوالہ، ص- 52 – 55

شیعیت اسلام کے خلاف سب سے مہلک ہتھیار

اسلام کی علمی و فکری تاریخ کا حسین نچوڑ اور مرقع تیار کرنے والے، مصر کے ممتاز مؤرخ و ادیب احمد امین اپنی کتاب فجر الاسلام میں شیعیت کو اسلام کے خلاف سب سے خطرناک ہتھیار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

حقیقت تو یہ ہے کہ شیعیت اسلام کی بیخ کنی کے خواہاں، اسے اکھاڑ پھینکنے کیلئے سرگرم، اس سے نفرت وعداوت رکھنے والوں کا ہتھیار بن گئی۔ جو کوئی بھی اپنے آباء واجداد کی تعلیمات وعقائد اسلام میں داخل کرنا چاہتا خواہ وہ یہودی عقائد ہوں یا عیسائی، مجوسی یا ہندومت، اسی طرح وہ لوگ جو اپنے ملکوں کو سلطنت اسلامیہ سے آزاد کرانا چاہتے سبھی اہل بیت کی محبت کے دعوی کے پردے میں اپنا کھیل کھیلنے لگے۔ یہودیت عقیدۂ رجعت کے ساتھ شیعیت میں جلوہ نما ہوئی۔ تو خود شیعوں نے یہودیوں کی طرح دعوی کیا کہ جہنم کی آگ شیعوں پر حرام ہے کوئی شیعی اگر جہنم میں گیا بھی تو بس چند دنوں کیلئے، جس طرح یہودیوں نے کہا "لن تمسنا النار الا ایاما معدودة" ہمیں جہنم کی آگ چھو نہیں سکتی، اور اگر ایسا ہوا بھی تو فقط چند دنوں کیلئے ہوگا۔ عیسائیت کچھ شیعی فرقوں کے عقیدوں میں یوں ظاہر ہوئی کہ انہوں نے حضرت علی کی نسبت اللہ سے ویسے ہی جوڑدی جو عیسائیوں نے عیسی مسیح کی اللہ سے جوڑی۔ انہوں نے کہا کہ ذات باری حضرت علی کی شکل میں اس روئے زمین پر جلوہ گر ہوئی، اور یہ کہ نبوت ورسالت کا سلسلہ بند نہیں ہوا۔ اسی شیعیت کے بطن سے آواگون اور حلول کا عقیدہ بھی ظاہر ہوا، اسی طرح کی وہ باتیں جو برہمنوں، فلسفیوں اور مجوسیوں میں اسلام سے قبل رائج تھیں۔ بعض اہل فارس نے شیعیت کو ڈھال بنا کر بنو امیہ کے خلاف جنگ لڑی، انکے دلوں میں عربوں اور انکی حکومت سے نفرت کوٹ کوٹ کر بھری تھی(1)۔

شیعہ و سنی اتحاد کے مسدود راستے

شیعہ و سنی اتحاد جو عام مسلمانوں میں وقتا فوقتا ایک پر فریب نعرہ کے طور پر لگایا جاتا رہا ہے، اگر ہم اس کا تاریخی و عملی جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ شیعوں نے اس اتحاد کی ساری راہیں مسدود کر رکھی ہیں۔ اس سلسلے میں ماضی قریب میں عالم اسلامی کی مشہور علمی و دینی شخصیت شیخ موسی جار اللہ کے علم اور ذاتی تجربات کی مثال ہی ہمارے لئے کافی ہوگی۔ شیخ موسی جار اللہ ترکستانی قازانی روسی قیصری عہد کی انتہا اور کمیونسٹ روس کے ابتدائی دور کے مشہور مقتداء علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ 30 ملین سے زیادہ روسی مسلمانوں کیلئے مرجع اور حرف آخر سمجھے جاتے تھے۔ کمیونسٹ انقلاب کے بعد آپ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ حالات نے آپکو گوشہ نشینی اور تصنیف و تالیف میں مشغول کر دیا۔ آپکی کتابیں ہندوستان و حجاز، مصر و عراق اور ایران میں بڑی قدر کی نگاہوں سے پڑھی جاتی تھیں۔ شیعہ سنی اختلافات سے دل برداشتہ ہو کر آپ کے سر میں اتحاد امت کا سودا سمایا۔ چنانچہ آپ نے شیعوں کی ساری اہم کتابوں کا مطالعہ کیا اور اختلافات کے

1 - احمد امین، فجر الاسلام، ص- 298

اسباب جاننے کی کوشش کی۔ اصول کافی، من لایحضرہ الفقیہ، الوافی، مرآۃ العقول، بحار الانوار، غایۃ المرام، غرضیکہ شیعوں کی ان ساری کتابوں کا غائرانہ مطالعہ کیا جن پر یہ دین قائم ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ بنفس نفیس شیعی مراکز کا سفر کیا اور 7 مہینے شیعوں کے مدارس ان کی عبادتگاہوں، ان کی مجلسوں انکے غم و خوشی کے مراسم میں شرکت کی۔ ایام محرم میں نجف میں قیام کیا انکے عزاء اور عاشورہ کا مشاہدہ کیا، انکی علمی مجلسوں میں حاضر ہوئے۔

ایک شاق علمی مطالعہ اور عینی مشاہدات و تجربات کے بعد آپ نے تہران میں مشہور شیعی مجتہد عالم شیخ محسن الامین سے ملاقات کر انہیں ایک تحریری سوالنامہ پیش کیا، جسکی تاریخ 26/08/1934ء تھی۔ انہوں یہ سوالنامہ سارے شیعی مراکز کو بھیجے اور انہیں دعوت دی کہ اگر وہ خود کو اسلام کا حصہ سمجھتے اور مسلمان گردانتے ہیں تو ان سوالوں کا جواب دیں۔ آپ نے اپنے اس سوالنامہ میں لکھا:

میں پورے ادب و احترام کے ساتھ، سچے دل سے، فائدہ کی امید میں، شیعہ امامیہ (جو خود کو برحق سمجھتے ہیں) اور اہل سنت والجماعت کے مابین اتحاد کے راستوں کو ہموار کرتے ہوئے شیعہ اساتذہ سے درخواست کرتاہوں کہ وہ ان سوالات کے جوابات سے یاتو شخصی یا جماعتی سطح پر اپنے دستخط اور مہر تصدیق کے ساتھ نوازیں۔

پھر آپ نے شیعی مراجع کی کتابوں کے حوالوں، صفحات نمبر کے ساتھ شیعوں کے ان عقائد کے بارے میں استفسار کیا:

- صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کافر قرار دینا
- اسلام کے اولین علمبرداروں پر لعنتیں بھیجنا
- قرآن کریم کے بارے میں تحریف کا عقیدہ رکھنا
- مختلف عہد کی اسلامی حکومتوں، انکے قضاۃ اور علماء کو سرکش وشیاطین گردانا۔
- شیعوں کے علاوہ سارے اسلامی فرقوں کو کافر اور ملعون ماننا۔
- شیعوں کے ائمہ کے علاوہ کسی کے ساتھ جہاد اور اسکی اطاعت کو حرام قرار دیناٹھیک اسی طرح جس طرح خنزیر حرام ہے۔ شہید صرف شیعہ ہی ہوسکتاہے، شیعی خواہ بستر پر مرے وہ شہید ہے اور شیعوں کے علاوہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے جہنمی ہیں۔

شیخ جاراللہ نے ان 6 مسائل کو شیعی مراجع کی کتابوں سے ثابت کرنے کے بعد شیعی علماء سے پوچھا، ایاان عقائد کے ساتھ شیعہ سنی اتحاد کی کوئی امید باقی رہ جاتی ہے۔ اسکے علاوہ شیخ نے دیگر شیعی منکرات کا ذکر کیا جنکا ذکر طبیعت کو مکدر کردیتاہے مثلا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ام المومنین میں نہیں اسلئے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی مطلقہ تھیں اور یہ کہ ان کے مہدی جب دنیا میں ظاہر ہونگے تو وہ نعوذ باللہ ام المؤمنین پر حد جاری کرینگے۔

آپ نے شیعی علماء کو دعوت دی کہ وہ امت کو ان سوالات کے جوابات دیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال سے زیادہ انتظار کیا لیکن کہیں سے کوئی جواب نہ ملا۔ یہاں تک کہ بصرہ سے ایک مشہور مجتہد شیعی عالم دین نے 90 صفحات میں مجھے اپنا جواب لکھ بھیجا جو شیعوں کی کتابوں میں مذکور لغویات سے بھی شدید تھا۔ پھر شیخ موسی جار اللہ نے شیعیت پر اپنی مشہور کتاب "الوشیعہ فی نقد الشیعہ" لکھی۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میرے لئے اس کتاب کے ذریعہ امت کی عزت اور دین کی کرامت کا دفاع واجب ہو گیا۔ مجھ پر عہد اول اور عہد حاضر دونوں کا قرض واجب تھا اس لئے انہوں نے امت کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا ضروری سمجھا، کہ ملت کسی فریب میں نہ رہے (1)۔

کل شیخ جار اللہ نے سنی و شیعی اتحاد کی کوشش کی اور اس نتیجہ پر پہونچے اور آج علامہ یوسف القرضاوی اسکی گواہی دے رہے ہیں کہ انہوں نے انہیں امت کا حصہ مانتے ہوئے انکے علماء کو اپنے ساتھ شامل کر عالمی اتحاد علمائے اسلام کی تشکیل کی اور جب انہیں بہت قریب سے دیکھا تو پایا کہ اہل سنت والجماعت اور شیعیت میں زمین و آسمان کی دوری ہے جسے کسی طرح بھی قریب کرنا ممکن نہیں۔

ہمارے زمانہ میں ایک اور معتبر اور بڑا محترم نام ہے ڈاکٹر عبد اللہ النفیسی کا ہے۔ کویت یونیورسیٹی کے پروفیسر شعبۂ سیاسیات، کویت کے سابق ممبر پارلیمنٹ، نہ صرف عالم عرب بلکہ امریکہ ویورپ میں عالمی سیاست پر لکچر دینے کیلئے مدعو کئے جاتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ آپ ایران کے مشہور سیاسی ادارہ "دفتر مطالعات" کے سالانہ مہمان ہوا کرتے تھے۔ خمینی سے لیکر موجودہ صدر تک سبھوں سے ملاقاتیں اور میٹنگیں رہیں۔ ایک ایسی شخصیت جو عالم عرب میں اپنی سیاسی بصیرت کیلئے چوٹی پر فائز ہے۔ جسے سنیوں سے قبل شیعہ بھی وہی احترام دیتے تھے۔ انہوں نے 2007ء سے لیکچر دینے کیلئے ایران جانا بند کر دیا۔ آخر کیوں؟ ایران بلاتا رہا، انہوں نے معذرت کرلی، اسکے اسباب کیا ہیں؟ اگر کوئی حقیقت کا متلاشی ہو تو یوٹیوب پر مختلف عرب چینلوں پر انکے پروگراموں کو دیکھ لے۔ پھر آنکھیں کھل جائیں گی۔ ڈاکٹر عبد اللہ النفیسی خلیج میں تاریخ وسیاست کے امام مانے جاتے ہیں۔ شیخ جار اللہ سے بڑھکر انہوں نے شیعوں کا مطالعہ کیا اور اب وہ اپنا مستقل ریسرچ ادارہ چلاتے ہوئے شیعی پلاننگ، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف خطرناک ایرانی عزائم کا پردہ فاش کرنے میں شب وروز مصروف ہیں۔

آج ایران کی قیادت میں شیعوں نے سیریا و عراق سے لیکر یمن تک جو آگ لگائی ہوئی ہے، جس نے عالم عرب میں ہر سو خوف وبے چینی کی صورتحال پیدا کر دی ہے۔ آیئے اسے سمجھنے کیلئے شیعوں کی قدیم سیاسی تاریخ پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے چلیں۔

1 - تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: الخوارج والشیعہ فی میزان اہل السنہ والجماعہ، ڈاکٹر علی محمد الصلابی، ص- 295-298 اور "الوشیعہ فی نقد عقائد الشیعہ" شیخ جار اللہ ترکستانی۔

عالم اسلام پر شیعوں کی سیاسی یورش

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں اپنوں اور غیروں کی شہادت سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوگئی کہ وہ شیعیت جسکا مطلب ابتداء میں مسلمانوں کے ایک طبقہ کے نزدیک فقط اس نظریہ پر مبنی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ خلافت کے زیادہ مستحق ہیں، اسے ایرانیوں نے کیا شکل دے دی۔ انہوں نے آل بیت کی محبت کے جذبہ کو کس طرح ہائی جیک کر کے اپنے مقاصد کیلئے استعمال کیا۔

تاریخ اسلامی کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ جب مسلمانوں کے ہاتھوں منہدم کسروی حکومت کی نشاۃ ثانیہ کا کوئی امکان نہ رہا تو اہل فارس نے عالم اسلام میں اقتدار پر قبضہ کی نیت سے در اندازی شروع کر دی۔ حکومت بنو امیہ کی موجودگی میں انکی یہ مراد پوری ہوتی نظر نہیں آتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے جب تک امید رہی آل بیت میں شاخ علی کا سہارا لیا اور جب انہیں ان میں کوئی امید نظر نہ آئی تو اپنی جھوٹی محبت کا لبادہ اتار بنو عباس کے پیچھے ہو لئے۔ کسری انوشیروان کے دربار کے مشہور داناو حکیم "بزرجمہر" کی نسل کے ایک سپوت ابو مسلم خراسانی نے اس مشن کو پایۂ تکمیل کو پہونچایا۔

اس وقت کے حالات پر نظر ڈالیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بنو امیہ کے شیر بڑھاپے کا شکار ہو رہے تھے۔ متعدد بر اعظموں پر پھیلی ہوئی اپنی حکومت کے طول و عرض میں انکا دبدبہ ختم ہوتا جا رہا تھا۔ خلفاء بنو امیہ کا کردار روبہ زوال تھا۔ برسوں سے گھات میں بیٹھے ہوئے بنو عباس نے موقع غنیمت جان کر بنو امیہ کے خلاف اپنی تحریک کو ہوا دی۔ سرزمین فتنہ عراق سے اس تحریک کی اعلانیہ ابتداء ہوئی۔ اہل فارس اس تحریک سے فائدہ اٹھانے کیلئے سب سے آگے آگے تھے۔ ابو مسلم خراسانی ایرانی وہ پہلا شخص تھا جس نے بنو عباس کی تحریک کو تلوار کی طاقت دی۔ بنو عباس کا اپنا مقصد تھا اور پارسی بنو عباس کی تحریک کے پردے میں اپنے ایجنڈہ پر کام کر رہے تھے۔ بنو عباس بہر حال اپنی حکومت کا قیام چاہتے تھے اسلئے وہ ان پارسیوں کی حمایت پر منحصر اپنی راہ کی ہر رکاوٹ کو ہٹانے کیلئے ان کے دست نگر تھے۔ وہ پارسیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو قتل کروانے لگے۔ ابو مسلم خراسانی نے موقع غنیمت جان پورے خراسان میں عربوں کو چن چن کر قتل کیا۔ اس قتل عام کے نتیجہ میں خراسان عرب اور اسلامی تہذیب کے علمبرداروں سے خالی ہو گیا(1)۔

مؤرخ اسلام محمود شاکر رحمۃ اللہ علیہ "التاریخ الاسلامی-الدولۃ العباسیہ، جلد-5" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

بنو امیہ کے آخری عہد میں اسلامی فتوحات تھم سی گئیں، لوگ باہمی جنگ و جدال میں پڑ گئے، بالآخر عباسیوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ جب انکی حکومت کو استقرار حاصل ہوا اور لوگوں کو تھوڑا سکون حاصل ہوا، تو موقع پرستوں نے فائدہ اٹھانا شروع کیا۔ ان موقع پرستوں میں سب سے آگے پارسی تھے۔ وہ شیعیت کا لبادہ اوڑھ کر عباسیوں کی طاقت بن گئے۔ عباسیوں کو حکومت دلا کر بہت سارے ایرانی اقتدار کے

---

1 - اردو میں تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو، تاریخ اسلام، اکبر شاہ خاں نجیب آبادی، جلد اول، ص- 875 – 894

اعلی منصب پر فائز ہوگئے۔ اقتدار ان کا مطمح نظر تھاجسکے حاصل ہوتے ہی انہوں نے اسلام پر تیشہ چلاناشروع کیا۔ انکے ذریعہ بہت ساری تحریکیں اٹھیں، انمیں سنباد، مسلمیہ، روانددیہ، مقنعیہ اور بابکیہ وغیرہ تھیں۔ انمیں سب سے بڑا مجرم خلافت عباسیہ کا بانی ابو مسلم خراسانی تھا، اسکے بعد برامکہ وغیرہ آئے(1)۔

محمود شاکر مزید لکھتے ہیں: حکومت کے لالچی ہر فرقہ نے اہل بیت کی محبت کو اقتدار تک پہونچنے کا زینہ بنایا۔ وہ اسکے پردہ میں اپنے اہداف و مقاصد پورا کرنے لگے۔ ان میں قرامطہ، نصیری، حمدانی اور عبیدی فاطمی بھی تھے۔ اور دروز بھی، ان کے ساتھ شیعہ امامیہ (اثنا عشریہ) بھی۔ اس فرقہ نے بڑی مہارت سے اپنے افکار ڈھالے اور پھر انہیں اسلاف سے جوڑ دیا، جبکہ اس سے اسلاف کا کچھ لینا دینا نہ تھا۔ نئے عہد کے مؤرخین دھوکہ کھاگئے کہ یہ شیعی افکار اسلام کی ابتداء سے ہی پائے جاتے ہیں۔ انہیں سخت مغالطہ ہوا کہ ان افکار کے حامل ہمارے اسلاف میں امام زین العابدین بن الحسین، انکے بیٹے زید اور انکے پوتے جعفر صادق رحمہم اللہ ہیں۔ اسکا اتنا پروپیگنڈہ کیا گیا کہ یہ بات عام ہو گئی۔ شیعہ عالم اسلامی کے گوشہ گوشہ میں چھاگئے(2)۔

خلافت عباسیہ کے پردہ میں عالم اسلام پر قبضہ کی کوشش

ایرانی اقتدار کے حصول سے قبل اسلامی عقائد کو مسخ کرنے کیلئے کوشاں رہے اور اقتدار تک پہونچنے کے بعد انہوں نے تہذیب اسلامی پر بھرپور حملہ کیا۔ اس کتاب میں ایک ضمنی بحث ہونے کی وجہ سے ہمارے لئے قدیم وجدید دونوں مراجع سے تفصیلات پیش کرنے کی گنجائش نہیں، لہذا عہد جدید میں اسلام کی علمی و فکری تاریخ مرتب کرنے والے ممتاز مؤرخ و ادیب احمد امین کی "ضحی الاسلام" سے اس پہلو پر ایک نظر ڈالتے چلیں۔ احمد امین لکھتے ہیں:

اموی حکومت گری اور عباسی سلطنت قائم ہوئی۔ پارسیوں کی کچھ مرادیں پوری ہوئیں، سب نہیں۔ انکی پوری تمنا تو یہ تھی ایرانی حکومت اپنے بادشاہوں اور خدم و حشم کے ساتھ قائم ہو۔ لیکن انہوں نے جو کچھ بھی پایا وہ کم نہیں تھا۔ عباسی خلفاء اس کا برملا اعتراف کرتے تھے کہ انکی حکومت اہل فارس کے کندھوں پر قائم ہوئی(3)۔

---

1 - التاریخ الاسلامی-الدولۃ العباسیہ، جلد-5، صفحہ- 6- 7

2 - التاریخ الاسلامی، جلد- 5، صفحہ- 5

3 - ضحی الاسلام، جلد اول، ص- 52

پھر خلافت عباسیہ میں پارسی حل وعقد اور علم وادب سب پر چھاگئے، لیکن بنوعباس کی اسلامی حمیت جاگی اور وہ بروقت خبردار ہوئے۔ منصور، ھادی، ہارون الرشید سبھوں نے اپنے اپنے دور میں بار بار اٹھنے والے اور خود انکی حکومت کے اندر پروان چڑھنے والے ان خطرات کو اسلام پر غلبہ حاصل کرنے سے قبل ہی کچلنے کی طرف توجہ دی۔

لیکن بنوعباس نے اپنی حکومت کے قیام میں پارسیوں سے جو مدد لی وہ خود انکے اور بالآخر امت مسلمہ کے زوال کا پیش خیمہ ثابت ہوئی ۔مسلم معاشرہ اور تہذیب پر ایرانی ومجوسی عنصر ایسا چھایا کہ مسلم سماج اسکے مسموم اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا۔ ملحدانہ اور مجوسی افکار کے ساتھ شراب، ناچ گانوں اور تعیشات کے نت نئے طریقے رائج کئے گئے، عباسی خلفاء کی اکثریت اپنی دینداری میں معروف تھی۔ لیکن شیعی مؤرخین لہو ولعب کا الزام انکے سر منڈھنے لگے۔ ہمارے مؤرخین بھی انکے پروپیگنڈوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ جب کمزور عباسی خلفاء کا دور شروع ہوا اور شیعوں نے عملی طور پر اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے لیا تو بلاد اسلامیہ میں مجوسی تہوار اور رسوم ورواج کو پھیلایا گیا ، مانی و زرداشت کے عقائد اور طرز زندگی کو فکر و عمل میں رسائی ملنے لگی، تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو احمد امین کی کتاب "ضحی الاسلام" ۔

تاریخ اسلام میں شیعوں کے سیاسی کردار کی چند جھلکیاں

امت مسلمہ کو زوال سے دوچار کرنے میں شیعوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ آیئے ان اہم تاریخی موڑ پر ٹھہر کر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں جہاں شیعوں کی اسلام مخالف تحریکوں کی زد میں عالم اسلامی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھرتا نظر آئے گا۔ یہیں مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی فلک بوس خلافت عباسیہ کے نشانات بھی نظر آئیں گے جو شیعوں کے ہاتھوں تاراج ہوئی:

جیسا کہ اوپر مؤرخین کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ اہل فارس نے خلافت عباسیہ کے قیام کے ساتھ ہی عالم اسلام میں اثرورسوخ حاصل کرلیا۔ ان میں جو اہل سیاست تھے وہ وزارت، فوج اور حکومت کے اہم عہدوں تک پہونچے اور جو اہل علم تھے انہوں نے فکری محاذ سنبھال لیا۔ ایران کی حکمت، عقائد اور شعر وادب، تہذیب وثقافت سب بڑی تیزی سے عربی زبان میں منتقل کردئے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عالم اسلام ایک خطرناک فکری انحراف کے دہانے پر کھڑا ہوگیا۔ خلیفہ مہدی وہ پہلا خلیفہ تھا جس نے ان اثرات کے ازالہ کیلئے سماج کی ان کالی بھیڑوں کو جو اس زمانہ میں "زندیق" کہلاتے تھے کیفر کردار تک پہونچانے کی ٹھانی۔ اس دنیا سے کوچ کرتے ہوئے اپنے بیٹے ہادی کو ان زندیقوں پر گہری نظر رکھنے کی وصیت کرگیا۔ چنانچہ ہادی نے ایک خاص وزارت ان مجوسی شیعوں کی سرکوبی کیلئے قائم کی جو مملکت اسلامیہ میں شرک والحاد کو پھیلانے کیلئے سرگرم عمل تھے۔

مہدی کے بعد خلافت عباسیہ کا جلیل القدر بادشاہ ہارون الرشید تھا جس نے شیعوں کے سیاسی پکڑ سے خلافت کو آزاد کیا۔ اس نے اس وقت حکومت کے حل وعقد پر چھائے ہوئے برامکہ شیعوں کا صفایا کیا۔ لیکن یہ لوگ اسلامی دنیا میں اس حدتک سرایت کرچکے تھے کہ عباسی خلفاء بار بار انکے دام میں پھنستے رہے یہاں تک کہ وہ دن بھی دیکھنا پڑا کہ خلیفہ مستعصم کے شیعی وزیر ابن العلقمی نے ہلاکو کے ذریعہ

خلافت عباسیہ کا جنازہ نکلوایا۔ اس سے قبل کے ہم ہلاکو کے ہاتھوں سقوط خلافت عباسیہ کے دلدوز سانحہ پر بحث کریں، واقعات کے تاریخی تسلسل سے شیعوں کے مختلف فرقوں کے ذریعہ عالم اسلامی کی تکابوٹی کرنے کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالتے چلیں۔ اختصار کے طور پر ان میں تین فرقوں قرامطہ، اسماعیلیہ اور شیعہ اثناعشریہ کے چند خطرناک تاریخی رول پر اکتفاء کیا جائے گا۔

اسماعیلیہ اور قرامطہ:

شیعوں کے ان تینوں فرقوں میں شیعیت کی خود اپنی مملکت کے قیام کیلئے جو سب سے پہلی تحریک اٹھی وہ اسماعیلی تحریک تھی۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اہل بیت کے پردے میں اٹھنے والی اس خطرناک تحریک کی پہلی باقاعدہ حکومت کی بنیاد ڈالنے والا عبید اللہ مہدی تھا۔ جس نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی اولاد میں ہونے کا دعوی کیا۔ مؤرخین اور علمائے اسلام مثلا باقلانی، امام غزالی، ابن خلکان، ابو شامہ، امام ذھبی، ابن کثیر، ابن تیمیہ، ابن حجر اور سیوطی وغیرھم ائمۂ اسلام نے عبید اللہ مہدی کے اس دعوے کو دجل وفریب سے تعبیر کیا ہے(1)۔ یہ ایک طویل بحث ہے جس پر انتہائی عرق ریزی سے کام کرنے والے علمائے ہندوپاک میں "احسان الہی ظہیر" کا نام سر فہرست ہے جنھوں نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "الاسماعیلیہ، تاریخ وعقائد" میں فرقۂ اسماعلیہ کو پوری طرح بے نقاب کر دیا ہے۔

ہماری بحث یہاں اس غالی شیعی فرقہ کی سیاسی تاریخ سے ہے جس نے عالم اسلام کو پارہ پارہ کر دیا۔ اس فرقہ کے داعیوں نے یوں تو اپنی پہلی حکومت یمن میں قائم کی۔ یمن میں انہوں نے مسلمان عورتوں کو باندی بنایا، شریعت اسلامی کو منہدم کر کے ایک نئے دین کی بنیاد ڈالی، ماں بہن سب سے نکاح جائز قرار دیا۔ انکی حکومت میں شراب پینا باعث ثواب ٹھہرا، نماز روزے سب کالعدم کر دئے گئے، عامۃ الناس کی زندگی جہنم بنادی گئی، یہانتک کہ اہل یمن نے ان دشمنان دین اور ننگ انسانیت فرقہ کے خلاف بغاوت کی اور اسے یمن سے اکھاڑ پھینکا۔

قرامطہ

اسماعیلی تحریک کی دعوت یمن سے نکل کر بحرین اور حالیہ سعودی عرب کے مشرقی علاقوں تک بڑھی۔ یمن سے نکل کر اس دعوت کو پھیلانے والا ایرانی مجوسی زکرویہ تھا، جس نے علاقہ کے ایک بااثر شخص حمدان قرمط کو اپنے دام فریب میں پھنسایا۔ حمدان قرمط کے ماننے والے قرامطہ کہلائے۔ انہوں نے 287 ہجری میں بحرین سے لیکر حالیہ سعودی عرب کے مشرقی علاقے قطیف تک ایک مضبوط حکومت قائم کرلی، جسکے سامنے خلافت عباسیہ بے بس تھی۔ قرامطہ پر جب یہ بھید کھلا کہ عبید اللہ مہدی کا حضرت فاطمہ کی اولاد میں ہونے کا دعوی جھوٹا ہے تو وہ اسکے خلاف ہوگئے، لیکن انہوں نے اسی فکر ونہج پر اپنی حکومت قائم کی۔ یہ تاریخ میں "قرامطہ" کے نام سے معروف

---

1 - تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو کتاب: موقف الامام الذهبي من الدولة العبيدية نسبا ومعتقدا، ڈاکٹر سعد بن موسی، استاذ شریعہ، ام القری یونیورسیٹی، مکہ مکرمہ

ہوئے۔ قرامطہ نے یمن میں اسماعیلیوں کی نئی شریعت اور نئے نظام کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ انہوں شریعت مطہرہ کی پامالی کے ساتھ مال وزر اور عورت میں سب کا برابری کا حق مانا۔ انکے اس اشتراکی نظریہ کے سامنے کمیونسٹ نظام بھی شرمندہ ہے۔ انہوں نے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ اسی پر بس نہیں، اسلام دشمنی میں وہ اس حد تک گئے کہ 317 ہجری کے حج میں خانہ کعبہ پر حملہ کر کے حجاج کرام کا قتل عام کیا، انکی لاشوں سے زمزم کا کنواں پاٹ دیا۔ خانہ کعبہ کو ڈھایا اور حجر اسود اٹھا کر بحرین میں اپنی راجدھانی "ہجر" لے گئے جہاں پورے 22 سال تک حجر اسود انکے قبضہ میں رہا۔

فاطمی خلافت

وہ اسماعیلی یا عبیدی حکومت جسکی ابتداء یمن سے ہوئی تھی اور جو حجاز کے مشرقی علاقوں میں ایک نئے دھڑے قرامطہ کی شکل میں سامنے آئی وہ اپنی اصل اور باقاعدہ صورت میں مراکش میں ظاہر ہوئی جب عبید اللہ مہدی شام سے بھاگ کر مراکش آیا۔ یہاں پہلے ہی اسکے یہودی کارندے میدان ہموار کر چکے تھے۔ 297 ہجری میں اس نے اپنی پہلی حکومت قائم کی جو تاریخ میں عبیدی یا فاطمی حکومت کے نام سے جانی جاتی ہے۔ اس شخص کے ماننے والوں نے اسے الوہیت کے درجہ تک پہونچا دیا۔ 322 ہجری میں اسکی موت کے بعد قائم بامر اللہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی، پھر منصور باللہ اور پھر 341 ہجری میں معز لدین اللہ آیا جو اسماعیلوں کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے میں کامیاب رہا۔ اس نے مصر پر قبضہ کر کے شیعہ اسماعیلیہ کو عالم اسلامی کے قلب تک پہونچا دیا۔ بلاد شام تک اسکا دائرۂ حکومت پھیل گیا۔ تاریخ اسلام میں پہلی بار خلافت پارہ پارہ ہوئی۔ خلافت عباسیہ کے متوازی ایک دوسری خلافت "فاطمی خلافت" کے نام سے کھڑی کر دی گئی۔ مصر پر ان اعدائے اسلام کی حکومت 200 سالوں تک برقرار رہی۔ اس پوری مدت مصر میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ رہا۔ علماء و فقہاء کو چن چن کر قتل کیا گیا۔ شریعت اسلامیہ کی کتابوں کو پھاڑا گیا۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے گھروں پر صحابہ کرام کیلئے گالیاں لکھیں۔ انہوں نے صلیبیوں سے معاہدے کئے۔ انہیں ٹیکس بھی ادا کرتے رہے۔ اور بیت المقدس پر ناپاک صلیبی قبضہ میں انہوں نے صلیبیوں کی بالواسطہ مدد بھی کی۔

اللہ نے اس ناسور کو اکھاڑ پھینکنے اور خلافت کی بقا کیلئے نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کو پیدا فرمایا۔ صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں 567 ہجری میں اس ناپاک حکومت کا خاتمہ ہوا۔ عالم اسلام کو اس شر سے نجات ملی۔ ان کا شر اتنا ظاہر اور اسلام سے انکی عداوت اتنی گھناؤنی تھی کہ یمن ہو یا بحرین، تیونس ہو یا مغرب (مراکش) ہر جگہ مسلمان انکے شر سے نجات پانے کیلئے ہاتھ پاؤں مارتے رہے اور جیسے ہی مسلمانوں کو ان پر غلبہ حاصل ہوا انکی ساری آلائشوں کو مسلمانوں نے اپنے ملکوں سے اس طرح دھویا کہ ان کا نام ونشان تک رہا۔ سوائے چند ممالک کے جہاں آج بھی انکے بقایاجات موجود ہیں۔ ان میں سیریا، لبنان کے ساتھ ہندوستان کا نام بھی آتا ہے۔ خود اسماعیلی منافقین کئی فرقوں میں بٹے جن میں ہندوستان کا بوہرہ فرقہ برصغیر میں بہت مشہور ہے۔

فرقہ امامیہ اثنا عشریہ

مندرجہ بالا معروضات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ شیعیت اسلام سے انحراف اور اسلامی عقیدوں کو مسخ کرنے کی متنوع کوششوں میں متعدد فرقوں میں تقسیم ہو گئی۔ ان سارے فرقوں میں صرف دو فرقے ایسے ہیں جو آج تک عالم اسلام میں اپنی سیاسی اور فوجی قوت کی بدولت حکومت کی شکل میں باقی ہیں۔ ان میں ایک تو سیریا کا نصیری فرقہ اور اسکی حکومت ہے جبکہ دوسرا ایران میں قائم حکومت کی پشت پناہی سے مختلف مسلم ملکوں میں پایا جانے والا فرقہ امامیہ اثنا عشریہ ہے۔ ان فرقوں میں اثنا عشریہ کے سب سے طاقتور بن کر ابھرنے اور شیعی دنیا پر بالادستی کی وجہ 1502ء میں قائم ہونے والی صفوی حکومت تھی جس نے اسکے عقائد کو اپنا سرکاری مذہب تسلیم کر لیا۔ ماضی میں اس فرقہ کی سیاسی بالادستی کی تاریخ خلافت عباسیہ پر بویہی خاندان کی بالادستی سے شروع ہوتی ہے۔

خلافت عباسیہ پر بویہی بالادستی

بویہی کسری ایران کے خاندان سے تھے۔ کسری کے زوال کے بعد بے نام ونشان مختلف حکمرانوں کی فوج میں کام کرتے رہے۔ اپنی شجاعت ومہارت سے انہوں نے ایران کے کچھ علاقوں پر دوبارہ حکومت حاصل کر لی بویہ کے بیٹوں نے عباسی خلیفہ مستکفی باللہ کے عہد میں بغداد پر چڑھائی کی اور حکومت پر قابض ہوئے۔ وہ خلیفہ کو معزول تو نہیں کر سکتے تھے البتہ اسے بے بس کر کے اسکی ایک تنخواہ طے کر دی۔ عباسی خلیفہ مستکفی نے احمد بن بویہ کو "معز الدولۃ" کا خطاب دیا۔ 334 ہجری میں معز الدولۃ نے خلیفہ مستکفی کو شبہ کی بنیاد پر گھر سے گھسیٹ کر نکلوایا، خود سوار اور اسے پیدل اپنے گھر تک لے گیا۔ مسلمانوں کی اس سے بڑھ کر ذلت اور کیا ہو سکتی تھی کہ خلیفہ اس حال میں بے یار و مددگار گھسیٹا گیا۔ اس واقعہ کی روشنی میں اس وقت شیعی تسلط اور مسلمانوں کی کمزوری کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ دار الخلافہ شیعی رسم و رواج کا گہوارہ بن گیا۔ شیعی مراسم کی ادائیگی پر بازار بند اور مجوسی تہواروں پر شہر سجائے جانے لگے۔ خلافت کو اس حالت زار پر پہونچانے کا بھرپور فائدہ عیسائیوں نے اٹھایا۔ کسری کے سپوتوں نے قیصر کے وارثین کو اسلام اور مسلمانوں سے انتقام لینے کا بھرپور موقع فراہم کیا۔ صلیبیوں نے انہیں کے پھیلائے ہوئے انتشار کے سایہ میں عالم اسلام پر حملے شروع کر دیئے۔ مسلمان عورتوں اور بچیوں کو باندی، لڑکوں کو غلام اور مردوں کو موت کے گھاٹ اتارنے لگے۔

یہ وہ زمانہ ہے جب اسلامی دنیا پوری طرح شیعیت کے نرغے میں کراہنے لگہ۔ تاریخ کے اس عہد پر روشنی ڈالتے ہوئے مؤرخ اسلام محمود شاکر لکھتے ہیں:

شیعہ عالم اسلام کے وسیع علاقوں پر قابض ہو گئے۔ عبیدی حکومت مراکش اور پھر مصر اور شام کے کچھ علاقوں پر، حمدانی حکومت موصل اور شام کے دیگر علاقوں پر۔ قرامطہ بحرین و یمامہ اور جزیرۃ العرب کے کچھ حصوں سے ہوتے ہوئے دمشق پر، بنی بویہ عراق، ایران، اسکے علاوہ سامانی حکومت تھی جو اسماعیلی عقیدہ سے قریب تھی، یہ ساری حکومتیں شیعیت کی علمبردار تھیں۔ انمیں کچھ غالی شیعہ تھے جیسے

حمدانی، کچھ ان سے کم جیسے بویہی کچھ یہودی الاصل تھے جیسے عبیدی فاطمی، اور کچھ شدت پسند مجوسی تھے جیسے قرامطہ۔ ان مختلف بیک گراؤنڈ اور مختلف مقاصد کے تحت سرگرم شیعی طاقتوں کے سامنے سنگل پوائنٹ ایجنڈہ تھا، اندر سے اسلام کی بیخ کنی اور حکومت پر قابض ہو کر مستحکم منصوبہ کے تحت اسلام کا خاتمہ۔

اگر ان شیعوں کی دعوت میں کوئی صداقت ہوتی تو ممالک اسلامیہ کے اتنے وسیع خطوں پر قابض ہونے کے بعد ایسا نہ ہوتا کہ انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہ ملتی، وہ ان ممالک سے اسلام کا خاتمہ نہ کر پاتے۔ اس وقت صرف چند علاقے تھے جو مسلمانوں کے ہاتھ میں رہ گئے تھے، اندلس، جزیرۃ العرب (حالیہ سعودی عرب) میں کچھ چھوٹی چھوٹی کمزور ریاستیں، اور عالم اسلامی کے مشرق میں غزنوی سلطنت، اسکے علاوہ سارے ممالک پر شیعوں کا قبضہ تھا۔ اللہ کا کرنا کچھ ایسا ہوا کہ اپنے ناپاک مقاصد میں مختلف الجہات ہونے کے باعث ان شیعی حکومتوں میں خود باہمی جنگیں ہوئیں۔ قرامطہ عبیدیوں سے لڑے، عبیدیوں نے حمدانیوں سے جنگ کی، ادھر حمدانی اور بنو بویہہ باہم دست و گریباں رہے۔ اللہ نے انکے اندر یہ اختلافات پیدا کر کے آل بیت کی محبت کے ان جھوٹے دعویدار گمراہ فرقوں کو خود انہیں کے ذریعہ کچل دیا یا پھر کمزور کر دیا۔ اللہ کا وعدہ برحق ہے "انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون" بیشک ہمیں قرآن کو نازل کرنے والے ہیں اور ہمیں اسکی حفاظت بھی کرنے والے ہیں(1)۔

پھر اللہ نے مسلمانوں میں ایسے سورما پیدا فرمائے جنہوں نے ان شیعوں کا خاتمہ کیا ان میں نور الدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کے نام سرفہرست ہیں۔ ایک طرف اسلام کے یہ جیالے مسلمانوں اور خلافت عباسیہ کا وقار بحال کرنے میں لگے تھے تو دوسری طرف خلافت کی راجدھانی بغداد میں عباسی خلفاء تھے جو مسلسل ان شیعوں کو اپنی حکومت میں وزات عظمی کے عہدوں سے نوازتے رہے۔ یہاں تک کہ بغداد کے آخری خلیفہ مستعصم نے اپنے شیعی وزیر "مؤید الدین ابن العلقمی" کے ہاتھوں میں سب کچھ سونپ دیا۔ اس وقت علماء کے احتجاج کے باوجود ابن العلقمی کو خلیفہ نے سر پر چڑھائے رکھا۔ یہ اللہ کا فیصلہ تھا کہ عباسیوں کو ان کے اس عمل کی سزا ملے چنانچہ ابن العلقمی نے خلافت عباسیہ کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔ مستعصم بغداد کی عظمت اسلامی کا آخری خلیفہ ثابت ہوا۔ ابن العلقمی نے بڑی سازش اور تدبیروں سے تاتاریوں کو بغداد پر حملہ کی دعوت دی اور پھر جو کچھ ہوا اسکی تفصیل بڑی دلخراش اور صدمہ انگیز ہے۔ لازم ہے کہ اپنے اس زوال کی داستان کو اختصار کے ساتھ ہی صحیح ذہنوں میں ایک بار پھر تازہ کر لیا جائے تا کہ آج ہمارے خون کے پیاسے ان لوگوں کا سامنا کرتے ہوئے ملت صدمہ کی حالت سے نکل سکے۔

---

1 - التاریخ الاسلامی، ج- 6، ص- 143

شیعی کندھوں پر خلافت عباسیہ کا جنازہ

۶۵۶ ہجری میں اسلام کے دارالخلافہ بغداد پر تاتاریوں کا حملہ مسلمانوں کے خلاف تاریخ کا سب سے تباہ کن حملہ تھا۔ یہ طوفان بلاخیز عالم اسلام کو اپنی خوفناک لہروں میں بہالے گیا۔ جب ہلاکو اور اسکی فوجوں نے بغداد میں مردوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو چن چن کر مارا۔ اس وقت دنیا کے سب سے خوبصورت شہر، علم وادب کا گہوارہ اور تہذیب وثقافت کا مرکز انسانی مقتل میں تبدیل کر دیا گیا۔ گھروں اور مسجدوں میں دروازے بند کر کے جان بچانے والوں کو دروازے توڑ کر نکالا اور سڑکوں پر قتل کیا گیا، یا پھر انہیں بند گھروں اور مسجدوں میں عمارت سمیت آگ کی نذر کر دیا گیا۔ اونچی جگہوں پر بھاگ کر جان بچانے والے وہیں سے زمین پر ڈھکیل کر مار دئے گئے۔ گلیوں میں خون کی نہریں بہنے لگیں۔ لوگوں نے کنوؤں، قبروں، نہروں اور گندے نالوں میں چھپ کر جان بچائی۔ علماء وائمہ مساجد تاتاری حملہ کے خاص ٹارگٹ رہے۔ بغداد سے بنو عباس کے مردوں اور عورتوں کو پکڑ کر لایا جاتا اور انہیں قبرستان خلال میں جانوروں کی طرح ذبح کیا جاتا۔ جو عورتیں پسند آتیں انہیں اپنے پاس رکھ لیتے۔ تاتاری ہزاروں مسلمان لڑکیوں کو اغوا کر کے اپنے ساتھ لے گئے ایک اندازہ کے مطابق کم از کم ۸ لاکھ مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔

ابن کثیر کی روایت کے مطابق:

چالیس دنوں کی حیوانیت کے بعد بغداد ایک ویرانہ میں تبدیل ہو گیا۔ شاذونادر ہی کوئی انسان اس شہر میں نظر آتا۔ سڑکوں پر مقتولین کی لاش ٹیلوں کی مانند ڈھیر لگی ہوئی تھی۔ بارش کی وجہ سے ان لاشوں کی صورتیں مسخ ہو گئیں، ان کی بدبو سے پوری فضا ناقابل برداشت بن گئی۔ ان لاشوں کی عفونت سے جو وبا پھوٹی اسکی ہوا سے شام تک بیماری پھیلی اور خلق خدا کی ایک بڑی تعداد لقمۂ اجل بنی۔

اور جب بغداد میں امان کی منادی کرائی گئی، تو زیر زمین چھپے ہوئے لوگ باہر آئے۔ بارش کی نکاسی کے نالوں، نہروں اور قبروں سے نکلنے والے لوگوں کی حالت یہ تھی کہ باپ بیٹے کو بھائی بھائی کو پہچان نہ سکا۔ ان کی اکثریت پھوٹنے والی وباؤں سے ہلاک ہو گئی۔ اللہ کی جانب سے مسلط کیا گیا ہولا کو خان اسی سال جمادی الاول میں اپنے ملک کو رخصت ہوا (ہلاکو محرم ۶۵۶ ہجری کو بغداد پر حملہ آور ہوا تھا) جبکہ وزیر ابن العلقمی کو اللہ نے مہلت نہ دی اور وہ اگلے مہینہ کی ابتداء میں ۶۳ سال کی عمر کو پہونچ کر رب قدیر کے ہاتھوں دھرا گیا۔ وہ ایک متعصب اور خبیث شیعی رافضی تھا، غم واندوہ اور مشقت میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔ ابو شامہ اور ہمارے شیخ ابو عبد اللہ الذھبی اور

قطب الدین الیونینی ذکر کرتے ہیں کہ بغداد میں اتنی بڑی ہلاکت ہوئی کہ اسکی متعفن ہواؤں، اور ماحول کی آلودگی سے شام میں وبا پھوٹ پڑی(1)۔

اس قتل عام کے بعد تاتاری اس عظیم لائبریری کی طرف متوجہ ہوئے جو اس وقت روئے زمین پر سب سے بڑی لائبریری شمار کی جاتی تھی۔ گذشتہ ۶ صدیوں کی مسلمانوں کی علمی کاوشوں کو تاتاریوں نے نہر دجلہ میں ڈال کر اپنے لئے پل بنالیا۔ انسانیت اس گھناؤنے جرم کیلئے شیعی اور تاتاری کردار کو فراموش نہیں کر سکتی۔ ڈاکٹر مصطفی طہ اپنی کتاب ''اسلام کی عظیم آزمائش'' میں لکھتے ہیں :

تاتاریوں نے گذشتہ صدیوں کی ساری علمی کاوشوں کو نہر دجلہ میں ڈالدیا، یہاںتک کہ ان کتابوں (جو اس وقت تک ہاتھوں سے کچے انک سے موٹے حروف میں لکھی جاتی تھی) کی روشنائی سے دجلہ کا پانی سیاہ ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ تاتاری ان کتابوں کی ضخیم جلدوں کے ڈھیر پر دریاعبور کرتے(2)۔

ابن کثیر اس بلائے عظیم کے پیچھے شیعی کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں :

اس حادثہ سے قبل وزیر ابن العلقمی(3) نے خلافت کی فوج کو منتشر کرنے میں اپنی پوری محنت جھونک دی، مستعصم کے باپ مستنصر باللہ کے عہد میں باقاعدہ فوج کی تعداد ایک لاکھ تھی، وہ اس فوج کو برابر گھٹاتا رہا یہاں تک کہ فوج کی تعداد گھٹ کر ۱۰ ہزار کو پہونچ گئی۔

ابن کثیر کے مطابق جب وہ خلافت کی فوجی قوت کو منتشر کرنے میں کامیاب ہوگیا تو اس نے :

تاتاریوں سے خط وکتابت کا سلسلہ شروع کیا، اور انہیں ممالک اسلامیہ پر حملے کیلئے اکسایا انہیں اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ تاتاریوں کو خلافت کی کمزوری اور مملکت کے اندرونی احوال سے آگاہ کرتا رہا۔ اس کا مقصد سنیوں کا کامل صفایا، بدعت وشیعیت کا غلبہ ، فاطمی خلافت کا قیام اور علماء اسلام کا قتل عام تھا (4) ۔

---

1 - البدایہ والنہایہ جلد ۱۳ ۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو انٹرنٹ پر عصر حاضر کے مؤرخ ڈاکٹر راغب السرجانی کی سائٹ قصۃ الاسلام، مقالہ بعنوان: بغداد کازوال اور خلافت عباسیہ کا خاتمہ "سقوط بغداد ونہایۃ الخلافۃ العباسیہ"

2 - محنۃ الاسلام الکبری، ص- ۱۷۷-۱۷۸، بحوالہ: قصۃ الاسلام سائٹ، مقالہ بعنوان: ابن العلقمی والخیانۃ العظمی۔

3 - محمد بن احمد بن علی، مؤید الدین الاسدی البغدادی، معروف بابن العلقمی بغداد کے آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ نے اسے وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز کردیا۔ اس طرح وہ ۱۴ سالوں تک وزیر رہا۔ مستعصم نے اس پر اتنا بھروسہ کیا کہ اس وقت بڑے بڑے علماء کے اختلاف کے باوجود پورا زمام اقتدار اسکے ہاتھوں میں تھمادیا (الزرکلی، الاعلام، ج- ۴ ص- ۲۴۸)۔

4 - البدایہ والنہایہ، جلد ۱۳، ص ۲۰۳- ۲۰۵- منہاج السنۃ- ابن تیمیہ، تاریخ الخلفاء - سیوطی اور دیگر کتب تاریخ

ابن العلقمی کا معاصر دوسرا شیعی عالم نصیر الدین طوسی تھا جو علم نجوم کا ماہر تھا، ہلاکو نے اسکے اس ہنر کی وجہ سے اپنے ساتھ لے لیا تھا اور مسلم ممالک میں جہاں جہاں تباہی پھیلانے کیلئے جاتا اسے اپنا مشیر خاص رکھتا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں :

خواجہ نصیر الدین طوسی آلموت کے قلعہ والوں کا وزیر رہا، پھر وہ ہلاکو کا وزیر بنا اور اسکے ساتھ بغداد کے واقعہ میں شریک تھا(1)۔ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: جب ہلاکو بغداد کی طرف آیا، اور خلیفہ کو قتل کرنے سے خائف ہوا، تو نصیر الدین نے خلیفہ کے قتل کو آسان معاملہ بناکر پیش کیا، طوسی کے مشورہ سے ہلاکو نے علماء و اعیان حکومت کو چن چن کر قتل کیا(2)۔ ابن القیم لکھتے ہیں: اس ملحد نے نماز کے حکم کو بدل کر دو وقت کرنے کی کوشش کی۔ آخری وقت میں جادو سیکھا، اور بتوں کو پوجنے لگا(3) ۔

کہا جاتا ہے کہ بغداد کی لائبریری کو تباہ کرانے میں طوسی کا دخل تھا، اسلئے کہ تاتاریوں کو کتاب اور لائبریری سے کوئی سروکار نہ تھا۔ یہ طوسی ہی تھا جس نے اپنے کام کی کتابیں نکال کر اہل سنت والجماعت کی علمی کاوشوں کو دریا برد کروایا۔ تاکہ سنیوں کا اثر پوری طرح سے مٹادیا جائے۔ خود شیعوں کی تحریروں میں اس حقیقت کی طرف اشارہ موجود ہے۔

شیعوں کی گواہی

مشہور شیعی عالم و مؤرخ مرزا محمد باقر الخونساری نصیر الدین طوسی کی سیرت روضات الجنات میں لکھتا ہے: ان کے مشہور کارناموں میں علاقہ جات ایران میں سلطان معظم ہلاکو خان بن تولی خان بن چنگیز خان کی مدد شامل ہے۔ جب فاتح سلطان اسلام کے دار الخلافہ بغداد میں داخل ہوئے تو آپ ان کے جلوس میں شامل تھے۔ آپ کا مقصد بندگان خدا کی ہدایت اور مملکت کے فساد و بگاڑ کو دور کرنا تھا۔ آپ کے ہاتھوں مملکت بنوعباس کے شر و فساد کا قلع قمع ہوا ۔ ان سرکشوں کا ایسا قتل عام ہوا کہ انکے گندے خون کی ندیاں دجلہ میں جاکر گرنے لگیں جہاں سے واصل بجہنم ہوئیں(4)۔

یہ ہے انکے سینوں میں اسلام کے خلاف چھپی ہوئے حقد و عداوت۔ اللہ رب العزت نے ایسے ہی غداروں اور مفسدین کے بارے ہمیں آگاہ کرتے ہوئے بتادیا۔ واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض، قالوا انما نحن مصلحون. الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون

---

1 - البدایہ والنہایہ، جلد ۱۳، ص - ۲۶۷، شذرات الذہب، ج ۵، ص -۳۴۰، طبعہ بیروت

2 - اختصار کے ساتھ، سابق حوالہ، جلد ۱۳، ص - ۲۰۱

3 - اغاثۃ اللھفان من مصاید الشیطان، ج-۲، ص - ۲۶۳، مطبوعۃ مصطفی البابی الحلبی، قاہرہ

4 - روضات الجنات، ص - ۵۷۸، بحوالہ "الشیعۃ فی لبنان" سرور زین العابدین، ص-۲۲

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو، تو یہ کہتے ہیں کہ ہم ہی مصلح ہیں، در حقیقت یہی ہیں جو فساد برپا کرتے ہیں لیکن یہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔

دور نہ جایئے دور جدید کے شیعی انقلابی امام خمینی کو دیکھیں اپنی کتاب "اسلامی حکومت" میں طوسی اور ابن العلقمی کی تعریف کرتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں :

اس طرح کا خلا اور زخم امت کو مجھ جیسے لوگوں کے جانے سے نہیں لگتا، جو اپنے گھر کے گوشہ میں بیٹھے رہتے ہیں۔ یہ تب ہوتا ہے جب امام حسین اور انکے بعد ائمہ اس دنیا سے گذر جاتے ہیں۔ لوگ اس وقت بھی امت کیلئے عظیم خسارہ کا صدمہ برداشت کرتے ہیں جب خواجہ نصیر الدین طوسی اور علامہ ابن العلقمی جیسی شخصیات اس دنیا سے اٹھ جاتی ہیں جنہوں نے اسلام کیلئے اپنی عظیم خدمات پیش کی(1)۔

پھر انہوں نے تیمور لنگ کو شیعیت کے دام میں پھنسایا اور اسے مسلمانوں پر حملہ کیلئے چڑھالائے۔ عالم اسلامی پر اسکا حملہ اسکے تاتاری آباء و اجداد سے کم بھیانک نہ تھا۔ جس میں وہ شیعیت کو مستحکم اور سنیوں کا قتل عام کرتے ہوئے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک اسلامی ممالک کو کچلتا چلا گیا۔

کیا ہندوستان میں انکے رول کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے؟

شیعوں کا کردار خلافت اسلامیہ کو بغداد میں گرانے پر محدود نہ تھا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے زوال میں بھی ایرانیوں کا رول نمایاں نظر آتا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی حیات شبلی کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں: خود ہندوستان میں دیکھئے کہ گو آل تیمور سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت سے فائدے پہونچے، مگر ان کے بعض فرمانراؤں کی کوتہ اندیشی سے دو رخنے بھی پیدا ہوگئے، ایک یہ کہ ایرانی امراء کو سلطنت میں اقتدار حاصل ہوگیا، اور دوسرا یہ کہ ہندوؤں کو خوش کرنے کیلئے ان کی بہت سی مذہبی رسموں کو علی الاعلان قبول کرلیا گیا، آخر ان ہی دو رخنوں سے وہ سیلاب آیا جس نے ان کو بھی ڈبو دیا اور اسلام کی بنیادوں کو بھی درہم برہم کردینا چاہا(2)۔ گویا ایرانی ہندوستان میں ہمارے زوال کا ایک بڑا سبب تھے جیسا کہ علامہ سید سلیمان ندوی کی تحریر سے واضح ہوتا ہے۔ اگر اسکی عملی ابتداء پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ 1502ء ایران میں قائم ہونے والی تاریخ کی بدترین شیعی حکومت جو "صفوی حکومت" کے نام سے جانی جاتی ہے۔ جس نے ایران میں مسلمانوں کا ایسا قتل عام کیا کہ اسکے بعد سے آج تک مسلمان وہاں سر نہ اٹھا سکے، اسی حکومت کے بانی کا بیٹا طہماسپ اول تھا جس کے دور

---

1 - الحکومۃ الاسلامیہ، الخمینی، ص- ۱۲۸، بحوالہ الشیعۃ فی لبنان، ص- 39

2 - حیات شبلی، ص: 14، علامہ سید سلیمان ندوی، مطبوعہ دار المصنفین

میں 1543ء میں شیر شاہ کے ہاتھوں شکست کھا کر "ہمایوں" ایران میں پناہ گزیں ہوا اور اسی کی مدد سے دوبارہ ہندوستان میں اقتدار میں واپس آیا۔ طہماسپ نے اسے شیعیت کی دعوت دی، ہمایوں نے شیعی عقائد پر مشتمل کتاب کی فرمائش کی، پھر اسکا مطالعہ کیا(1)۔

مولانا سید ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تاریخ دعوت وعزیمت" میں مجدد الف ثانی امام سرہندی کی تاریخ دعوت پر بحث کرتے ہوئے بڑی تفصیل سے اس حقیقت پر روشنی ڈالی ہے کہ ہندوستان میں دین اسلام کی بیخ کنی، اسلام کے خلاف اکبر کے دین الٰہی کے قیام اور امت مسلمہ ہندیہ پر ٹوٹنے والی مصیبتوں میں ایرانیوں اور شیعیت کا کتنا بڑا رول رہا ہے۔ بلکہ آپ نے ثابت کیا ہے کہ اسلام کے خلاف ان گمراہ کن عقائدی و نظریاتی حملوں کا منبع و سرچشمہ ایران اور شیعہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے رد شیعیت پر باقاعدہ کتاب لکھی اور ملک کے طول و عرض میں اسے اپنے اصلاحی مہم کا حصہ بنایا۔

ہندوستان میں ایران اور شیعیت دونوں اس وقت تک مسلمانوں کا پیچھا کرتے رہے جب تک کہ مسلمان مکمل زوال سے دوچار نہ ہوگئے۔ اس ضمن میں "تاریخ دعوت وعزیمت" کے آخری جلد میں امام ولی اللہ دہلوی اور آپ کے فرزندوں کے علمی و دعوتی کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے شاہ عبد العزیز کے باب میں مولانا تحریر فرماتے ہیں: مقام حیرت ہے کہ شیخ دہلوی نے اپنی ساری مشغولیتوں کے باوجود اس اہم فریضہ کیلئے وقت نکالا، آپ کی کتاب "ازالۃ الخفاء" اور "تحفۂ اثنا عشریہ" نے پوری شیعی دنیا کو ایک زمانہ تک اسکا جواب دینے میں الجھائے رکھا۔ آپ کی اس کامیاب مہم کا راز یہ تھا کہ آپ کو ہندوستان بطور خاص شمالی ہند، دلی اور اسکے گردونواح، ریاست اودھ، بہار و بنگال میں شیعی اثرات کے نتیجہ میں مسلمانوں کے فکری زوال، اسلام کے تعلق سے جنم لینے والے شکوک و شبہات اور دین کے مسلمہ حقائق و تصورات پر خطرناک شیعی حملوں کا کامل ادراک تھا۔ آپ کے سامنے ہمایوں کے بعد پیدا ہونے والے سیاسی انقلاب، شاہی دربار پر ایرانی شہزادوں اور علماء کے اثر و رسوخ اور انکے خطرناک تسلط کی گہرائی کا علم تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے اس وقت دربار دہلی پر متمکن نواب نجف علی خان کے خوف سے اپنی کتاب اپنے معروف نام کے بجائے اپنے تاریخی "غلام حلیم" کے نام سے طبع کرائی۔(2)۔

اگر اللہ رب العزت نے اپنے خاص کرم سے مجدد سرہندی اور امام ولی اللہ دہلوی اور آپ کے فرزندان رشید کی صورت میں ہندوستانی مسلمانوں کے دین و عقیدہ کی حفاظت نہ کی ہوتی تو آج ہندوستان کی صورتحال بھی مختلف ہوتی۔ اصلاح و دعوت کے ان ائمہ کرام کی کوششوں کے باوجود ہندوستان سے ساسانی تہذیب و تمدن کے کردار کو پوری طرح مٹایا نہیں جاسکا۔ تعزیہ داری، شیعی بدعات و خرافات

---

1 - منتخب التواریخ بحوالہ "تاریخ دعوت وعزیمت" عربی نسخہ (رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام) ص- 51،، سید ابوالحسن الندوی

2 - اختصار کے ساتھ: تاریخ دعوت وعزیمت، عربی نسخہ (رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام) ص: 694 – 696 مطبوعہ دار ابن کثیر

ہمارے سماج پر ایک زمانہ تک چھائے رہے۔ ہمارے نام بھی فارسی اور غیر اسلامی رستم و سہراب، پرویز وخسرو یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاتل فیروز کے نام پر رکھے گئے۔

بالآخر ہمیں ایرانی حملہ نے ذلیل وخوار صلیبیوں کے رحم وکرم پر لا کھڑا کیا، جسمیں ہم صلیبی انگریزوں کے ہاتھوں اپنی حکومت گنوا بیٹھے۔ اگر اس پہلو سے ہم اپنی تاریخی یادداشت پر تھوڑا زور ڈالیں تو نظر آتا ہے کہ یہ ایرانی ہی تھے جو اپنے وقت کے خطرناک سپہ سالار نادر شاہ کو ہندوستان پر حملہ کیلئے اکسالائے اور ہمارے خاتمہ کی راہ ہموار کردی۔

نادر شاہ ایک خانہ بدوش قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، جس نے اپنی جنگی مہارت و قیادت سے ایرانی فوج کی سپہ سالاری حاصل کی تھی، بعد ازاں اہل فارس نے اپنے مفاد کیلئے وقتی طور پر سے اپنا بادشاہ بنالیا (کام نکال کر ایرانیوں نے اسکے بیٹے کے عہد میں ایسا بے دخل کیا کہ اسکے خاندان کا نام ونشان نہ رہا) ۔ ایرانیوں نے اسے ہندوستان کی حکومت کو کھوکھلا کرنے میں اس وقت استعمال کیا جب مغلیہ حکومت اپنے اولالعزم بادشاہوں سے محروم ہوچکی تھی۔ مرہٹوں کی بغاوت کو کچلنے میں مسلمان پریشان تھے، ایسے میں مسلمانوں کی رہی سہی قوت کو ایرانی مجوسیوں نے نادر شاہ جیسے سپہ سالار کو استعمال کرکے مسلمانوں کی طاقت کو کچل ڈالا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ایرانیوں نے ہندوستان میں وہ لوٹ مار اور قتل وغارتگری مچائی کہ صلیبی انگریزوں کیلئے اپنا نقش پا چھوڑ گئے جس پر چلتے ہوئے انہوں نے بھی مسلمانوں کا قتل عام کیا۔

ان ایرانیوں نے انگریزوں کیلئے راستہ صاف کردیا۔ نادر شاہ کے حملہ نے مسلمانوں کو بے دست وپا کردیا۔ ملکی معیشت کھوکھلی اور فوجی قوت کچل دی گئی۔ انگریزوں کا کام آسان ہوگیا۔ ادھر ایران نادر شاہ کی قیادت میں ہندوستانی مسلمانوں کو لوٹ کر مالا مال ہوگیا۔ اسی پر بس نہیں ایرانیوں کے جانے کے بعد انکے بقایا لوگوں نے اس مشن کو پورا کیا یہاں تک کہ ہندوستان مکمل طور پر مسلمانوں کے ہاتھوں سے جاتا رہا۔

ہماری تاریخ کے اس پہلو سے ہندوستان میں بہت کم لوگ آگاہ ہیں کہ شیر میسور ٹیپو سلطان کو دغا دینے والا میر صادق ایک شیعی تھا۔ اسی طرح بنگال میں سراج الدولہ کے پیٹھ میں خنجر گھونپنے والا کوئی اور نہیں میر جعفر بھی ایک شیعی تھا۔ یہ وہ تاریخی غداری تھی جو ہمارے یہاں ضرب المثل بن گئی۔

جعفر از بنگال صادق از دکن
ننگ ملت، ننگ دیں ننگ وطن

یہ سازشیں آج بھی جاری ہیں

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ماضی و حال میں شیعی طاقت اور عیسائی یورپ کی اسلام دشمنی میں بڑا تال میل ہے۔ کل بھی شیعہ اور صلیبی یورپ اسلام پر بیک وقت حملہ آور تھے۔ تو آج بھی ان دونوں کی اسلام مخالف مشن میں یہ ہم آہنگی موجود ہے۔ عہد جدید میں بیسویں صدی میں یہ صورتحال مزید سنگین شکل اختیار کر گئی۔ اوپر صفحات میں سیریا اور لبنان کی کہانی اسکی واضح مثالیں ہیں۔ ۱۹۷۹ء کے انقلاب ایران پر خمینی کے غاصبانہ قبضہ میں امریکہ ویورپ (صلیبی طاقتیں) برابر کی شریک تھیں۔ جبکہ ظاہر میں انکی عداوت کا ڈرامہ اتنی خوبصورتی سے پلے کیا گیا کہ اسلامی دنیا ہی کیا پوری دنیا اس سے دھوکہ کھا گئی(1)۔ بڑے بڑے علمائے اسلام نے اسے اسلامی انقلاب قرار دے دیا۔ کچھ تو اس فریب کو سمجھے بغیر اس دنیا سے رحلت کر گئے ان میں جو رہ گئے وہ بعد ازاں ان سے اپنی براءت کا اظہار کر گئے۔

آج ایران ایک بار پھر عراق و لبنان سے ہوتے ہوئے سیریا تک ایک ہلال شیعی بنانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ لیکن یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ عام مسلمانوں میں اس پہلو سے کوئی بیداری نہیں۔ انہوں نے ہمیشہ فلسطین کو آزاد کرانے کا نعرہ دیکر مسلمانوں کو دھوکہ دیا جبکہ فلسطینوں کو کچلنے میں وہ یہود سے کسی طرح پیچھے نہیں رہے۔ انکی یہ سازشیں آج بھی جاری ہیں۔ بس انہیں ماسک بدلنا ہوتا ہے۔ کل انہوں نے "امل ملیشیا" کے ذریعہ فلسطینیوں کو لبنان میں کچلا اور اسرائیل کا سر درد دور کر دیا۔ تو آج اسی ملیشیا کا نام بدل کر "حزب اللہ" رکھدیا جو ٹھیک اسی طرح آج سیریا میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہی ہے۔

یہ بڑا دھوکہ ہے کہ "حزب اللہ" اسرائیل کے خلاف فلسطین کیلئے لڑنے والی جہادی تنظیم ہے۔ یہ سب ایک کھیل ہے جسکے پیچھے خود امریکہ کی رضامندی شامل ہے۔ اگر لبنان میں حزب اللہ کے نام سے شیعی فوج بنانے میں امریکہ کی رضامندی شامل نہ ہوتی۔ اگر صلیبی امریکہ اور یہودیوں کو شیعوں سے خطرہ کا گمان بھی ہوتا تو وہ کب کا فلسطینیوں کی طرح انہیں لبنان میں کچل چکے ہوتے۔ جہاں تک اسرائیل و حزب اللہ کے درمیان اختلافات کا مسئلہ ہے تو اسکی قطعاً وہ حیثیت نہیں جو "حماس" اور "اسرائیل" کے مابین ہے۔ بلکہ شیعہ و اسرائیلی اختلافات کی حقیقت وہی ہے جو خود یورپین ممالک کے باہمی اختلافات کی ہے۔ اگر ہم اس تاریخی حقیقت کو مد

---

1 - ڈاکٹر سرور زین العابدین نے اپنی کتاب "جاء دور المجوس" میں اس موضوع پر قلم اٹھا کر حق ادا کر دیا ہے۔ انہوں بڑے مدلل انداز میں ناقابل تردید شہادتوں کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ کس طرح امریکہ و یورپ انقلاب ایران میں خمینی کی پیٹھ پر کھڑے رہے۔

نظر رکھیں تو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ جب مختلف یورپین ممالک عالم اسلام کی ثروتیں لوٹنے کیلئے گدھوں کی طرح امت مسلمہ پر ٹوٹ پڑے تو فرانس اور برطانیہ کے بیچ بھی اسی طرح کے اختلافات در آئے تھے۔ جنگیں بھی ہوئیں، برطانیہ و فرانس نے مختلف ملکوں میں ایک دوسرے کے خلاف لڑنے والے دھڑوں کی مدد بھی کی۔ لیکن انہوں نے جلد ہی اپنے اختلافات پر قابو پالیا اور عالم اسلامی کے حصہ بخرہ کیلئے خفیہ معاہدے کر لئے جسکی ایک بڑی مثال سائکس -پیکو معاہدہ ہے۔

بعینہ یہی صورت حال بظاہر امریکہ، ویورپ، اسرائیل اور ایران کے مابین نظر آنے والے اختلافات کی ہے۔ یہ سبھی عالم اسلام کے زیادہ سے زیادہ حصہ کو ہتھیانے کی کوشش میں ہیں۔ جسکی جتنی طاقت ہے وہ اتنا حصہ پارہاہے۔ اسی لئے ان کا آپسی جھگڑا اس بات پر ہے کہ صلیبیوں اور یہودیوں کے مقابلہ ایرانی اتنے طاقتور نہ بن جائیں کہ وہ عالم اسلام میں اپنے حجم سے زیاہ کا مطالبہ کرنے لگیں۔ یہ جو ایٹمی پروگرام کو لیکر ایران کے خلاف عالمی پابندیوں کا ڈرامہ ہے یا پھر کبھی کبھار لبنان میں حزب اللہ اور اسرائیلی جنگی صورتحال ہے اس سب کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

ابھی حال میں جولائی واگست 2014ء میں غزہ پر اسرائیلی جارحیت کی مثال کو لے لیجئے۔ ڈیڑھ مہینہ کی اسرائیلی حیوانیت کے ننگے ناچ پر سبھی کچھ نہ کچھ بولے لیکن ایران کچھ نہ بولا۔ اخیر میں بولا بھی تو کسی کو یقین نہ آیا کہ یہ وہی ایران ہے جو کل تک اسرائیل کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی باتیں کرتا تھا۔ اس جنگ میں حماس نے ایران کی شیعی ملیشیا حزب اللہ سے درخواست کی کہ وہ لبنان سے اسرائیل کے خلاف دوسرا محاذ کھولے۔ لیکن مسلمانوں نے مشاہدہ کیا کہ وہ حزب اللہ جو 2006ء میں اسرائیل کے خلاف اپنی جنگ کو فلسطین کی آزادی کی جنگ بتارہا تھا۔ جو پوری دنیا کے مسلمانوں سے واہ واہی لوٹ رہا تھا۔ جو بیت المقدس کی آزادی کیلئے لڑنے کا دعوی کررہا تھا۔ اس نے حماس کی 2014 کی جنگ میں بائی بائی کہہ دیا جبکہ ابتک کی اسرائیل وفلسطین جنگ میں یہ سب سے اہم جنگ تھی۔

اسلامی تنظیم حماس ایران سے تعاون لینے پر اسلئے مجبور تھی اور ہے کہ اسے اپنوں نے یہودیوں کے رحم وکرم پر مرنے کیلئے چھوڑ دیا ہے۔ لیکن اس ایرانی حمایت کا صلہ حماس اس طرح نہیں دے سکتی تھی کہ وہ ایرانیوں کے ساتھ سیریا میں مسلمانوں کے قتل عام کو جائز قرار دے۔ گرچہ ایران حماس سے یہی امیدیں لگائے بیٹھا تھا کہ فلسطینی سرفروشوں کی یہ تنظیم سیریا کے وحشی بشار الاسد کی حمایت میں بیان دے اور اپنے مظلوم بھائیوں کے قاتلوں کی صف میں کھڑی ہو۔ تاکہ ایران دنیا کو بتاسکے کہ سیریا کی جنگ شیعہ سنی جنگ نہیں بلکہ اسکے ساتھ حماس جیسی سنی جماعت بھی ہے۔ اسی دن کیلئے انہوں نے حماس کو دمشق میں آفس بھی دیا ہوا تھا اور مالی مدد بھی دیتا رہا۔ حماس کے لیڈر خالد مشعل سیریا سے اپنا بوریا بستر اٹھائے قطر چلے آئے۔ مشعل کیلئے سیریا میں ایرانی قتل وغارت گری کی حمایت ممکن نہ تھی۔ لیکن اپنی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے ایران کی کھلے عام مخالفت کی ہمت بھی نہیں۔ یہ صحیح کہ حماس ایرانی مدد لینے پر اس لئے مجبور تھے کہ

صلیبیوں کی مدد سے قائم مسلم عرب حکومتوں نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا، لیکن حماس کیلئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ سیریا میں اپنے ہی بھائیوں کے قاتلوں کے ساتھ کھڑی ہو جائے۔

پوری دنیا حیران و ششدر رہے کہ اس بار جولائی-اگست 2014ء میں حماس اور اسرائیل کے درمیان جنگ میں ایسا کیا ہوا جو وہم و گمان سے ماوراء ہو گیا۔ اسرائیل و امریکہ حیران و ششدر ہیں کہ حماس کے اندر اتنی مہارت، اتنی شجاعت اور کامیاب جنگ لڑنے کی صلاحیت کہاں سے آ گئی۔ اس حقیقت کی طرف لوگوں کی توجہ نہیں جاتی کہ اس بار حماس کے اندر اسرائیلی وفادار ایرانی ایجنٹ موجود نہیں تھے۔ اس جنگ میں اسرائیل کی ایک بڑی مشکل یہ تھی کہ اسے غزہ کے اندر جاسوس نہیں مل پا رہے تھے جو اسے اندر کی خبریں دیتے۔ متحدہ عرب امارات کی حکومت نے اپنے کچھ جاسوس ڈاکٹروں کی شکل میں بھیجے لیکن انکا بھید جلد ہی کھل گیا۔ حزب اللہ کے لوگ جو حماس اور فلسطینیوں کی جھوٹی مدد کے نام پر کھڑے ہوتے تھے وہ سب سیریا میں مسلمانوں کے قتل عام میں مشغول تھے، تو اسرائیل کو ایجنٹ کہاں سے ملتے؟ جیسے ہی غزہ سے ایرانی سایہ اٹھا، غزہ میں پوری دنیا نے ایک معجزہ دیکھا۔ حماس کی اسرائیل کے خلاف اب تک پوری جنگ میں اتنے اسرائیلی فوجی نہیں مارے گئے جتنے صرف اس ایک جنگ میں مارے گئے۔ اس بار حماس نہیں بلکہ اسرائیل جنگ بندی کا متمنی رہا۔ اسرائیلی تجزیہ نگاروں، فوجی ماہرین، حاخام اور عام یہودیوں نے محسوس کیا کہ حماس اب اکا دکا خود کش بمبار بھیجنے والی جماعت نہ رہی بلکہ ایک مکمل فوج بن گئی۔ عالم عرب کی سب سے طاقت ور فوج۔ جس نے اسرائیل کی شکست نہ کھانے والی فوج کو ناکوں چنے چبوا دئے۔ جس نے اسرائیلی فوجیوں کو اپنے ساتھیوں کی موت پر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے پر مجبور کر دیا۔ یہ ہے وہ حقیقت کہ ایران دہائیوں سے حماس اور جہاد فلسطین کا سب سے بڑا حامی ہونے کا دعوی کرتا رہا۔ اور بہلاوے کیلئے حماس کو پٹاخوں سے زیادہ کچھ نہ دیا۔ سیریا کے انقلاب میں حماس کا موقف سامنے آنے کے بعد ایران نے حماس کے سر سے اپنا ہاتھ اٹھانے کا اعلان کر دیا۔ ادھر ایران نے ہاتھ کیا اٹھایا ادھر فرشتوں نے فلسطینی مجاہدین کو اپنی رحمت کے سایہ میں ڈھانپ لیا۔ اپنوں کی مدد اور دشمنوں کی مدد میں یہی فرق ہوتا ہے۔ قطر اور ترکی نے چند سالوں سے ہی حماس کی مدد کی اور نقشہ بدل گیا۔ اللہ کی مدد نازل ہونے لگی۔

ایران کا یہ کردار اگر اب بھی سمجھ میں نہ آتا ہو تو شهد شاهد من اهلها گھر کے بھیدی کے مصداق انہیں کی گواہی سن لیجئے۔ امریکہ کی جون ہوپکنس یونیورسٹی کے پروفیسر، متعدد ریسرچ اداروں سے منسلک اور امریکہ میں ایران نژاد شہریوں کے لیڈر ڈاکٹر تریتا پارسی کی کتاب "غدار اتحاد Treacherous Alliance" پڑھ لیجئے(1)۔ اس ایران نژاد پروفیسر کو ایران سے کیا بیر، لیکن حقیقت کی تہہ

1 - Treacherous Alliance: The Secret Dealings of Israel, Iran, and the United States.

Trita Parsi (Persian: تریتا پارسی) is the founder and current president of the National Iranian American Council, professor of International Relations at Johns Hopkins University SAIS, an adjunct scholar at theMiddle East Institute and as a Policy Fellow at the Woodrow Wilson International Center for Scholars in Washington DC

تک پہونچ جانے والے کچھ امانت دار ایسے بھی ہوتے ہیں، جسکی مثال ہمیں ڈاکٹر تریتاپارسی میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ جنہوں نے ایران کے چہرہ سے نقاب الٹنے میں حقیقت سے روگردانی نہیں کی۔ اپنی اس مفصل تحقیق میں ڈاکٹر تریتاپارسی نے ثابت کیاہے کہ ایران کے امریکہ مخالف بیانات، اسرائیل دشمنی سب ایک ڈھکوسلہ ہیں اور اسلامک ورلڈ کو دھوکہ دینے اور دنیا کو بیوقوف بنانے کا ایک کھیل ہے جسے صحیح لفظوں میں غداری کا اتحاد ہی کہاجاسکتاہے۔ اس سے قبل ڈاکٹر سرور زین العابدین نے اپنی کتاب "مجوسیوں کی واپسی۔ جاءدور المجوس" میں ایران اور شیعوں کی کے رول پر سارے دلائل کے ساتھ حقائق کو روز روشن کی طرح کھول کرر کھدیا تھا۔

۲۰۱۱ء میں العربیہ چینل پر ایران کے ایک صحافی نادر کریمی کی رپورٹ "موساد کے ساتھ ۲۰ گھنٹے اور ایرانی انٹیلیجنس بیورو اطلاعات کے ساتھ ۲۰۰ گھنٹے(1)" میں ایران و اسرائیل اور امریکہ کے خفیہ گٹھ بندھن کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی، جسکے پاداش میں وہ صحافی آج تک ایران میں جیل کی سلاخوں کے پیچھے پڑاہے۔

صلیبی و شیعی تعاون کی چند عملی مثالوں کو ملاحظہ کیجئے، اسکے بعد ساری گتھیاں سلجھتی چلی جائیں گی۔ امریکہ نے عراق پر فوج کشی کرکے کس کی بالادستی قائم کی۔ عراق کس کے ہاتھوں میں گیا؟

آج امریکہ ویورپ کی طرف سے عالم اسلام کے خلاف لڑی جانے والی ساری جنگوں سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھانے والا کون ہے؟ افغانستان میں ایران کے دشمن طالبان کو اکھاڑ پھینکنے کیلئے ایران نے امریکہ کی جو مدد کی اسکے بغیر طالبان کو اس طرح تباہ کرنا ممکن نہ تھا آخر طالبان کی تباہی کی صورت میں سب سے زیادہ فائدہ کس کو ہوا؟

سیریا کے قتل عام پر امریکہ ویورپ کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی، اسلئے کہ قاتل ایران ہے۔ افسوس کیجئے تو خود پر کہ اپنوں نے انکی سازشوں سے چشم پوشی کی اور آج سبھی انکے نرغوں میں ہیں۔ خلیجی ممالک میں ایران نے پلاننگ کے تحت لاکھوں ایرانیوں کو شہریت دلائی ،بحرین اور کویت میں یہ عمل اس بڑے پیمانہ پر انجام دیا گیا کہ آج ان ممالک میں شیعہ سنیوں کے مدمقابل کھڑے ہوکر حکومتوں کی چولیں ہلانے کے درپے ہیں۔

اس سب کا نتیجہ کیاہوا، ایران سے ابھرنے والا شیعی ہلال عراق ولبنان سے ہوتاہوا سیریا میں پوراہوگیا، جسکی زد پر ایک طرف بحرین ہے تو دوسری طرف اردن یہاں تک کہ اردن کا شاہ عبداللہ پہلی بار اپنے آقا امریکہ سے بولا کہ ہم ہلال شیعی کے گھیرے میں آچکے ہیں King Abdullah II of Jordan for the Washington Post, and during his visit to the United States in

---

1 - صحفي يكشف لـ"العربية.نت" عن علاقة "حميمة" بين إيران وإسرائيل
حصيلة 20 ساعة مع الموساد و200 ساعة مع الاطلاعات، الثلاثاء 07 صفر 1432هـ - 11 يناير 2011م

early December 2004,- اس ہلال نے پورے خطہ کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اس ہلال کے سائے سعودی عرب سمیت سارے خلیجی ممالک پر اپنا سرخ خونی عکس ڈالنے لگے۔

اس دور زوال میں عالم اسلامی کے مہر تاباں ترکی پر گہن کا سبب بھی ایران ہی بنا۔ 2013ء میں دور جدید کے خاموش معمار خلافت رجب طیب اردغان کی حکومت "مالی کرپشن" کے ناحق الزام میں اپنے تین مایۂ ناز وزراء گنوا بیٹھی جن میں وزیر مالیات اور وزیر داخلہ بھی شامل تھے، دس وزراء تبدیل کئے گئے۔ پوری حکومت ہل گئی۔ دشمنان اسلام نے پورے ترکی میں واویلا مچانا شروع کر دیا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ خلافت کے آخری مرکز سے پھوٹنے والی امید کی کرن بجھنے کے قریب ہے۔ لیکن اللہ نے اپنے محبوب بندے ترکی وزیر اعظم رجب طیب اردگان کو وہ حکمت بخشی کہ وہ اس طوفان کی زد سے نکلنے میں کامیاب رہے۔ اس سب کے پیچھے کون تھا اور کس کیلئے ترکی کی گردن پھنسی؟ ایران پر عالمی پابندیوں کی مشکلات کو دور کرنے کیلئے ترکی نے جو مدد کی اسکے نتیجہ میں خود ہی ایران وامریکہ کے اس جال میں پھنس گیا۔

ترکی کو اس دوستی کا صلہ کیا ملا۔ جب سیریا کے معاملہ میں ترکی نے مسلمانوں کے قتل عام پر سخت بیانات دئے اور ایکشن لیا تو ایران نے کھلے عام ترکی کو دھمکی دینا شروع کر دی کہ وہ ترکی میں کرد اور دیگر بغاوتوں کو اکسانے کیلئے کھلے عام میدان میں اتر سکتا ہے۔ اور ایران نے عملی طور پر یہ عمل شروع بھی کر دیا۔ کرد اور ترکی حکومت جو مدت بعد برسوں سے امن و امان کے معاہدہ پر چل رہے تھے۔ ایران کی ریشہ دوانیوں سے ایک بار پھر ترک حکومت اور کردوں میں جنگ جاری ہو گئی۔

ایران امریکہ کے ساتھ مل کر مسلسل تگ و دو میں ہے۔ ابھی حال فی الحال یہ خبر انٹرنیشنل میڈیا میں ترکی کے اخبار "زمان ٹوڈے" کے حوالہ سے سرخیوں میں آئی کہ ترکی نے ایران کے ایک بڑے جاسوسی نیٹ ورک کو پکڑا ہے جسکے ذریعہ ترکی میں حساس معلومات جمع کر کے ایرانی پاسداران انقلاب کو ارسال کی جاتی تھیں۔ اب رجب طیب اردگان اور انکی پارٹی کو ایرانیوں کی اصلیت پوری طرح سمجھ میں آچکی ہے۔

ایسا ہی کچھ عالم عرب کی سب سے بڑی تحریک اخوان المسلمون کے ساتھ بھی ہوا۔ اخوان نے ایران کے تعلق سے ہمیشہ وسعت ظرفی کا مظاہرہ کیا جبکہ انہیں معلوم ہے کہ لبنان میں ایران کا رول کیا رہا اور ہے۔ سیریا میں اخوانیوں کے خون سے ایرانی ہاتھ کس حد تک لت پت ہیں، اس سب کے باوجود اخوانی انکے بارے میں کوئی فیصلہ کن موقف اختیار نہیں کر سکے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ عالم عرب کی بیشتر حکومتیں اسے ناکام دیکھنا چاہتی تھیں۔ چہار جانب سے مخالف طاقتوں سے گھری ہوئی اخوانی حکومت نے اپنی اقتصادی مجبوریوں کے پیش نظر ایران کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ ایران نے صدر مرسی کی ان مجبوریوں کا بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کی، پھر کیا تھا اخوان سے خوفزدہ عرب حکومتوں نے اخوان کے اس اقدام کو بہانہ بنالیا۔ بظاہر ایران واخوان دوستی میں ایران نے جو شرائط رکھے اخوان کیلئے اسے قبول کرنا ممکن نہ تھا۔ ایران اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ یہ وقت اسکی دیرینہ تمناؤں کے پورا ہونے کا نہیں۔ اس وقت اسے مصر میں

شیعیت کو پوری طرح داخل کرنے میں مکمل کامیابی نہیں مل سکتی۔ لیکن ایک بڑا مقصد فوری طور پر حاصل کیا جاسکتا تھا، وہ عظیم حصولیابی تھی عالم اسلام کو دھوکہ دینے کا عمل، اس کام کیلئے یہ بڑا مناسب موقع تھا۔ ایک پیغام امت مسلمہ کے عام افراد کو چلا گیا کہ ایران فقط ایک شیعی طاقت نہیں بلکہ وہ سنیوں کے ساتھ بھی کھڑا ہے، وہ بھی امت مسلمہ کا حصہ اور اسکا معاون و مدد گار ہے۔

لیکن حقیقت میں جو ہوا اس نے ثابت کر دیا کہ ایران کسی بھی ایسی مسلم حکومت کو دیکھنا نہیں چاہتا جو امت مسلمہ کیلئے مخلص اور اسکے دلوں کی دھڑکن ہو۔ اس نے پس پردہ اپنے کارندوں کو اخوان کی حکومت کے خلاف پروپیگنڈوں اور سازشوں میں تعاون دینے کا اشارہ دے دیا۔ چنانچہ جب مصر کی لادین اور اسلام مخالف طاقتوں کو نئی نسل سے تازہ دم خون کی ضرورت پڑی تو عام مصری جوانوں نے انکار کر دیا۔ ایسے میں یہ ایرانی ایجنٹ اور ایرانی گرگے ہی تھے جو آگے بڑھے اور فوج کے یہودی ایجنٹوں کو اپنا تعاون پیش کیا۔

صدر مرسی کی حکومت کے خلاف اٹھنے والی نام نہاد عوامی تحریک "تمرد" کا بانی ایک شیعی جوان محمود بدر تھا جس نے پہلے پہل اپنے شیعہ رفیقوں کے ساتھ اس مہم کو شیعی سنٹر سے شروع کیا۔ مصر کے مٹھی بھر شیعوں کی نمائندہ ویب سائٹ "فاطمی مصر برائے حقوق انسانی و ریسرچ۔ مصر الفاطمیہ للدراسات وحقوق الانسان" نے خود اپنے سائٹ پر اس حقیقت کا انکشاف کیا۔ جسے دسیوں نیوز ایجنسیوں، اور مشہور ویب سائٹ "مفکرۃ الاسلام" نے ۶ جولائی ۲۰۱۳ کے شمارہ میں شائع کیا۔ جبکہ اپنے ۴ جنوری ۲۰۱۴ کے شمارہ میں مصر کے اخبار المصریون کے حوالہ سے اس نے "مصر الفاطمیہ" کے سابق ترجمان بہاء انور محمد کا بیان شائع کیا:

تحریک "تمرد" کا بانی ولیڈر محمود بدر اپنے قلب و قالب سے ایک شیعی ہے، اور اس بات کو کہنے میں ہمیں کوئی عار نہیں کہ ایران سے محبت اسکی خمیر میں شامل ہے۔ مرسی کے خلاف تحریک تمرد کی ابتداء "مصر الفاطمیہ" کے آفس سے ہوئی۔ شیعی مرکز نے اس تحریک کو ہر طرح کا تعاون دیا، اور تحریک کی کامیابی تک اسے راز میں رکھا گیا۔ اس سے اس منطقہ میں ایران کے اثرات اور طاقت کا پیغام دیا گیا۔

ان چند حقائق کے بیان کی حیثیت اشارات سے زیادہ نہیں۔ قوموں کی تاریخ میں بین الملکی اور بین الاقوامی اتحاد، دوست و دشمن کا تعین اور اسکی شناخت اولین ترجیحات میں رہی ہیں۔ ادیان و مذاہب کی تاریخ میں غیروں کے ہاتھوں بھیس بدل کر کسی دین کو گمراہی میں بدلنے کی کہانیاں اب سربستہ راز نہیں۔ آسمانی مذاہب کی بگڑی ہوئی موجودہ شکلیں ایسی ہی تاریخی کرداروں کا ثبوت ہیں۔ یہ کام اتنی مہارت سے کیا جاتا ہے کہ پوری پوری ملت انکے پیچھے چل پڑتی ہے۔ جو آوازیں اسکے خلاف اٹھتی ہیں وہ صدا بصحرا ثابت ہوتی ہیں۔ کچھ ایسی ہی صورتحال شیعیت اور اسلام کو لے کر ابتداء سے رہی ہے۔ چونکہ دین اسلام کی حفاظت کا وعدہ خود رب العالمین نے فرمایا ہے اسلئے ہمارے متردد موقف اور مختلف تاریخی ادوار میں بصیرت کا فقدان، نوشتۂ دیوار کو پڑھنے میں ناکامی کا نتیجہ ہمارے زوال کی شکل میں سامنے ہے۔ البتہ دین حنیف اب تک محفوظ اور ابلیس اور اسکے کارندوں کے گلے کی پھانس بن کر ناقابل چیلنج حقیقت کی شکل میں قائم ودائم ہے۔

یہ ضمیمہ کتاب نہ صرف انقلاب شام کو سمجھنے کیلیئے معاون ہے بلکہ موجودہ وقت میں عالم اسلام میں جاری جنگوں کو سمجھنے میں بھی معاون ہے۔ یہ ایک کوشش ہے تاریخ اسلامی کی واضح تصویر پیش کرنے اور عالم اسلام کے اندرونی خطرات کو سمجھنے کی، یہ کسی ٹکراؤ کی دعوت نہیں بلکہ ٹکراؤ کی حالت پیدا کرنے والوں کو بے نقاب کرنے کی کاوش ہے۔ یہ کسی کے خوف کا مظہر نہیں بلکہ مخالفین کی غلط فہمی کا ازالہ ہے کہ ملت اسلامیہ اب کسی فریب میں مبتلا نہیں۔

وماتوفیقی الا باللہ

ضمیمہ طبع دوم

عالم اسلام کی موجودہ صورت حال

عالم اسلام کی موجودہ صورتحال

کتاب کے پہلے ایڈیشن کی طباعت کے بعد حالات کا دھورا اتنی تیزی سے گردش میں ہے کہ کچھ کہنے کے بجائے ہر ایک دم بخود نئی صبح کے نئے تقلبات سے لرزہ بر اندام ہے۔ وہ انقلاب جس کی شروعات تیونس سے ہوئی تھی وہ شام (سیریا) میں امت کیلئے ایک ایسی آزمائش بن گیا کہ اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ ہم کان میں انگلیاں ڈالے بے حسی کا شرمناک نمونہ بنے ہیں۔ ہم ایران سے یہ پوچھنے کی ہمت نہیں کر پاتے کہ تم کون ہو تمہاری اصلیت کیا ہے جو اس بے دردی سے ہمارے بچوں کو زہریلی گیسوں سے موت کی نیند سلاتے ہو، تمہیں انسانیت کے نام پر ہی سہی انسانی آبادیوں کے تقدس کو پامال کرنے میں جھجک کیوں نہیں ہوتی، لیکن ہم میں اب بھی ایسے لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ یہ مسلمان ہیں، ان کے خلاف کچھ بولنا باہمی منافرت کو ہوا دینے والی بات ہوگی۔

ایک طرف ہمارے خوف کا یہ عالم دوسری طرف بے حیائی کا یہ مظاہرہ کے افغانستان سے لیکر لبنان تک جو بھی شیعہ ہتھیار اٹھانے کے لائق ہے وہ ملیشیاؤں، غیر روایتی جنگجو جتھوں کی شکل میں سیریا سے عراق و یمن تک مسلمانوں کے خون سے اپنی پیاس بجھانے کو نکل پڑے ہیں۔ مجوسی پریشر گروپ نے بڑی مہارت سے ہمیں اپنے دباؤ میں لے رکھا ہے کہ اگر ہم نے احتجاج کا ایک لفظ بھی نکالا تو خانہ جنگی کے خطرات سے دوچار ہو سکتے ہیں۔ بھلا بتائیے کہ اس سے بڑی خانہ جنگی اور خونریزی اور کیا ہو سکتی ہے۔ ایک دلیل اور دی جاتی ہے کہ ہمارا امن و امان مخل نہ ہو، اور اس طرح عالم اسلام کے بہت سارے ممالک اور انکا سماج ایک ایسی بے مثال غیر انسانی رویہ کا مرتکب ہے جو عام انسانوں کو زیب نہیں دیتا تو بھلا ایک مومن کو کس طرح زیب دے سکتا ہے۔

شورش ہر سو پھیل چکی ہے، البتہ اس کا مرکز سیریا کیوں بنا تو زیر نظر کتاب نے اس حقیقت کو آشکارا کرنے کی جو کوشش کی ہے اسکی مثال دنیا کی دوسری زبانوں میں یہاں تک کہ خود عربی میں بھی باقاعدہ مدلل کتاب کی شکل میں نہیں ملتی۔ عراق و لبنان، مصر و لیبیا کے بعد اب یمن میں جو کچھ ہو رہا ہے، یہاں تک کہ بلاد حرمین بھی شیعیت کے نرغہ میں گھرا نظر آتا ہے، گویا اس کتاب میں پیش کئے گئے نتائج ہر گذرتے دن کے ساتھ صداقت کا روپ دھارنے لگے ہیں، البتہ یہ بات مصنف کیلئے بھی حیرانی کا باعث ہے کہ اسکے پیش کردہ نتائج اتنی جلدی حقیقت بن کر سامنے آجائیں گے، اسکا گمان نہ تھا، اندازہ تھا کہ موجودہ صورتحال کو برپا ہونے میں ایک دہائی تک لگ سکتی ہے، لیکن اب سی آئی اے کا وہ پلان جسکا ذکر مفکر کویتی ڈاکٹر عبد اللہ النفیسی نے کیا تھا، جسکے بموجب 2024 تک کئی خلیجی ممالک کو دنیا کے نقشہ سے مٹانا طے ہے، وہ تیزی سے روبہ عمل نظر آتا ہے۔ امریکہ و یورپ کے ذریعہ ایران کو ہراول دستہ کا رول دیا گیا ہے۔

تو کیا سب کچھ ان اعدائے اسلام کی پلاننگ کے مطابق ہوتا چلا جائیگا؟

عالم اسلام حالیہ صدی میں گذشتہ صدی کی طرح ایک نئے قسم کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا جائیگا؟

کیا حالیہ صدی مسلمانوں کیلئے گذشتہ صدی سے بھی بدتر ہو گی؟

کیا ایرانی کسروی امپائر کو ہم پر مسلط کر دیا جائیگا؟

کیا ہندوستان کے مسلمان جو خلیج میں روزگار کے ذریعہ کسی حد تک اپنی معیشت سنبھالے ہوئے تھے وہ بھی اس سے متاثر ہونگے؟

کیا اب حج و عمرہ کے ویزے ایران میں لگا کریں گے، کیا مکہ کی جگہ ایران کا شہر "قم" عالم اسلام کا نیا کعبہ ہو گا؟

ہو سکتا ہے عام لوگوں کو یہ سوالات اور امکانات اٹ پٹے سے لگیں۔ لیکن باخبر لوگ جانتے ہیں کہ تیاری کچھ ایسی ہی ہے۔ قم کو عالم اسلام کا کعبہ بنانے کی پلاننگ کوئی سرپھروں کی بات نہیں، ایرانی پلاننگ کا معروف حصہ ہے۔ ایران کو عالم اسلام پر مسلط کرنے کی بات دیوانوں کی بڑ نہیں بلکہ عملا ہو چکا اور جاری ہے۔ افغانستان سے لیکر عراق و لبنان و سیریا، یمن اور اب حرمین پر قبضہ کیلئے شیعی مارچ ہو چکا ہے۔ ہر جگہ کہیں اعلانیہ اور کہیں پس پردہ صلیبی و یہودی شیعوں کے شانہ بشانہ ہیں۔ ایران کی کسروی امپائر کا اعلان ایران کے اندر کیا جا رہا ہے، شادیانے بج رہے ہیں۔ ایرانی صدر حسن روحانی کے مشیر کار علی یونسی کا یہ بیان عالمی میڈیا میں گشت کر تا رہا کہ "ایران نے اپنے ماضی کی عظمت رفتہ بحال کر لی ہے، یمن پر شیعی قبضہ کے ساتھ ہی ایران کی قدیم امپائر قائم کی جا چکی ہے، جس کی حالیہ راجدھانی بغداد ہے، اسلئے کہ عراق ہماری تہذیب و ثقافت کا اٹوٹ حصہ ہے" (العربیہ نٹ" 8مارچ 2015 بحوالہ ایرانی اسٹوڈنٹس خبر رساں ایجنسی "ایسنا"۔

تہران میں "ایرانی تشخص" کے عنوان سے یونیورسیٹی طلبا کو خطاب کرتے ہوئے جب علی یونسی نے یہ کہا تو وہ زیر نظر کتاب کی ان معروضات کی تصدیق کر رہے تھے جو ایک مکمل باب کے طور پر اس کتاب میں قارئین کی توجہ کا خاص مرکز بنا۔ اب شاید خود فریبی کے عہد کا خاتمہ ممکن ہو سکے جب یہ امر ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر اسلامی دنیا کے سامنے ہے کہ وہ کسروی امپائر جس کی راجدھانی عراق میں بغداد سے چند کیلومیٹر کے فاصلہ پر مدائن میں قائم تھی، اب وہ تھوڑے فاصلہ پر بغداد میں قائم ہو گئی۔

اللہ ہی غالب و برتر ہے

اسی کتاب کے خلاصۂ بحث میں نتائج پیش کرتے ہوئے جب یہ کہا گیا تھا کہ اب کسی کی خیر نہیں عالم عرب میں قائم ساری حکومتیں سقوط کے دہانے پر ہیں۔ تو اس وقت عام لوگوں کو یقین نہیں آیا، کچھ لوگ اسے مبالغہ آمیزی پر مبنی تجزیہ سمجھ بیٹھے، اب جو حرمین کو بھی شیعی گھیرے میں دیکھتے ہیں تو انگشت بدنداں ہیں۔ یہاں ایک مومن کی حیثیت سے ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اللہ اپنے ہر امر پر غالب ہے "و الله غالب علي أمره"۔ ظاہر ہے اعدائے اسلام کی ان سازشوں کے جواب میں دیر یا سویر پورے عالم اسلام کو اٹھنا ہو گا، حالات یہودی و صلیبی اور شیعی طاقتوں کے کنٹرول سے باہر ہو جائیں گے۔ ایران عالم اسلام پر تسلط کے خواب میں خواہ شب و روز انگڑائیاں لیتا رہے، یہ اسکے بس کی بات نہیں کہ وہ اتنے بڑے خطہ پر اپنا کنٹرول قائم کر سکے۔ البتہ یہودی و صلیبی خواہش پوری ہو گی کہ عالم اسلام انہیں

حالات میں الجھ کر کبھی اپنی ترقی کی سوچ نہ سکے، وہ قیادت کے مقام کی طرف مارچ کرنے کی پوزیشن میں نہیں آسکے۔ اگر ایران بھی حتمی نتیجہ اور اپنے شر وفساد کا حاصل یہی دیکھتا ہے تو پھر یہ اعدائے اسلام اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہونگے۔ ہم پر ذلت کے بادل گہراتے رہیں گے۔ زنجیروں کی شکل میں نہیں تو برقی لہروں کی مانند عالم اسلام میں غلامی کا اثر ہر فرد میں سرایت کیا ہو گا۔ گویا یہ شب ظلمت دراز ہوگی۔ ایسے میں ایک بار پھر ہمارے لئے امید کی کرن قافلۂ شام میں ہی ہوگی۔ اسلئے ہمیں اپنی نظر اسی معرکہ پر مرکوز رکھنی ہوگی۔

شام میں سب کچھ امریکی وروسی پلاننگ کے برعکس جارہا ہے۔ ساری کوششوں کے باوجود ایران کو شام میں شکست کا سامنا ہے، اسکا پٹھو بشار الاسد اور اسکی فوجیں پسپائی کا شکار ہیں، اب اسکے خاتمہ کو ٹالنا آسان نہ ہو گا۔ ایسے میں امریکہ وروس اس کوشش میں لگے ہیں کہ سیریا (شام) میں ایسے لوگوں کے ہاتھوں اقتدار سونپ دیا جائے جو انکی پالیسی پر مبنی حکومت قائم کرسکیں۔ جو اسرائیل کی حفاظت کی ضمانت بن سکیں، جو بشار الاسد اور اسکے باپ کی طرح اسرائیل کے سنتری کا کام کرسکیں۔ لیکن سیریا میں یہ عمل اب اس لئے ممکن نہیں کہ وہ قوم جو آگ وخون کے دریا کو عبور کررہی ہے، جس میں کوئی فرد نہیں جس کا گھر نہ جلا ہو، کوئی عزیز شہید نہ ہوا ہو، اسکی ماں بہنوں کی عصمت پر آنچ نہ آئی ہو یا پھر مہاجر کی شکل میں برسوں سے دربدر نہ پھر رہا ہو۔ ایسی قوم میں مصر ولیبیا اور تیونس کی طرح پٹھو تلاش کرنا اور اسے کامیابی سے ہمکنار کرنا آسان نہیں۔ دوسری طرف یہ بھی امر واقعہ ہے کہ امریکہ ویورپ بشار الاسد کو مکمل زوال کا شکار نہیں ہونے دیں گے، اس وقت تک جب تک کہ انہیں بشار کا کوئی متبادل نہ مل جائے۔ ایسا لگتا ہے کہ شام میں مسلمانوں بلکہ عالم اسلام کی آزادی کو روکنے کیلئے ایک بالکل انوکھا گیم پلان روبہ عمل لایا گیا ہے، اور وہ ہے داعش کا ظہور، بہر حال اللہ کے فیصلوں کا انتظار سبھوں کو ہو گا۔ اور اہالیان شام کی حقیقی آزادی اور مصیبتوں سے نجات کیلئے ہم سب دست بدعا ہونگے، کہ آنے والے دنوں میں یہی سرزمین ہمارا مرکز اور یہی لوگ ہماری عزت و کرامت کے علمبردار ہونگے۔

اللہ کی نامعلوم پلاننگ کا ایک مظہر خلیجی ممالک کا یہ اقدام بھی ہے کہ وہ یمن کی سمت سے اٹھنے والی آگ کو بجھانے کیلئے بذات خود اٹھ کھڑے ہوئے۔ کیا یہ کوئی معمولی حادثہ ہے کہ سعودی عرب کی سربراہی میں خلیجی ریاستیں براہ راست میدان جنگ میں کود پڑیں۔ کیا تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ خلیجی حکمراں جو دنیا میں داد عیش دینے کیلئے مشہور تھے، آج فوج کے کنٹرول روم میں بیٹھے ہیں، انکے جنگی طیارے ایرانی اور شیعی پھن پر حملہ آور ہیں۔ یہاں پھر ذہنوں میں سوالات ابھرتے ہیں کہ کیا خلیجی ریاستیں جنہیں ماضی میں کسی جنگ کا براہ راست تجربہ نہیں وہ اس جنگ کی متحمل ہوسکتی ہیں؟ آگے آنے والے دنوں میں خلیجی ریاستوں کی پوزیشن کیا ہوگی؟

خلیج عالم اسلام کی شہ رگ

اس کتاب میں مصنف کا یہ بنیادی موقف رہا ہے کہ عالم اسلام کی موجودہ حکومتوں کے زوال یا پھر ان حکومتوں کے تبدیلئ قلب تک امت کی نشاۃ ثانیہ، دوبارہ عزت و وقار کی بحالی ممکن نہیں، جیسا کہ اس کتاب میں تفصیل کے ساتھ اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ ساری

حکومتیں کس طرح یہودی و صلیبی طاقتوں کی پشت پناہی سے قائم ہوئیں اور مسلمانوں کے خلاف انکے مہرے کے طور پر کام کرتی رہیں۔ لیکن ان حکومتوں کا زوال اگر صلیبیوں کے ہاتھوں ہو تو اسکا صاف مطلب ہے نئے صلیبی مہرے، لہذا ہر مسلمان کی تمنا ہو گی کہ یہ تبدیلی ترکی کے طرز پر آئے، جہاں مسلمانوں نے ایک پر امن لمبی سیاسی جدوجہد کے بعد یہودی ولادین سیاستدانوں اور فوجی جرنیلوں کو اقتدار سے نکال باہر کیا۔ لیکن ترکی کی صورتحال مختلف تھی، یہی عمل جب مصر میں دہرایا گیا تو نتائج بالکل برعکس نکلے۔ البتہ اس وقت خلیج میں قائم حکمرانوں کا رول اور انکا مستقبل پوری دنیا کے مسلمانوں کی توجہ کا باعث ہیں۔ خلیج بطور خاص سعودی عرب کا امن و امان وہ ریڈ لائن ہے جسکے بارے میں مسلمانوں کا گمان تھا کہ مغربی طاقتیں اور ایرانی مجوسی اتنی جلدی اسے کروس کرنے کی کوشش نہیں کرینگے، خاص طور پر اس مرحلہ میں، ایساہی گمان خلیجی حکمرانوں کا بھی تھا۔

جاتے جاتے صدام حسین اپنے جیسے عرب حکمرانوں سے کہہ گیا تھا تم یہ نہ سمجھنا کہ محفوظ ہو، آج میری تو کل تمہاری باری ہے، اس وقت کسی نے اسے سنجیدگی سے نہیں لیا۔ ہوا وہی جو صدام کی نظریں دیکھ رہی تھیں۔ یہودی و صلیبی پلاننگ میں وہ وقت آن پہونچا ہے کہ موجودہ سارے حکمرانوں کو بدل کر نئے چہروں کو لایا جائے۔ یہودی ماسونیت کا اصول ہے کہ وہ کسی شخص یا جماعت کو ایک خاص وقت تک ہی استعمال کرتی ہے، اور پھر اسے نئے خون، نئے چہرے سے بدل دیتی ہے۔ مصر کی مثال ہی لے لیجئے، جمال عبد الناصر، انور سادات اور پھر حسنی مبارک ان سبھوں کو انہوں نے کام نکالتے ہی ایک خاص مدت کے بعد راستے سے ہٹا دیا۔ یہودی ایسا اسلئے کرتے ہیں کہ امت مسلمہ کو نئے نئے چہروں میں ہر بار امید کی کرن نظر آتی رہے، مسلمان اس بات سے بے خبر کہ نیا شخص اور نئی حکومت میں کچھ بھی نیا نہیں، انکے دام فریب میں مسلسل غلامی کی زندگی گذارتے چلے جائیں۔ لیکن اس پلاننگ کی زد میں سعودی عرب اور خلیج کی دیگر ریاستیں بھی آجائیں گی باعث حیرانی ہے۔ خاص طور پر جب سعودی عرب میں حال فی الحال قیادت کی تبدیلی عمل میں آئی ہے۔ ہم اتنے غافل ٹھہرے, اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ غفلت سے حقیقت نہیں بدل جاتی، اعدائے اسلام برسوں سے اس تیاری میں ہیں اور ہم بے خبر۔ برسوں سے سعودی عرب کے بارڈر پر چل رہی امریکی و ایرانی تیاری بالآخر رنگ لائی (ملاحظہ ہو اقوام متحدہ کی رپورٹ 2009 سے حوثیوں کی ٹریننگ اور ہتھیار سپلائی کی ایرانی سازش United Nations (AFP) - Iran has been shipping weapons to Yemen's Huthi rebels since at least 2009) اس طرح یمن پر ایرانی بالا دستی قائم کر دی گئی۔ لیجئے وہ حدیث جو اس کتاب کے مرکزی عنوان کا ایک اہم عنصر ہے اپنی پوری صداقت کے ساتھ سامنے آگئی، اسی کتاب کے باب اول اور پھر خلاصۂ بحث میں نتائج کے بیان میں اس حدیث کا ذکر بڑے اہتمام سے کا گیا تھا، وہ حدیث یوں ہے:

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ: ایک وقت آئیگا جب تمہاری مختلف فوجیں ہونگیں، ایک شام میں، ایک عراق میں اور ایک یمن میں، تو حضرت عبد اللہ نے پوچھا: یارسول مجھے کس فوج کو اختیار کرنا چاہئے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ شام کی فوج میں شامل ہونا، اور جو یہ نہ کر سکے تو وہ یمن کی فوج سے جا ملے، اور انکے چشموں کا پانی پیئے، (انکے ساتھ بود وباش اختیار کرے) ویسے اللہ نے میرے لئے (یعنی دین اسلام کیلئے) اہل شام (کے اخلاص ووفا) کی گارنٹی دی ہے (حدیث کی سند تفصیل کیلئے دیکھیں باب اول اور خلاصۂ بحث)۔

اور اب یہ صورت حال روز روشن کی طرح ہمارے سامنے ہے۔ یمن کی جنگ نے سب کچھ کھول کر رکھ دیا ہے۔ مغربی طاقتیں خلیجی ممالک کو تسلی دیتے رہے کہ انکی سرحدوں کو کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن یہ کیا ہوا کہ انہیں کی پشت پناہی میں خلیجی ممالک، عالم اسلام کا قلب شیعی نرغہ میں ہے۔ اس افتاد کے سامنے خلیجی ممالک کیلئے دو ہی راستے بچے تھے؛ اچانک کی موت، یا نبرد آزمائی کی جسارت۔

اچانک کی موت یوں کہ یمن میں استحکام حاصل کرتے ہی ایرانی اشاروں کے غلام یمنی شیعہ، دنیا بھر کی شیعہ ملیشیاؤں کے ساتھ ایرانی فوجی کمانڈ میں سعودی عرب کے حدود میں داخل ہوں، دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا کے لوگ سعودی عرب چھوڑ کر اپنے اپنے وطن کو بھاگ کھڑے ہوں، سعودی عرب کی وسیع و عریض سرزمین پر بکھری ہوئی چھوٹی چھوٹی آبادی سمٹ کر ریاض میں جمع ہو جائے۔ شیعی ملیشیا ہزاروں مربع میل پر پھیلے ہوئے سعودی عرب کے علاقوں پر بآسانی اقتدار حاصل کرلیں۔ یا دوسرا راستہ یہ تھا کہ بروقت اٹھیں اور اس شیعی جنگ کو یمن میں ہی لڑیں جہاں مظلوم سنیوں کی عددی قوت انکے ساتھ ہو۔

چنانچہ سعودی عرب نے دوسرا راستہ اختیار کیا، اس نے دیگر چھوٹی چھوٹی خلیجی ریاستوں کو لے کر وہ اقدام کر دیا جسکا یقین خود امریکہ و ایران کو بھی نہیں تھا۔ لیکن کیا سعودی عرب کا یہ اقدام اتنا آسان ہے؟ کیا سعودی اس حملہ کے بعد جنگ کے دلدل سے محفوظ ومامون نکل آئیں گے؟ یا پھر سعودی عرب اور دیگر خلیجی ممالک ایک ایسی جنگ میں پھنسا دئے گئے ہیں جو اتنی طویل ہوگی کہ خلیج اس میں غرق ہو کر رہ جائیگا؟ اور پھر مسلمانوں کو وہ دن بھی دیکھنا پڑے کہ قبلہ اول فلسطین کے بعد ان کا کعبہ بھی اغیار کے قبضہ میں ہو، اس پر مجوسی پرچم لہرا رہا ہو؟

اس طرح کے دسیوں سوالات ہیں جن کا جواب اب بہت مشکل نظر نہیں آتا۔ اسلئے کہ حالات کچھ اس طرح واضح ہیں کہ نوشتۂ دیوار بن چکے ہیں۔ سعودی عرب کی سربراہی میں خلیجی ریاستیں جنگ کے ایک ایسے دلدل میں پھنسائی جا چکی ہیں جس سے نکلنا آسان نہیں۔ دہائیوں کی تیاری کے بعد یمن میں شیعہ اتنے مضبوط بن چکے ہیں کہ مہینوں سے جاری خلیجی بمباری انکا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔ وہ اپنی پوزیشن پر جمے ہوئے ہیں، اور یوں بھی اس طرح کی جنگوں کا فیصلہ فضائی بمباری سے نہیں کیا جا سکتا۔ جنگ کی طوالت کی صورت میں (جسکی پلاننگ ایران اور مغربی طاقتیں پہلے ہی کر چکی ہیں) خلیجی اقتصاد بری طرح متاثر ہوگا، ترقی کا جو سفر دیر ہی سہی شروع ہوا تھا ٹھپ ہو کر رہ جائیگا۔ وہ لاکھوں مسلمان جو خلیجی ممالک میں برسر روزگار ہیں اپنے گھر لوٹنے پر مجبور ہونگے۔ اس طرح ہندوستان جیسے ممالک جہاں مسلمانوں کی اقتصادی حالت میں خلیجی ممالک کی کمائی کلیدی حیثیت رکھتی ہے بری طرح متاثر ہونگے۔

اس نئی جنگی صورتحال کے دو سیناریو بنتے ہیں:

1) عالم اسلام کے قلب پر کسروی امپائر کی مجوسی بالادستی۔ اور ذلت کا وہ کڑوا گھونٹ کہ ہمارے دونوں قبلے ایک یہودی قبضہ میں تو اب ہمارا کعبہ بھی مجوسی قبضہ میں چلا جائے (اس وقت مسلمانوں پر ایک ایسی بے حسی چھائی ہے کہ قرامطہ کی تاریخ دہرانا کچھ بعید نظر نہیں آتا، تفصیل کیلئے دیکھیں زیر نظر کتاب کا ضمیمہ، شیعیت کی سیاسی تاریخ)۔

2) عالم اسلام کی بیداری و اتحاد کی شکل میں صلیبی اتحاد کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکے۔ ناکامی کی صورت میں مغربی طاقتیں ایران کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیں۔ یمن میں فریقوں کو بٹھا کر مصالحت کرادی جائے، شیعوں کو انکے حجم سے بڑھکر حصہ داری دلادی جائے۔

یہ سب مغربی طاقتوں کے ناٹک کے ساتھ شروع ہو۔ اسلئے کہ کون نہیں جانتا کہ امریکہ اقوام متحدہ کے ذریعہ یمن میں جھوٹی ڈپلومیسی کا کھیل اس وقت تک کھیلتا رہا جب تک کہ حوثی شیعہ اور اسکے اتحادی زیدی شیعہ سربراہ سابق صدر علی عبد اللہ صالح پورے یمن پر قابض نہ ہو بیٹھے۔ اور کیا خود خلیجی ممالک نہیں جانتے کہ امریکہ و یورپ اگر آج چاہیں تو ایران کو لگام دے سکتے ہیں اور چند ہفتوں میں شیعوں کو ان کے بلوں میں واپس بھیج سکتے ہیں۔ یہ جو آج امریکہ کی طرف سے ایرانی جہازوں کو یمن میں داخل ہونے سے روکنے کا دعوی ہے فقط ایک کھیل ہے۔ ورنہ وہ جانتے ہیں کہ حوثی اور انکے اتحادی علی عبد اللہ صالح کے پاس ہتھیاروں کا اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ وہ برسوں جنگ لڑ سکتے ہیں۔ امریکہ کی مسلم دشمنی اور شیعہ دوستی تو ایسی واضح ہے کہ جب یمن کے مسلمان حوثیوں اور صالح کی فوجوں کو ٹکر دے رہے ہوتے ہیں تو ڈرون طیارے سنی مسلمانوں پر القاعدہ کا الزام لگا کر بمباری کرنے لگتے ہیں۔

داعش کا نکھرتا ہوا چہرہ اور اس کا رول

اس کتاب میں داعش کو گرچہ ایک تفصیلی موضوع نہیں بنایا گیا تھا، لیکن داعش کے بارے میں ایک واضح اشارہ دے دیا گیا تھا، تاکہ ہم کسی طرح کی غلط فہمی میں نہ رہیں، پھر بھی بہت سارے قارئین مزید وضاحت کے متمنی رہے، اسلئے ارادہ تھا کہ دوسرے ایڈیشن میں داعش پر ایک ضمیمہ شامل کردیا جائے گا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا یہ ارادہ عملی جامہ نہ پہن سکا۔ اس سلسلے میں ایک ضروری وضاحت یہ ہے کہ ہمیں زندگی کے بنیادی اصولوں کو سامنے رکھ کر کچھ فیصلے خود ہی کرنے چاہئیں، اس طرح امت کے حساس مسائل میں بہت ساری الجھنوں سے نجات مل سکتی ہے۔ اسلام میں ہمارے لئے یہ رہنمائی موجود ہے، مثلا یہ حدیث "لا يلدغ المؤمن من جحر واحد مرتين" (صحيح البخاري) مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاسکتا۔ یہ حدیث ہمیں کسی بھی فیصلہ میں بنیادی اصول کو مضبوطی سے پکڑنے کی تلقین کرتی ہے۔ خاص طور پر جب معاملہ امت کی سیادت و قیادت سے متعلق ہو، ایمان و اسلام کو سمجھنے میں فرد و جماعت کے نعروں اور انکے عمل اور نتائج میں جب تک مطابقت نہ ہو اسے اعتبار سے نوازنا تباہی و ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔ اسی طرح سواد امت میں

کسی جماعت کا نامعلوم ہونا اسکے وجود کو مشکوک بنانے کیلئے کافی ہے۔ عیسائیت کس طرح گمراہ ہوئی، پاول جیسے ایک شخص پر بھروسہ اور اسکی جماعت پر اعتماد جسکو اس وقت معتبر عیسائی علماء میں نہ کوئی اعتبار حاصل تھا اور نہ ہی کوئی صحبت حاصل تھی کس طرح پوری عیسائیت اسکے پیچھے چل کر غارت ہوئی۔ پیش نظر کتاب اسی تاریخ کے غائرانہ مطالعہ کی ایک دعوت ہے، کس طرح یہ ملت عالمی سطح سے مقامی سطح تک اقتدار و سیادت کے بازی گروں کے دام میں پھنستی رہی۔

بعینہ یہی حال اس وقت داعش کا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ القاعدہ کا ٹوٹا ہوا دھرا ہے، کوئی اسے مغرب کی سازش بتاتا ہے، تو کوئی اسے خوارج میں شمار کرتا ہے، داعش کی جماعت ایک ایسا معمہ بنی ہوئی ہے کہ علماء اور مشہور اسلامی تجزیہ نگار بھی اسکے بارے میں کوئی حتمی بات کہنے سے اب تک قاصر ہیں۔ اسکے اقدامات اور کاروائیاں کچھ ایسی پیچیدہ اور مختلف النوع ہیں کہ سبھوں کو الجھن میں ڈالے رکھا ہے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ القاعدہ کا عراقی دھرا ہے، جس نے عراق پر امریکی قبضہ کے بعد اسے گوریلا جنگ میں دھول چاٹنے پر مجبور کر دیا۔ یہ تب کی بات ہے جب اسکی قیادت امریکی حملوں میں مقتول لیڈروں کے ہاتھوں میں تھی۔ جب القاعدہ نے اپنے وسیع تجربات سے اپنی پالیسی میں کچھ دور رس تبدیلیاں کیں، جیسا کہ ایبٹ آباد والے گھر سے اسامہ بن لادن کے قتل کے بعد ہاتھ لگے دستاویزات سے واضح ہوتا ہے کہ اسامہ بن لادن نے القاعدہ کے ارکان کو احکامات صادر کئے تھے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے مقامی مسلمانوں کو کوئی تکلیف ہو، مقامی قیادت سے کوئی ٹکراؤ ہو، نہ ہی کسی حکومت کے قیام کا اعلان کریں بلکہ اپنے حملوں میں مغرب کو نشانہ بنائیں اور مغربی عوام کو باور کرائیں کہ اگر انہوں نے اپنی حکومتوں کو عالم اسلام میں مداخلت اور دست درازی سے نہ روکا تو انہیں بھی اس کا منفی انجام بھگتنے کیلئے تیار رہنا ہوگا۔ یہ وہ معلومات ہیں جو ابھی امریکہ کے ذریعہ عام کی گئی ہیں، اور عالمی میڈیا میں نشر ہوئیں۔ (Secret Osama bin Laden documents revealed by US Army's Combating Terrorism Center, Thursday 03 May 2012)

اسلئے سنیوں کی اقتدار سے مکمل بے دخلی کے بعد القاعدہ کو عراق میں مقامی مسلمانوں کی بڑی ہمدردی حاصل ہوگئی، اسکا کوئی توڑ امریکہ کے پاس نہ تھا۔ چنانچہ کچھ ایسے ایجنٹوں کو القاعدہ میں گھسایا گیا جنکی مخبری سے عراق القاعدہ کی اعلی قیادت کو دو مرحلوں میں ختم کر دیا گیا، یہاں تک کہ قیادت موجودہ داعش سربراہ عمر البغدادی کے ہاتھوں میں پہونچی۔ یہیں سے عمر البغدادی اور اسکے گمراہ کن افکار شک کے دائرے میں آگئے۔ ایا عراق القاعدہ کی قیادت کو قتل کرانے میں خود اس شخص اور اسکے حواریوں کا ہاتھ ہے؟

کیا بغدادی ایک بڑی سازش کا حصہ ہے؟

کیا افغانستان اور عراق میں امریکی تجربوں اور لمبے عرصہ تک غور وخوض کے بعد القاعدہ کی تباہی، اسکی قوت کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنے کی یہ ایک شاطرانہ چال ہے؟

یہ شک اس وقت یقین میں بدل جاتا ہے جب یہ پتہ چلتا ہے کہ بغدادی امریکی قید میں ایک مدت گذار کر پراسرار انداز میں نکالا گیا۔ ٹھیک اسی وقت ایران اور سیریا کی نصیری حکومتوں کے ذریعہ بہت سارے ایسے افراد کو عراق القاعدہ میں گھسایا گیا جنکی شناخت نامعلوم تھی۔ رفتہ فتہ یہ دھڑا بغدادی کی قیادت میں مضبوط ہوتا گیا اور بالآخر اس نے عراق القاعدہ پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے القاعدہ کی مرکزی قیادت سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔

القاعدہ سے علیحدگی کے اس اعلان کو کسی نے سنجیدگی سے نہیں لیا، اسلئے کہ القاعدہ کوئی ایسا فرق پیدا کرنے والی جماعت نہیں تھی جو آج داعش کر رہی ہے۔ لیکن آنے والے دنوں میں القاعدہ سے ٹوٹے ہوئے اس دھڑے داعش کی حیرت انگیز کامیابیوں نے لوگوں کو چونکا دیا۔ اب اسکی توجیہ کسی کے پاس نہیں کہ ایسی حیرت انگیز کامیابیوں کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟

یہ کامیابیاں اتنی حیرت انگیز اور بڑی ہیں کہ بے بصیرت آنکھیں بھی دیکھ سکتی ہیں۔ القاعدہ سے علیحدہ ہو کر اسے ایسی کونسی طاقت حاصل ہوئی جس نے اسے اتنا طاقتور بنا دیا کہ وہ مملکت اسلامیہ قائم کرنے کے قابل ہو گئی؟

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ عالم عرب میں اسلامی شخصیات اور جید علمائے کرام نے کسی تنظیم کے خلاف اس طرح یک زبان متحدہ موقف اختیار کیا ہو، جو داعش کے خلاف سامنے آیا۔ اسلامی ممالک میں اہل علم اور تجزیہ نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ جماعت اس وقت ملت کیلئے سب سے بڑی مصیبت ہے۔ صاف دکھتا ہے کہ اسکی ساری کاروائیوں کا مقصد اسلام کو بدنام کرنا، یا پھر انقلاب شام کو سبوتاژ کرنا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ اس نے شام میں بشار سے برسرپیکار مسلمانوں کو جتنا نقصان پہونچایا اسکا عشر عشیر بھی بشار اور اسکی فوجوں کو نقصان نہیں پہونچا سکی۔ اس جماعت نے القاعدہ سے اپنی علیحدگی میں یہ دلیل دی تھی کہ القاعدہ کا ہائی کمانڈ ایران کے خلاف نرم گوشہ رکھتا ہے، یہ مذاق نہیں تو اور کیا کہ خود اس نے اپنے نشانہ پر سنی حکومتوں اور مسلمانوں کو رکھا، سعودی عرب پر حملہ اور اسکے اندر بدامنی کی پلاننگ شروع کر دی جبکہ ایران کی طرف پیش قدمی کی نہ کوئی کوشش کی اور نہ ہی اسکے خلاف اسکے نزدیک کوئی سنجیدگی دکھائی دیتی ہے۔

عراق میں داعش اب تک چوہے بلیوں کا کھیل کھلیتی آرہی ہے۔ کبھی یہ عراقی فوجوں کو کھدیڑتی ہے تو کبھی عراقی فوج ان کو کھدیڑتی ہے۔ بالکل ڈرامائی انداز میں، عراقی فوج ان کیلئے اسٹیج تیار کر کے رکھتی ہے، اپنے پورے ہتھیار ان کیلئے چھوڑ کر فرار ہو جاتی اور پھر پلٹ وار کر کے انہیں نکال باہر کرتی ہے۔ یہ شکست و فتح سے زیادہ ہتھیار کی سپلائی کا معاملہ بھی نظر آتا ہے۔ عراقی فوج اپنے پورے ہتھیار انکیلئے چھوڑ جاتی ہے داعش ان ہتھیاروں کو سیریا (شام) سپلائی کرتی ہے جہاں وہ بشار کی فوجوں کے بجائے اسکے خلاف لڑنے والے مسلمانوں کو مارنے میں استعمال ہوتے ہیں۔ شام میں انکی بیشتر جنگ مسلمانوں کے خلاف ہی ہے۔ ابھی 20 مئی 2015 کو داعش نے شام کے تاریخی شہر "تدمر" پر قبضہ کیا۔ اس پر قبضہ بھی ڈرامائی انداز میں ہوا، جیسے ان کیلئے دستر خوان سجا کر رکھ دیا گیا ہو۔ پورے ساز و سامان اور ہتھیار کے ساتھ بشار الاسد نے یہ شہر انکے حوالہ کر دیا۔ بعد میں کھلا کہ فوجی نقطۂ نظر سے اہم اور دنیا میں نادر آثار قدیمہ کیلئے مشہور یہ شہر داعش کو

اسلئے سونپا گیا تا کہ مغربی طاقتیں عالمی آثار قدیمہ کی حفاظت کے بہانے سیریا میں مداخلت کر سکیں۔ کل تک کسی مداخلت کی ضرورت نہ تھی اسلئے کہ بشار اور ایران مضبوط تھے۔ اب جو آزادی کی فوجوں کے سامنے انکا ٹکنا مشکل ہو رہا ہے تو بہانے تلاش کئے جاتے ہیں۔ دنیا کو باور کرایا جاتا ہے کہ یہ دہشت گردوں کی جیت ہے۔ اب آؤ یا دہشت گردوں کو چن لو یا ہماری بقا کا سامان کرو۔ کون ہے جسکی یہ تمنا نہ ہو گی کہ داعش اس نازک وقت میں مسلمانوں کی تقویت کا باعث ہوتی۔ اعدائے اسلام کے خلاف ایک دیوار ہوتی، افسوس صد افسوس داعش کہیں بھی ایسا کوئی ثبوت نہ دے سکی۔ شام کے " قلمون " محاذ پر لبنانی شیعی ملیشیا حزب اللہ کے خلاف جب مسلمان فوجیں بر سر پیکار ہیں تو وہاں بھی داعش مسلمانوں کے خلاف حزب اللہ کے معاون دستہ کا رول پلے کرنے لگی۔ "تدمر" پر قبضہ میں مکمل داعشی اور شیعی سازش کھل کر سامنے آگئی۔ جب آزادی کے دستوں کی پیش قدمی کے سامنے ایرانی و نصیری بے بس ہونے لگے تو ان کے سامنے داعش کو لایا گیا۔ تدمر پر انکا قبضہ کروادیا گیا جہاں سے اب آزاد فوجوں کی پیش قدمی داعش کی لاشوں پر ہی ہو سکتی ہے۔ دوسری طرف تدمر کے تیل کے ذخائر اور ہتھیاروں کا بڑا ذخیرہ ان کے حوالے کر کے انکی فوجی و مالی ہر طرح کی مدد فراہم کرائی گئی۔ اب یہ کھلا راز ہے کہ امریکہ و ایران اور بشار ہی داعش کے حقیقی فنڈنگ کرنے والے ہیں۔ چوہے بلی کا کھیل کھیل کر دنیا کو دھوکہ میں رکھا جاتا ہے۔ اس طرح شام میں کاروان آزادی کی پیش قدمی کو روکنے میں اب جو بشار کو ایران و امریکہ کوئی کام نہ آئے تو داعش کے دامن میں ہی اماں ملی۔

داعش کے خوفناک سایہ کا ایک المناک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ جماعت جہاں قابض ہوتی ہے وہاں مسلمانوں پر ایسی مصیبت توڑتی ہے کہ لوگ بے بسی سے دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ بچوں کو اسکولوں سے نکال کر جبرا فوج میں بھرتی کیا جاتا ہے، انکے ذہنوں میں داعشی افکار بھرے جاتے ہیں۔ پیسوں سے بہکایا جاتا ہے اور ان کے گارجین کی رضامندی کے بغیر انہیں امریکی طیاروں کی بمباری کا لقمہ بنا کر پیش کر دیا جاتا ہے۔ لوگ جبرا میدان جنگ میں لے جائے جاتے ہیں، واپسی کا راستہ بند کر دیا جاتا ہے۔ گویا مسلمانوں کی لاشوں کا ایسا سودا جو صلیبی و شیعی آنکھوں کو ڈھنڈک دیتی ہے۔ کیسے خون کے پیاسے ہیں یہ درندے، گویا خون مسلم یہودیت وصلیبیت اور شیعیت کی سب سے پسندیدہ شراب ہے۔

القاعدہ دہائیوں سے بر سر پیکار ہے۔ افغانستان میں طالبان کی کہانی سب کو معلوم ہے، شام میں مسلمان برسوں بر سر پیکار ہیں، لیکن کسی کو بھی داعش جیسی آزادی و کامیابی نہیں ملی۔ اب جو شام میں الفتح اور دیگر آزاد فوجیں بشار کو پے در پے شکست دے رہی ہیں تو اسکے پیچھے ترکی و قطر اور اب سعودی عرب کی کھلی اعانت شامل ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ داعش کی نہ کھلے عام اور نہ ہی خفیہ کسی طرح کی مدد یا ہمدردی کا دعوی کوئی ملک نہیں کرتا تو پھر داعش کی طاقت کا راز کیا ہے؟ سیریا میں پوری قوم سر کٹانے کو کھڑی ہو گئی، ہتھیار کی سپلائی نہیں تو بات نہ بنی۔ لیکن داعش کو روز اول سے جو اڈوانس ہتھیار حاصل ہیں وہ کس نے سپلائی کئے اور کر رہا ہے۔

داعش میں بھرتی بھی بڑی مشکوک ہے، ابھی گذشتہ ہفتہ تاجکستان کی اسپیشل فورس کے سربراہ نے دو مہینہ غائب رہنے کے بعد اعلان کیا کہ وہ داعش کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ گویا لا دین حکومتوں کے ایسے فوجی ماہروں کا اس طرح کبھی خفیہ اور کبھی اعلانیہ داعش کے ساتھ کام کرنا، مغربی ممالک سے ترکی کے راستہ مسلم لڑکے اور لڑکیوں کو سپلائی کرنا، یہاں تک کہ ترکی بھی پریشان، بالآخر داعش کیلئے افراد سپلائی کرنے والے ایجنٹوں کو دبوچا تو پتہ چلا کہ مغربی ممالک کے انٹلی جنس ایجنسیوں کے لوگ ہیں، اس خبر کو گرچہ مغربی میڈیا نے دبا دیا، لیکن اسلامی ممالک میں ہر نیوز ایجنسی، ترکی کے نیوز چینل اور اخبارات نے اس خبر کو شہ سرخیوں میں شائع کیا۔

داعش پر امریکی حملوں کے نتائج بھی ہمارے سامنے ہیں، سوائے مسلمان نوجوانوں کو پوری دنیا سے بلا کر مروانے کے اور کچھ نہ ہوا۔ گویا امریکی جنگی طیارے داعش کو تباہ کرنے کیلئے پرواز نہ بھرتے ہوں بلکہ انہیں آشیرواد دیتے ہوں۔ اس لئے اس وقت داعش کا کردار سوائے ایرانی اور امریکی مفاد کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اس پر مستزاد انکی حرکتوں سے اسلام کی ایسی مکروہ تصویر بنتی ہے جسے مسلمان دیکھنا گوارا نہیں کرسکتے تو غیر مسلم کس طرح کرسکتے ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ کہ انجام اللہ کے ہاتھوں میں ہے، ہوسکتا ہے کہ کبھی اس پر دوبارہ مخلص دانشمند قیادت کا غلبہ ہو، منافقین نکال باہر کئے جاسکیں۔ یا وقت کے ساتھ ملت کے افراد اسکی اصلیت کو سمجھ کر اسکا خاتمہ کرنے کے قابل ہوسکیں۔ بہر صورت عالم اسلام کو ایک لمبی انارکی اور خونریزی میں پھنسانے کا اعدائے اسلام کا ایسا فتنہ ہے جو قرب قیامت کی علامت بن کر ہمارے سامنے ہے۔

عالم اسلام اور مسلمانوں کا کردار

اتنا سب کچھ ہو رہا ہے۔ شیعوں کے ہاتھوں سیریا میں تین لاکھ مسلمانوں کا قتل عام، عراق میں مسلسل لاکھوں سنیوں کی ہلاکت، لبنان میں سنیوں کی تذلیل، بحرین سے کویت تک شیعی بالادستی کی جنگ، افغانستان سے ترکی تک شیعی کارڈ کا استعمال کرکے عدم استحکام کی کوششیں، اور اب یمن پر قبضہ کے ساتھ ہی حرمین کی گھیرابندی پھر بھی عالم اسلام میں کہیں کوئی حرکت نہیں۔ عالم اسلام کا یہ سکوت مسلمانوں کی درازی ذلت کا بین ثبوت ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یمن کا قضیہ یمن جیسے غریب ملک پر بالادستی کا قضیہ نہیں بلکہ یہ حرمین پر قبضہ کا راستہ ہے۔ یہ کتاب تاریخ کے ان صفحات کو الٹتی ہے جب پہلی بار شیعیت کا عروج اسی ملک سے شروع ہوا تھا، یہاں تک کہ حرم پر قرامطہ کے بھیانک جرائم کی تاریخ رقم کی گئی جسے پڑھ کر آج بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آج پھر وہ تاریخ اسی دروازہ سے دہرانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یمن پر شیعی قبضہ دراصل سعودی عرب اور حرمین پر قبضہ و تسلط کی پہلی کڑی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ آج دنیا بھر کے مسلمانوں میں سعودی حکومت کیلئے وہ ہمدردی نہیں جو اسلام مخالف طوفان کو روکنے میں اسکی معاون ہوسکے۔ اسکے اسباب بھی معلوم ہیں، وہ سعودی عرب جو اب تک فلسطینیوں کے مسائل میں کلیدی رول ادا نہیں کرسکا، جو سیریا میں لاکھوں فرزندان توحید کے قتل عام کو روکنے میں فعال کردار ادا نہیں کرسکا، جب

مصر جیسے بڑے مسلم ملک میں مسلمانوں کی آنکھوں سے انکا خواب چھینا گیا، جب مسلمانوں کے نمائندہ صدر کے خلاف بے دین، منافق اور صلیبی کارندے اپنی پوری درندگی کے ساتھ اٹھے تو اس نے اس الزام میں بھی شرکت کی۔ وہ سعودی عرب جس نے ایک امبریلا اسلامی قوت کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کا کبھی نہیں سوچا "رابطہ عالم اسلامی" کی تنظیم ایک کھلونا ثابت ہوئی۔ عالم اسلام کے اقتصادی اتحاد کے بجائے "اسلامک ڈیولپمنٹ بینک" پر قناعت کر لیا گیا۔ جسکی ثروت دنیا کے مسلمانوں کو عسکری و اقتصادی قوت فراہم نہیں کر سکی، آج اس سعودی عرب کیلئے دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں میں اگر کوئی ہمدردی نہیں تو بجا ہے۔ آج اس حکمران خاندان سے گلے شکوے برحق ہیں۔

اب سوال حرمین کا ہے

لیکن اب سوال سعودی حکومت کا نہیں، حرمین کی حفاظت کا ہے۔ بجا ہے کہ سعوی عرب کے غلطیوں کی فہرست لمبی ہے لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے اس حکومت نے اپنے یہاں روزگار میں مسلمانوں کو ترجیح دیکر کتنے ہی مسلم ممالک میں مسلمانوں کی اقتصادی صورتحال بہتر بنانے میں مدد دی (واجپئی جی کی حکومت میں ہندوستان کے ویزے اس لئے بند رہے کہ سعودی عرب 60 فیصدی مسلمانوں کو لینے پر مصر تھا جبکہ ہندوستان 40 فیصدی سے زیادہ پر راضی نہ تھا، بالآخر ہندوستان نے اسی شرط پر اپنا دروازہ کھولا کہ سعودی عرب روزگار کیلئے جانے والے ہندوستانیوں میں 40 فیصدی مسلم ریزرویشن ہو سکتا ہے، اور 60 فیصد سلیکشن اوپن ہو گا)۔ اسی سعودی عرب کے اہل خیر حضرات نے پوری دنیا میں مدارس و مکاتب کی مدد کی، مساجد تعمیر کرائے، قصور ہمارا بھی ہے کہ ہم نے اسکا کس طرح استعمال کیا۔ اس حکومت کے پاس گرچہ غریب مسلم ممالک کو جوڑنے اور انکی ترقی کا کارگر ایجنڈہ نہ تھا لیکن اس نے مختلف ذرائع سے مختلف ممالک میں مسلمانوں کی مدد کی کوشش کی، اسکی یہ کوششیں ہمیشہ پروپیگنڈوں سے دور، مغربی طاقتوں کی نظر سے بچا کر ہوتی رہیں۔ ہم بھی کم قصوروار نہیں جو اپنی طرف سے کوئی منظم پروجیکٹ پیش نہیں کر سکے۔ یہ ملک مخلص و معتدل علماء اور ایسے اہل ایمان کا ہے جو مسلمانوں کیلئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے سے کبھی نہیں چوکتے۔ اسی حکمراں خاندان میں شاہ فیصل بھی پیدا ہوئے، جو عالم اسلام کیلئے وہ سب کرنا چاہتے تھے جسکی تمنا ہم اپنے دلوں میں رکھتے ہیں، لیکن انکے ساتھ کیا ہوا، کس نے انہیں راستہ سے ہٹایا؟ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں کو بھی کس طرح کے خطرات کا سامنا ہوتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اس وقت شیعی عفریت سے لڑنے کیلئے ہمارے پاس سعودی حکومت کا کوئی متبادل بھی نہیں۔ اسلئے اس وقت عالم اسلام اور بطور خاص ہندوستان کے علماء کا ایک مشترکہ وفد تیار ہو اور وہ اپنا تاریخی کردار ادا کرے۔

ضرورت اس بات کی ہے یہ وفد سعودی حکومت کو حکیمانہ پالیسیوں کی طرف راغب کرے، اسلئے کہ اس حکمراں خاندان میں ایمان ہے، اگر وہ اس ایمانی قوت سے لبریز ہو کر کھڑے ہوئے تو بڑی عالمی تبدیلی آسکتی ہے، لیکن انہیں عالم اسلام یقین تو دلائے وہ اسکے ساتھ کھڑا ہے۔ وہ اسکے اوپر نشانہ سادھے ہوئے مغربی سنگینوں کو اپنے سینے پر لینے کے لئے آمادہ ہے۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کو سعودی حکومت کو مشورے دینے کا حق حاصل ہے، انہیں یہ حق ہے کہ ان قائدین کو بتائے کہ آپ ماضی میں صلیبی ویہودی طاقتوں سے خوفزدہ رہے، آپ کے شاہ فیصل نے کچھ کرنے کی کوشش کی تو انہیں راستہ سے ہٹادیا گیا۔ آپ انکی خاموش دھمکیوں کے سائے میں کچھ نہ کر سکے۔ لیکن اب تو انکا اصلی چہرہ بے نقاب ہو چکا ہے، اب وہ آپ کو بھی راستہ سے ہٹانے کیلئے کمر کس چکے ہیں۔ آیئے اب انکے خوف سے نکل کر اسلام اور مسلمانوں کی طاقت کو آزمالیجئے، ترکی کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ مومن کی موت مریں، دومیں سے ایک راستہ چن لیں یاشہادت کا شرف یا عزت و کرامت کی زندگی۔

آپ کو افرادی قوت کی ضرورت ہے، آپ حمیت اسلامی کا ثبوت دین اور برما کے مسلمانوں کو گود لے لیں، انہیں شیعہ اکثریت والے سعودی عرب کے مشرقی علاقوں میں بسائیں، یا پھر یمن کے بارڈر پر ان علاقوں میں جہاں مخلص شہریوں کی عددی قوت میں اضافہ ہو سکے، جب امریکہ کے دانشور امریکہ کو یہ مشورہ دے سکتے ہیں کہ امریکہ اپنی رونق کھو دینے والے شہر ڈیٹرائٹ(Detroit) کو سیرین مہاجرین سے بسالے یہ اسکیلئے سنہرا موقع ہے کہ سیریا کے دربدر لوگوں کو شہریت دیکر اپنے اس شہر کی رونق پھر سے بحال کر لے (فرانس پریس، نیویارک ٹائمز بحوالہ: العربیہ نٹ 15 دسمبر 2015) ۔ تو پھر سعودی عرب کو برما کے مظلوم مسلمانوں کا یہ بہتر مصرف کیوں سمجھ میں نہیں آسکتا؟

یہ عمل نہ صرف پوری دنیا کی مسلم اقلیت کو احساس تقویت دیگا بلکہ پورے عالم اسلام کے دل سے سعودی حکمرانوں کیلئے دعائیں نکلیں گی، لوگ اسکے احسان مند ہونگے۔ ایسی حکومت کیلئے پھر دنیا بھر سے رضاکار مسلمان اپنی قربانی پیش کرنے کیلئے کوچ کرینگے۔ مسلمان توپیاسے ہیں محبت کے، کوئی اٹھے اور اس محبت کا صحیح استعمال کر لے، ورنہ داعش جیسے جالوں میں مسلمان نوجوان پھنستے رہیں گے۔

اس وفد کو سعوی حکومت کو یہ بتانے کا بھی حق ہے کہ سیاست میں دوستی و دشمنی دائمی نہیں ہوا کرتی، وہ ترکی کے ساتھ ماضی کی تلخیوں کو بھلا کر اس سے ہاتھ ملائے۔ وہ مسلمانوں پر بھروسہ کرے، سیسی کے بجائے اہل ایمان کی مدد کرے جو کل ایک بڑے معرکہ میں اخلاص کے ساتھ انکے شانہ بشانہ کھڑے ہوسکتے ہیں۔ اخوان المسلمون سے انکی ناراضگی اگر کچھ باتوں کی وجہ سے تھی جس سے انکو اپنی حکومت کیلئے مستقبل میں خطرہ کی بو آتی تھی، تو سیسی کی آفس سے بھی کتنی باتیں فاش ہوئیں جس میں ان کیلئے تذلیل کا کم سامان نہ تھا۔ پھر بھی سیسی دوست رہا اور اخوان عتاب کا شکار ہوئے۔ آج سعودیوں نے خود ہی دیکھ لیا کہ اس جنگ میں سیسی اور اسکی حکومت نے انہیں کیا دیا، مصر جہاں میڈیا فوجی حکومت کے چشم ابرو کے اشاروں پر ناچتی ہے کس طرح آئے دن سعودی عرب اور قطر کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے سے باز نہیں آتا۔

مسلمانوں کے مخلصین اٹھیں اور سعودی حکومت کو یقین دلائیں کہ مسلمانوں کے نزدیک حکومت کی شکل اہم نہیں۔ مسلمانوں کے نزدیک وہ شہنشاہیت بے مہار جمہوریت سے بہتر ہے جو قرآن و سنت پر قائم ہو اور پوری دنیا کے مسلمانوں کی عزت و وقار کی بحالی اور انکی ترقی کیلئے

اخلاص کے ساتھ سر گرداں ہو۔ سعودی ارباب حل وعقد ان کم علم، بے ایمان اور بے بصیرت مشیروں سے چھٹکارا حاصل کریں جو انہیں گمراہ کرتے، غلط اور تنگ نظر پالیسیوں پر گامزن کرتے ہیں۔ آخر قطر بھی تو ایک شہنشاہیت ہے اسے مصر میں اخوان کی حکومت سے خوف کیوں نہیں آیا، وہ مصر میں اخوان کی مدد کیلئے کیوں کھڑے ہوئے؟ قطر نے مصر کے مفاد پرست بد دین ڈکٹیٹر سے ہاتھ ملانے کے بجائے ترکی سے دفاعی معاہدے کیوں کئے، کیا سعودی عرب کیلئے قطر کی سیاست میں ایک نمونہ نہیں؟

حکومت سعودی عرب کو بتایا جائے کہ آپ ماضی میں ایران سے بھی خوف زدہ رہے۔ ایران کے دکھاوے کی خیر سگالی کو آپ اخوت کا پیام جانتے رہے، علماء کو حقیقت بیانی سے روکتے اور ہر طرح کی کتابوں پر بندشیں لگاتے رہے۔ کیا اس سے یہ سبق نہیں ملتا کہ دشمن کی اصلیت کو وقتی مفاد میں چھپانا سبھوں کیلئے ہلاکت خیز ہے۔ مغربی میڈیا، اسکے مفکرین مسلسل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی، غارت گری کی باتیں کرتے رہے۔ آپ کے پاس انکا جواب دینے کیلئے اہل علم کی کوئی جماعت نہیں۔ تو فکری و عوامی طاقت کو بالکلیہ ختم کر دینا خود اپنے خاتمہ کا سامان نہیں؟

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حجاز عالم اسلامی کا قلب ہے، اسکا منبع و سرچشمہ ہے، اس سے ملت کا رشتہ اٹوٹ ہے۔ اس سے اٹھنے والی کرنیں ہی اس ملت کی زندگی میں صبح نو کا پیغام لاسکتی ہیں۔ تو پھر آپ نے عالمی سطح پر مسلمانوں کیلئے کیا کیا؟ ایران کو دیکھئے، دنیا بھر میں شیعوں کو ایسا جوڑا، ایسی ٹھوس مدد کی کہ کہیں چلے جائیں، شیعہ تعلیم یافتہ، علم وادب ہو یا صحافت وسیاست ہر میدان میں چھائے ہیں۔ ان کی ہر طرح سے ایران نے مدد کی، پاکستان آپ کے ساتھ کیوں نہیں اٹھ سکا، عوامی سطح پر آپ نے بیداری و آگاہی کا کوئی کام نہ کیا، اسلئے پاکستانی حکومت کیلئے آپ کے حق میں فیصلہ لینا آسان نہ تھا۔ جبکہ ایران کے مخلص شیعوں کا وجود پاکستانی حکومت کیلئے دردسر تھا، جسکی دھمکی ایران نے پاکستان کو ترکی کی طرح پہلے ہی دے دی تھی۔

یمن کی مثال ہی آپ کے سامنے ہے، یمن کے زیدی شیعہ تو اہل سنت سے قریب تھے۔ علمائے اسلام نے شیعوں کے اس گروہ کو متفقہ طور پر اہل سنت سے قریب گردانا تھا، تو وہ کس طرح شیعہ امامیہ بن گئے؟ اس سے دنیا بھر میں ایرانی سرگرمیوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ہندوستان میں بھی شیعوں کا ایک مضبوط وجود ہے، میڈیا بطور خاص اردو میڈیا ہی کو لے لیں سہارا نیوز پیپر سے لیکر انقلاب تک ایڈیٹر کون ہیں، کیا یہاں عالم اسلام کی سچی تصویر کشی ممکن ہے؟ کیا کوئی ایسا مضمون کبھی نظر آتا ہے جو ایران کے حقیقی کردار پر بے لاگ تبصرہ کرتا ہو۔ تو آپ نے میدان پوری طرح خالی چھوڑ دیا، کمزور مسلمانوں کی تعلیم میں آپ نے کوئی کردار ادا نہیں کیا، کوئی مدد نہ کی تو کس طرح مسلمان ان خطرات کا ادراک کر کے آپ کے حق میں آواز بلند کر سکتے ہیں؟ آیئے اب بھی وقت نہیں گیا ہے۔ اپنا کردار ادا کیجئے، اللہ نے ارض حرمین پر حکومت کی جو نعمت آپ کو بخشی ہے، اس سنہری موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے زنگی وایوبی کی مثال قائم کیجئے۔ اقتدار و حکومت تو

آنی جانی ہے۔ کسی کو دائمی بقا نہیں، اگر عزت ہے تو اللہ کے ہاتھوں میں، اس کیلئے اخلاص کے ساتھ کھڑے ہوں تو ابدی عزت آپ کا سرمایہ ہو گی۔

اختتامیہ

امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ عالم اسلام میں جاری حالیہ طوفان کا رخ بہت حد تک سمجھ جائیں گے۔ اسکے بعد آپکے سامنے جو بھی خبریں آئیں گی، آپ خود ہی اسکا بین السطور سمجھ سکتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ یہ وقت کچھ بنیادی تصورات کو اپنے ذہنوں میں واضح کر لینے کا ہے۔ یہ وقت تہذیبی و فکری اساس کو بے لاگ پیش کرنے کا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آج مسلمان باہم دست و گریباں ہیں، مسلمان قتل و غارت گری کے خوگر ہیں، یہ انکی تاریخ رہی ہے۔ یہ پروپیگنڈہ اس شدت سے کیا جاتا ہے کہ عام مسلمان بھی اس پر یقین کر لیتے ہیں، یہ کتاب اس ناحیہ سے بھی تاریخ کا ایک ایسا مطالعہ ہے جو واضح کرتی ہے کہ ہماری تاریخ کو کن لوگوں نے شر وفساد سے داغدار کیا، اور وہ بھی مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کیلئے۔ یہ ایک ایسی یہودی و صلیبی اور شیعی سازش تھی جسکے غائرانہ مطالعہ کے بعد ہمیں حقائق کو سامنے لانا ہو گا۔ اپنا پورا لٹریچر پڑھ جائیے، حیرت ہو گی کہ اس ناحیہ سے ہمارے تصورات کو واضح نہیں کیا گیا۔ زیر نظر کتاب اس حیثیت سے بہت اہم ہے کہ یہ تاریخ کو صحیح زاویہ سے دیکھنے کی ایک چشم کشا دعوت ہے، ایک ایسی تاریخی وضاحت ہے جو الجھنوں کو دور کر دیتی ہے۔

مثال کے طور پر حالات حاضرہ کو ہی لے لیجئے، عالم اسلام میں جاری موجودہ انتشار اور قتل وغارت گری کے پیچھے کون ہیں سب کو معلوم ہے، پھر بھی دنیا کو باور کرایا جاتا ہے کہ دیکھو یہ ہیں مسلمان اور یہ ہے انکی دنیا۔ یہاں تک کہ عام مسلمانوں کو بھی سوال کرتے دیکھا جا سکتا ہے کہ آخر مسلمان ہی دنیا میں قتل و قتال کا بازار گرمانے میں پیش پیش کیوں ہیں، وہ سکون سے کیوں نہیں رہ سکتے؟ ایسا کہتے ہوئے ان سادہ لوحوں کو نہیں معلوم کہ مسلمان دنیا میں سب سے امن پسند اور سب سے زیادہ فتنوں سے بچنے والے ہیں۔ کیا ہم نہیں دیکھتے کہ عالمی طاقتیں ایک سازش کی تحت مسلمانوں کی منتخب کردہ حکومتوں کو گرا کر اپنا ایجنٹ مسلط کر دیتی ہیں، مسلمان پھر بھی خاموش رہتے ہیں۔ مصر میں کیا ہوا، کیا دنیا نہیں جانتی کہ انہیں کس جرم میں مصری ڈکٹیٹر پھانسی کی سزائیں سناتا ہے، اور وہ صبر سے، شوق شہادت میں پھانسی کے پھندوں کو چوم لیتے ہیں۔ کیا دیکھتے نہیں کہ مسلم ممالک میں حکمراں آہنی ہاتھوں سے حکومت کرتے رہے، مسلمانوں کے ساتھ ناانصافیاں ہوتی رہیں، انکے حقوق غصب کئے جاتے رہے، پھر بھی لوگوں نے ہتھیار اٹھانا گوارا نہ کیا، تو مسلمان کہاں باہم قتل و قتال کرتے ہیں۔ شام میں انکی آزادی کی قربانیوں کو دیکھو اور اسکے خلاف قتل وغارت گری کرنے والی طاقتوں کو، یہ کون لوگ ہیں؟ یہ کیسا انصاف ہے، کہ نیپال جیسے کم مایہ ملک کے عوام کو تو انکا حق مل جائے۔ ان کی آزادی کا مطالبہ پورا ہو، لیکن جب جمہوریت کے عالمی علمبرداروں، آزادئ اقوام کے

جھوٹے دعویداروں کے سامنے مسلمانوں کا معاملہ ہو تو اسکا جواب آگ و خون ہو، آزادی کی تمنا لیکر اٹھنے والے مسلم ملک کو مہلک ہتھیاروں کا تجربہ گاہ بنادیا جائے۔

مسلمانوں کے تصورات کی صفائی میں یہ پہلا قدم ہے جو اس کتاب کی شکل میں آپ کے سامنے ہے۔ مصنف اللہ سے توفیق کا خواستگار ہے کہ اسے اپنے مستقبل کی پلاننگ میں اللہ کی توفیق و رضا ملے کہ وہ اگلے مرحلہ کی کچھ خدمتیں انجام دے سکے۔

یہ کتاب اس نقطۂ نظر سے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے کہ یہ ان اہم گوشوں کی طرف ملت کی توجہ مرکوز کرانا چاہتی ہے جہاں ہمیں اعدائے اسلام کے مثلث (یہودیت وصلیبیت اور شیعیت) کے خلاف ایک خطرناک جنگ کا سامنا ہے۔ اس جنگ میں کامیابی کا دارو مدار ملت کے فہم و بصیرت پر مبنی ہو گا۔ اور فہم و بصیرت مطالعہ کے بغیر ممکن نہیں۔ مطالعہ صحیح نقطۂ نظر سے نہ ہو تو گمراہی ہے۔ ملت اس وقت کچھ ایسے فتنوں میں الجھائی جاچکی ہے جس سے اسکے اندر مطالعہ کا رجحان ختم ہوتا جاتا ہے۔ جہالت اور اپنی تاریخ سے جہالت بڑھتی جاتی ہے۔ یہ جہالت خواہ مسلمانوں کو لہو ولعب، فیس بک اور ٹیوٹر، انٹرنیٹ اور ٹیلویزن میں الجھانے کے راستہ ہو یا دیگر ذرائع سے ہو، نتیجہ کار اب یہ قوم سنجیدہ مطالعہ کا ذوق و شوق کھو چکی ہے۔ چنانچہ اس قوم سے کسی قیادت کے ابھرنے کے امکانات معدوم ہوتے جاتے ہیں، الا من رحم ربی، سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ رحم کردے۔ اللہ قادر مطلق سے دعاء ہے کہ ہمیں فہم و بصیرت کے راستہ پر ڈالدے (آمین)

حوالہ جات

References

تفاسیر قرآن

تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر ابو الفداء اسماعیل،

تفسیر الطبری-ابن جریر الطبری،

تفسیر جلالین،

تفسیر فی ظلال القرآن،

تفسیر صفوۃ التفاسیر،

کتب احادیث

صحیح البخاری، ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری،

صحیح مسلم-امام مسلم بن الحجاج القشیری،

صحیح ترمذی، ابو عیسی الترمذی،

سنن ابی داؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق الازدی السجستانی

مسند الامام احمد بن حنبل

تخریج احادیث فضائل الشام و دمشق، محمد ناصر الدین الالبانی

کتب تاریخ وعقائد واسلامیات

1) البدایہ والنہایہ، ابو الفداء حافظ ابن کثیر دمشقی، دار ہجر، طبعہ اولی، 1998ء

2) الکامل فی التاریخ، ابن اثیر، المکتبۃ الوقفیہ، دار الکتب العلمیہ، طبع اول 1987

3) النوادر السلطانیہ والمحاسن الیوسفیہ، بھاء الدین بن شداد، تحقیق احمد ایبش، دار الاوائل سوریا، طبع اول، 2003.

4) شذرات الذهب في اخبار من ذهب– لابن الحماد الحنبلی دار الآفاق الجديدة، بيروت.

5) الوجيز في الشام ارض الانبياء ومهد الاصفياء– منير غندور، دار الفارابي للمعارف، دمشق.

6) مختصر كتاب الروضتين في اخبار الدولتين النوريہ والصلاحيہ ،اختصار وتعليق،ڈاکٹر محمد بن حسن بن عقيل موسى، مطبوعہ: دار الاندلس الخضراء، جدة، طبع اول 1997.

7) التاريخ الاسلامي– محمود شاكر، مطبوعہ: المكتب الاسلامي، دمشق، طبع ششم 2000

8) فجر الاسلام، احمد امين، مؤسسة هنداوي للتعليم والثقافہ، القاهرة– مصر

9) ضحي الاسلام، احمد امين، مؤسسة هنداوي للتعليم والثقافہ، القاهرة– مصر

10) الأعلام للزركلي، خير الدين الزركلي الدمشقي، دار العلم للملايين، الطبعة الخامسة عشر 2002

11) تاریخ اسلام، اکبر شاہ خان نجیب آبادی، مطبوعہ: دار الاندلس، لاہور 1426 ہجری– پاکستان

12) اٹلس فتوحات اسلامیہ، احمد عادل کمال، ترجمہ محسن فاروقی، مطبوعہ دارالسلام پبلشرز 2007، ریاض– سعودی عرب

13) الفاروق، علامہ شبلی نعمانی، مطبوعہ دار الاشاعت طبع اول 1991، کراچی– پاکستان

14) الرحيق المختوم، صفی الرحمن مبارکپوری، مطبوعہ دارالسلام 1994، ریاض– سعودی عرب (عربی نسخہ)

15) صور من حياة الصحابہ، ڈاکٹر عبد الرحمن رافت باشا، مطبوعہ دار الادب الاسلامی طبع اول 1997، قاہرہ– مصر

16) مجموعة العبقريات الاسلاميہ، عباس محمود العقاد، مطبوعہ المكتبة العصرية، طبع سوم 2010، بيروت– لبنان

17) قصة الحروب الصليبية، دكتور راغب السرجانی، مؤسسة اقرأ، قاہرہ – مصر، الطبعة الثانيه 2009م

18) فلسطين التاريخ المصور، د. طارق السويدان، الابداع الفكري، الصفاة - الكويت

19) مأساة المخيمات الفلسطينية في لبنان، محمد سرور زين العابدين، دار الجابية، لندن، الطبعة الثانية 1430هـ

20) أهل السنة في الشام في مواجهة النصيرية والصليبية واليهود، عمر عبد الحكيم (ابو مصعب السوري) مركز الغرباء للدراسات الاسلامية، النسخة الالكترونية.

21) تاريخ الحروب الصليبية، A History of the Crusades استيفن رنسيمان، Steven Runciman ترجمة د. السيد باز العريني، دار الثقافة، لبنان، 1997م

22) قصة الحضارة The Story of Civilization ويل و ايريل دورانت Will and Ariel Durant المنظمة العربية للتربية والثقافة والعلوم - دار الجيل للطبع والنشر والتوزيع.

23) يقظة العرب، جورج انطونيوس، دار العلم للملايين، بيروت، الطبعة الثامنة 1987م.

24) حروب القدس في التاريخ الاسلامي والعربي، اللواء الركن د. ياسين سويد، دار الملتقي للطباعة والنشر، بيروت 1997م.

25) قادة الغرب يقولون: دمروا الإسلام أبيدوا أهله،عبد الودود يوسف (جلال العالم).

26) سقوط الجولان، خليل مصطفي، دار النصر للطباعة الاسلامية، مصر (النسخة الالكترونية متوفرة بالانترنت في شكل بي دي اف).

27) الصراع على السلطة في سوريا، د. نيقولاس فاندام، مكتبة مدبولي، قاهرة، الطبعة الالكترونية الاولي 2006م.

28) سورية تاريخ وثورة، اعداد مجموعة من الباحثين، مركز اميه للبحوث والدراسات الاستراتيجية (النسخة الالكترونية).

29) الفساد في سوريا حقائق وأرقام، د. بشير زين العابدين.

30) كسرة خبز، سامي الجندي، دار النهار للنشر، بيروت – لبنان 1969م.

31) مجتمع الكراهية، سعد جمعة رئيس الوزارة الاردنية السابق، دار الكاتب العربي، بيروت – لبنان.

32) المؤامرة ومعركة المصير، كيف ولماذا وقعت مأساة يونيو 1967؟ سعد جمعة، رئيس الوزارة الأردنية، دار الكتاب العربي للطباعة والنشر، الطبعة الثالثة 1969م بيروت – لبنان.

33) جاء دور المجوس، محمد سرور زين العابدين، دار الجابية 2007، لندن (النسخة الالكترونية متوفرة بالانترنت في شكل بي دي اف).

34) ملفات طواغيت ومجرمي سوريا، إعداد منبر الشام الإسلامي، الطبعة الثانية 2006م.

35) الشيعة في لبنان حركة أمل نموذجا، محمد سرور زين العابدين، الطبعة الاولي، دار الجابيه – لندن.

36) الشيعة والسنة، احسان الهي ظهير، اداره ترجمان السنة، لاهور – باكستان، الطبعة الثالثة 1976م.

37) الوشيعة في نقد عقائد الشيعة، شيخ موسي جار الله، سهيل اكيدمي، لاهور- باكستان.

38) صورتان متضادتان عند اهل السنة والشيعه الامامية، ابو الحسن الندوي، إدارة احياء التراث الاسلامي – دولة قطر.

39) موقف الامام الذهبي من الدولة العبيدية نسبا ومعتقدا، د. سعد بن موسي الموسي، دار القاسم للنشر والتوزيع، الرياض.

40) فكر الخوارج والشيعة في ميزان أهل السنة والجماعة، د. علي محمد الصلابي، دار ابن حزم، القاهرة، الطبعة الاولي 2008م.

41) العنصرية اليهودية، د. احمد بن عبد الله بن ابراهيم الزغيبي، مكتبة العبيكان، الرياض – السعودية.

42) مقاتلون في سبيل الله (Warriors of God) جيمس رستن، (James Reston Jr.) ترجمة: رضوان السيد، العبيكان، الرياض – المملكة العربية السعودية، الطبعة الاولي 2002م.

43) واقعنا المعاصر – محمد قطب، الطبعة الثانيه، 1988م، مطبوعة: مؤسسة المدينة المنوره.

44) الدولة الزنكية، د. علي محمد الصلابي، دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت، الطبعة الاولى، 2007م.

45) تاريخ الدولة الصفوية في ايران، د. محمد سهيل طقوش، دار النفائس بيروت، 2009م

46) صحوة الرجل المريض – د. موفق بني مرجه، الطبعة الثامنة، مطبوعه: دار البيارق 1996م

47) السلطان عبد الحميد الثاني – د. محمد حرب، دار القلم دمشق، الطبعة الاولي، 1990م

48) خطط الشام – محمد كرد علي، دار العلم للملايين، بيروت.

49) اسباب الضعف في الأمة الاسلامية – د. محمد السيد الوكيل، مطبوعه: دار المجتمع، السعودية، الطبعة الاولي.

50) حاضر العالم الاسلامي، د. علي جريشة، الطبعة الخامسة 1999م، مكتبة وهبة، قاهرة - مصر

51) الدولة العثمانية عوامل النهوض واسباب – د. علي محمد الصلابي، دار المعرفة، بيروت، لبنان.

52) الدولة الفاطمية العبيدية، الصلابي، مؤسسة اقرأ.

53) صلاح الدين والصليبيون استرداد بيت المقدس، عبد الله سعيد محمد الغامدي، دار الفضيله، بيروت – لبنان 1985م.

54) صلاح الدين والصليبيون تاريخ الدولة الايوبية، د. أحمد الشامي.

55) صلاح الدين ايوبي، د. علي محمد الصلابي، دار المعرفة، بيروت – لبنان، الطبعة الاولي 2008م

56) عبد اللہ بن سباو اثرہ فی احداث الفتنۃ فی صدر الاسلام، سلیمان بن فہد العودہ، مطبوعہ: دار طیبہ، طبعہ ثالثہ 1412 ہجری

57) عیون الروضتین فی اخبار الدولتین، شہاب الدین ابوشامہ، مطبوعہ: وزارۃ احیاء التراث العربی، دمشق 1991

58) اخبار عمر واخبار عبد اللہ بن عمر، علی الطنطاوی وناجی الطنطاوی، مطبوعہ: المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان 1983

59) الاسماعیلیہ تاریخ وعقائد، احسان الٰہی ظہیر، مطبوعۃ: ادارہ ترجمان السنۃ 1987 لاہور پاکستان

60) منہاج السنۃ النبویۃ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، تحقیق: ڈاکٹر محمد رشاد سالم، الکٹرونیک نسخہ، المکتبۃ الوقفیہ

61) رجال الفکر والدعوہ فی الاسلام (تاریخ دعوت وعزیمت) سید ابوالحسن علی الندوی، عربی نسخہ، مطبوعہ: دار ابن کثیر 1998 ۔

ویب سائٹس، چینل اور اخبارات

الموسوعۃ المیسرۃ، ندوۃ الشباب العالم الاسلامي، ریاض۔سعودي عرب

ویکیپیڈیا اخوان المسلمون۔سوریا

انسائیکلوپیڈیا ثورۃ ووطن۔شیخ مجاھد الرفاعي

انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا Encyclopaedia Britannica

قصۃ الاسلام سائٹ

الجزیرۃ نٹ

العربیۃ نٹ

مفکرۃ الاسلام

موقع القرضاوي

جریدۃ عکاظ سعودي عرب

ٹیلی گراف telegraph.co.uk

گارجین guardian.com

Human Rights Watch